هذه الرسالة سر الاسرار من تاليفات سيدنا شيخ الاسلام والمسلمين
الشيخ عبد القادر الجيلاني قدس الله سره ونفعنا الله والمسلمين
من بركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا الى يوم
الدين الحمد لله القادر العليم الناظر الحليم الجواد الكريم الرب الرحيم
منزل الذكر الحكيم والقرآن العظيم على المبعوث بالدين القويم والصراط
المستقيم خاتم الرسالة والهادي من الضلالة اشرف الرسل باشرف
الكتب الى العرب والعجم محمد النبي العربي صلى الله عليه وسلم وعلى
آله المهتدين وصحابه الاخيار المنتخبين وسلم تسليما وحمد كثيرا
كثيرا وبعد فان العلم اشرف منقبة واعلى مرتبة وابهى مفخرا وابلج
منجحا اذ به يتوصل الى توحيد رب العالمين وتصديق الانبياء والمرسلين
خواص عباد الله الذين اجتباهم الى معالم دينه وهداهم بمزيد الفضل
آثرهم واصطفاهم وهم ورثة الانبياء وخلفائهم وائمة سادات
المرسلين وعرفائهم كما قال الله تعالى ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا
من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات الآية
كما قال النبي صلى الله عليه وسلم العلماء ورثة الانبياء بالعلم يحبهم اهل
السماء الى يوم القيمة وقال النبي صلى الله عليه وسلم يبعث الله العباد
يوم القيمة ثم يميز العلماء فيقول يا معشر العلماء اني لم اضع علمي فيكم

بغداد شریف میں محفوظ واحد قلمی نسخہ "سر الاسرار" کے پہلے صفحہ کا عکس بطور نمونہ پیش ہے

هو المحیی

"وفی السر انا" (رب تبارک تعالیٰ)

اور سر میں میں جلوہ گر ہوں (حدیث قدسی)

سر الاسرار

تالیف شریف

مظہر انوار ربانی، واقف اسرار پنہانی، شہباز لامکانی، پیر سید لاثانی

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہ

مع اردو ترجمہ

نور الانوار

ترتیب، ترجمہ، تحشیہ

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

باہتمام

سید شاہ ہارون الجیلی الجیلانی

سلسلہ اشاعت دارالتصنیف صوفیہ ۲۱۸

کتاب : سرالاسرار ، ترجمہ = نورالانوار

تالیف : حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

تقدیم : علامہ سید شاہ طاہر صاحب رضوی قادری شیخ الجامعہ نظامیہ

ترتیب ترجمہ تحشیہ : قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

کتابت : سرورق، عربی متن، مقدمات : حافظ سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی حیدرؔ قادری فرزند مترجم
اردو عبارت : عبدالقادر صاحب خوشنویس وکاتب لکی پریس چھتہ بازار۔

طباعت : لکی پریس چھتہ بازار حیدرآباد

اشاعت : جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۱۰ھ م جنوری سنہ ۱۹۹۰ء

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰) - ضخامت = ۲۱۶ صفحات

ہدیہ : اکیس (۲۱) روپے سکہ ہند (Rs. 21/-)

کتاب ملنے کے پتے

۱. "تصوف منزل" (21-1-247) قریب ہائیکورٹ حیدرآباد آندھرا پردیش، انڈیا-500002
۲. "نجم نشین" (19-5-478/1/1) نجم نگر، گلشن باغ حیدرآباد آندھرا پردیش انڈیا۔ 500264
۳. اسٹوڈنٹس بک ہاوس - چارمینار حیدرآباد۔
۴. حسامی بک ڈپو مچھلی کمان - حیدرآباد۔
۵. مکتبہ "القلم" مسجد چوک حیدرآباد۔
۶. جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد۔

اس اشاعت کی انفرادی و امتیازی خصوصیات

۱) مزار مبارک غوثیت مآب کے اطراف جالی اقدس کا بالکل نایاب فوٹو (عنایت کردہ مولوی سید ہارون صاحب جیلی الجیلانی)

۲) اسی جالی اقدس میں سرہانے اور پائیں کندہ فارسی اشعار (عطا کردہ حضرت سید احمد صاحب قادری)

۳) بغداد شریف سے موصولہ قلمی نسخہ "سر الاسرار" کی فوٹو کاپی کے پہلے صفحہ کا عکس بطور نمونہ۔

۴) ترجمہ سے قبل مولف "سر الاسرار" کا مبارک تذکرہ۔

۵) ترتیب فہرست میں ہر فصل کے عنوان کے تحت مضامین کی ذیلی سرخیاں۔

۶) سیدھی جانب کے صفحہ پر عربی عبارت اور اسکے محاذی بائیں جانب کے صفحہ پر اسی کا اردو ترجمہ۔

۷) ہر قرانی حوالے کیساتھ سورہ کا نام اور آیت نمبر

۸) کتاب میں موجود عربی اشعار کا اردو منظوم ترجمہ۔

۹) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات اور دیگر صوفیہ کرام کے فرمودات کے درمیان تمیز و امتیاز کیلئے جلی حروف میں ان کے اسماء گرامی اور واوین میں فرمودات۔

۱۰) ترجمہ کے بعد حواشی کے ذریعہ اصطلاحات و احوال صوفیہ کی تشریحات۔

۱۱) ان صوفیہ کا مختصر تذکرہ جن کے اقوال کے کتاب میں حوالے موجود ہیں۔

اہم انکشاف:۔ کتاب ہذا کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائیگی کہ حیدرآباد (انڈیا) کے بعض گوشوں سے شائع "سر الاسرار" میں کسطرح پہلے تحریف اور بعد میں ایسی کئی باتوں کا اضافہ کیا گیا جن کا اصل کتاب میں وجود تک نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان کا یہ ادعا کہ "مکتبہ مدرسہ قادریہ بغداد سے موصولہ نسخہ ہی کا وہ ترجمہ ہے" ایک سفید جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ اور ناواقف عوام کو بیوقوف بنانے کے مترادف ہے۔

تقدیم

ادیب شہیر رئیس المفسرین حضرت علامہ الحاج سید شاہ طاہر صاحب رضوی قادری شیخ الجامعہ نظامیہ دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ وکفی۔ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد۔ حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے "ان فی جسد بنی ادم لمضغۃ وفی المضغۃ قلبا وفی القلب فؤادا وفی الفؤاد نورا وفی النور سرا وفی السر انا" یعنی بیشک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اور اس گوشت کے ٹکڑے میں دل ہے اور دل میں فؤاد ہے اور فؤاد میں نور ہے اور نور میں سر ہے اور سر میں مَیں جلوہ گر ہوں" علماء کرام نے فؤاد کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ "دل کا ایسا لطیفہ جس میں عشق اور رقت کا اعتبار ہے" اور سر کی تعریف اصل کل شیء (یعنی ہر چیز کی اصل) سے فرمائی گئی ہے جو یہاں خالص نور مراد ہے۔ واردات قلبی کا احساس اور تجلیات باطنی کا ادراک تو اہل دل اور صاحبان بصیرت ہی فرما سکتے ہیں اور دل کے لطیف ترین گوشہ میں انوار ربانی کا مشاہدہ کرنا تو اخص الخواص صوفیائے کرام کا ہی خلعہ ہوتا ہے۔ سراج اولیاء قطب الاقطاب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی رفعت وعلوء شان سے کون واقف نہیں آسمان معرفت کے شہباز اور بحر حقیقت کے غواص ہیں اس لئے سر یعنی نور ذات کے سارے اسرار سے واقف وآشنا ہیں۔ ان ہی رازہائے سربستہ کا انکشاف آپ نے اپنی تالیف منیف "سرالاسرار" میں فرماتے ہوئے گویا کہ سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری جن کی شخصیت علمی حلقوں میں جانی پہچانی ہے یقیناً بڑے خوش نصیب اور لائق مبارکباد ہیں جنھیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نادر ونایاب عربی کتاب کا اردو ترجمہ کرنیکا شرف حاصل ہوا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بغداد شریف سے موصولہ "سرالاسرار" کے اصل نسخہ کی فوٹو کاپی دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ معرا عربی عبارت پر اعراب لگانیکا کام موصوف نے بڑی ذمہ داری سے انجام دیا ہے۔ چنانچہ اشاعت سے قبل عربی عبارت

کی کتابت کے پروف کو بنظر غائر میں نے شخصی طور پر دیکھا جسمیں جہاں کہیں بھی ضرورت محسوس ہوئی میں نے نوک پلک درست کردئے اردو ترجمہ بھی ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے جسمیں شستہ سلیس اور عام فہم اردو زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ مضمون کی روانی اور تسلسل کو برقرار رکھنے کا اس خوبی سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ عربی متن کو ہٹادیا جائے تو یہ ترجمہ نہیں بلکہ اردو میں ہی لکھی ایک علیحدہ کتاب معلوم ہوتی ہے۔ تصوف کے لطیف و نازک مضامین کی ترجمانی میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے جن موزوں اردو الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے وہ فاضل مترجم کا ہی حق ہے کیوں نہ ہو بفحوائے الولد سر لاب (یعنی فرزند والد کا راز ہوتا ہے) صوفی ابن صوفی ہیں یعنی سید الصوفیہ حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صاحب صوفی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم شریعت و طریقت کی خلف باخلف ہیں جو کاملین جامعہ نظامیہ میں سے تھے اور جن کے تصوف میں تبحر علمی کا صرف اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بانی جامعہ نظامیہ حضرت انوار اللہ خاں فضیلت جنگ قدس سرہ اپنے منتخب و محبوب تلامذہ پر مشتمل خصوصی حلقہ تصوف میں آپکو اپنی مسند ہی جانب بٹھا کر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوحات مکیہ آپ ہی سے پڑھواتے اور خود بانی جامعہ اس کے لطائف و معارف کی تشریح بیان فرماتے۔

مترجم موصوف نے نہ صرف کتاب میں موجود عربی اشعار کا بڑے سلیقہ سے منظوم اردو ترجمہ کیا ہے بلکہ کتاب کے آخر میں اپنے پر مغز حواشی کے ذریعہ جو صوفیانہ تشریحات کی ہیں وہ صاحبان ذوق کیلئے بے حد پسندیدہ اور معلومات افزا ثابت ہوں گی۔ عربی عبارت کی کتابت میں فاضل مترجم کے ہی فرزند ارجمند و حافظ قرآن نے (اللہ تعالی عمر و علم میں برکت دے) جگہ جگہ نہایت عقیدت کیساتھ اپنے فن خطاطی کے گل بوٹوں کی سجاوٹ سے کتاب کے حسن میں اضافہ کردیا اور اسکو نور علی نور بنادیا ہے۔ جس کے بعد "سر الاسرار" اپنے صوری و معنوی محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منظر عام پر جلوہ گر ہورہی ہے۔ رب تبارک و تعالی مترجم موصوف کی اس سعی جمیل کو مقبول و ماجور فرمائے اور قبول عام عطاء کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ فقط

(سید شاہ طاہر رضوی قادری)

جامعہ نظامیہ حیدرآباد
مرقوم ۲۷ / جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
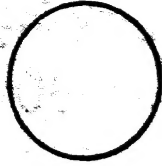
تقریظ

جگر گوشۂ غوث الثقلین حضرت الحاج سید احمد صاحب قادری مدظلہ العالی

سابق ورلڈ فوڈ پراجکٹ آفیسر مجلس اقوام متحدہ (مستقر بغداد)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس اقوام متحدہ کے ایک عہدہ دار یعنی ورلڈ فوڈ پراجکٹ آفیسر کی حیثیت سے عرب ممالک یمن، مصر، اردن اور عراق وغیرہ میں یوں تو نو سال تک خدمات انجام دینے کا مجھے اعزاز حاصل رہا ہے لیکن اس دوران عراق کے صدر مقام بغداد شریف میں میرا تقریباً پانچ سالہ قیام میرے لئے بڑا یادگار ثابت ہوا جہاں سرکاری مصروفیات کے بعد میں اپنی فرصت کا زیادہ تر وقت میرے جد پاک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مقدس روضہ کی روح پرور فضا میں گذارا کرتا تھا۔

حکومت عراق کے سابق وزیر نقیب الاشراف حضرت سید یوسف صاحب سے میرا ابتدائی تعارف تو بحیثیت ایک عہدہ دار اقوام متحدہ ہوا لیکن بعد میں جب وہ واقف ہوئے کہ میرا جدی سلسلۂ نسب بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے تو پھر وہ میرے ساتھ نہایت برادرانہ و مشفقانہ انداز میں ملنے لگے اور وطن کو واپسی کے وقت مزار اقدس کے غلاف وغیرہ خصوصی تبرکات بھی مجھے عنایت فرمائے۔

ایک بار پھر بغداد شریف کی یاد تازہ ہوگئی جب میرے پھوپھی زاد برادر قاضی سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری کی خواہش پر حضرت نقیب الاشراف سے ذریعہ مراسلت شخصی ربط پیدا کرنے کا موقع ملا جس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ،

کی تالیف "سرالاسرار" کی ایک فوٹو کاپی روانہ کرنے کی درخواست کی گئی تھی جس کا واحد قلمی نسخہ بغداد میں محفوظ ہے بڑا ممنون ہوں کہ حضرت موصوف نے بلا تاخیر فوٹو کاپی روانہ فرمادی جو صوفی صاحب کے حوالے کر دی گئی تاکہ وہ اردو ترجمہ کا کام مکمل کرسکیں۔ یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ برادرم صوفی صاحب نے نہ صرف "سرالاسرار" بلکہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فارسی مکتوبات کا بھی ترجمہ مکمل کرلیا ہے جن کی اشاعت عمل میں آرہی ہے۔ عربی فارسی کا اردو ترجمہ کرنے میں برادر موصوف کو بڑا ملکہ حاصل ہے جس کا مجھے شخصی تجربہ اس وقت ہوا جب میں تاریخ ٹیکمال پر کتاب لکھ رہا تھا تو موصوف نے قدیم فارسی کتب سے اردو ترجمہ کرکے کافی مواد فراہم کیا جو بڑا مفید و کارآمد ثابت ہوا۔ دعا ہے کہ موصوف دین و ملت کی جو قابل قدر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور انھیں مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

(سید احمد قادری)

قادری ولا۔ بیگم پیٹھ
مورخہ ۲؍ جنوری ۱۹۹۰ء

مُبَسمِلاً و محمِّداً و مُصَلّیاً و مُسَلِّماً

تقریظ
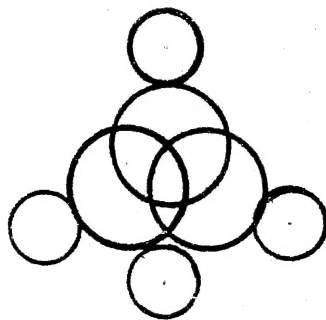
حمد و سپاس بیکراں رب ذوالجلال کیلئے جسکی ذات یکتا "غیب الغیوب" اور "سرالاسرار" ہے۔
درود و سلام بے پایاں صاحب لولاک پر جنھیں "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" کا نورانی تاج بخشا اور
اپنی تجلیات کا "نورالانوار" بنا کر ظاہر فرمایا تو کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ہوگیا۔ تحیت و تسلیم شایاں
اہل بیت اطہار اور اصحاب اخیار پر جنھیں "علم لدنی" کے اسرار کا امین بنایا تو انھوں نے طالبانِ حق کے سینوں کو
اپنے فیضان سے منور فرمادیا۔ رحمتِ فراواں ان علمائے کرام اور صوفیہ مشائخ عظام پر جنھیں فیضانِ نبوت کا
وارث بنایا تو انھوں نے علم و عرفان کی تابانیوں سے صاحبانِ ذوق کے قلوب کو مستنیر فرمادیا جس کا سلسلہ
تواتر کیساتھ الحمدللہ آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

رب العزت کی عطا کردہ بیشمار نعمتوں میں علم ہی ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے جسکی بدولت انسان کو دیگر
مخلوق حتیٰ کہ فرشتوں پر بھی فضیلت عطا کیگئی۔ سورہ کہف کی آیت "وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"
یعنی "اور ہم نے اسے (خضر کو) اپنا علم لدنی سکھایا" میں حضرت خضر سے منسوب جس علم لدنی کا ذکر فرمایا گیا
وہ شریعت کے علم ظاہر سے جداگانہ علم باطن ہے جس کو شارحین حدیث نے "علم الاسرار" کا نام دیا ہے
چنانچہ مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم
کے برتنوں کو یاد کیا۔ ایک برتن تو میں نے تم لوگوں میں پھیلا دیا لیکن اگر دوسرا (برتن) پھیلاؤں تو یہ گلا
کاٹ ڈالا جائیگا" اس حدیث کی تشریح میں صاحب مرقاۃ نے علامہ طیبی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ "پہلے علم سے
مراد احکام و اخلاق (شریعت) ہے اور دوسرے علم سے مراد "علم الاسرار" ہے جو نااہلوں سے محفوظ اور اربابِ
معرفت کیساتھ مخصوص ہے" طریقت، معرفت اور حقیقت اس علم الاسرار ہی کی شاخیں ہیں جن کے

خالق حقیقی سے قلبی و روحانی تعلق پیدا کرنا ناممکن ہے اور یہ منزل مقصود محض کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں بلکہ صرف اور صرف کاملین کی ہم نشینی و رہنمائی کے طفیل ہی نصیب ہوتی ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا ۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

معرفت الٰہی کی رفعتوں کی خاطر یوں تو کئی شہبازوں نے اپنی بلند پروازیوں کا مظاہرہ کیا ہے لیکن ہر ایک کی اڑان بقدر حوصلہ و ظرف تھی اور توفیق بھی باندازۂ ہمت عطا ہوئی ؎

یہ تو اپنا اپنا ہے حوصلہ یہ تو اپنی اپنی اڑان ہے ۔ کوئی اڑ کے رہ گیا بام تک کوئی کہکشاں سے گذر گیا

ان حوصلہ مند شہبازوں میں باز اشہب سیدی فی الکونین وسندی فی الدارین وجدی فی الثقلین حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہ کو بارگاہ الٰہی سے محبوبیت کا جو طغراء امتیاز عطا فرمایا گیا ہے وہ محتاج تعارف نہیں ۔ آپ آسمان حقیقت کے وہ نیر درخشاں ہیں جس نے اپنی تابناک کرنوں سے از افق تا بہ افق اجالا کر دیا ، آپ ہی نے عروس حیات کی برہم زلفوں کو سنوارا تو "محی الدین" کے لقب سے ممتاز ہوئے ۔ المختصر آپ غوثیت عظمیٰ کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں کہ بقول حضرت آسی ؎

پوچھتے ہو شہِ جیلاں کے فضائل آسی ۔ ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

اسی علم الاسرار کا دوسرا نام تصوف بھی ہے جس کے لطائف و اسرار پر مشتمل حضرت غوثیت مآب کی ایک بے نظیر و نایاب تالیف یعنی "سر الاسرار" کا آج تک صرف نام ہی سنا جاتا تھا مگر وہ الحمد للہ اب مع ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے ۔

سر الاسرار کی اشاعت کا پس منظر بھی بڑا پُر اسرار رہا ہے اسلئے اس کا انکشاف یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے ۔

۱ ، محکمہ تعمیرات امکنہ و شوارع کے ایک ملازم سرکار (جو بلڈنگس اور سڑکوں کی تعمیر سے کہیں زیادہ دوسروں کے علمی کارناموں کی بنیاد پر اپنے نام و اقبال کی عمارتیں قائم کرنے اور غیروں کے قلمی میٹریل کے ذریعہ اپنی شہرت و خودنمائی کی راہیں ہموار کرنے میں بڑے میر اور بہادر واقع ہوئے ہیں) علمی استفادہ کے بہانے میرے پاس

اکثر صبح وشام آیا کرتے تھے۔ میرے اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مفادات حاصل کی خاطر نہایت منصوبہ بند اور حسابی انداز سے غیر محسوس طور پر انھوں نے میرے نام اور علمی کام کا استعمال و استحصال کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ چند رسوائے زمانہ افراد کی تائید وحمایت سے طریقت کے دو مشہور مسالک سے وابستہ صاحبانِ سلسلہ کے درمیان محاذ آرائی کی اپنی مذموم سرگرمیوں میں مجھکو ملوث کرنیکی ناکام کوشش بھی کی تھی۔

صاحب موصوف ایکدن میری لائبریری میں ایک علمی مقالہ پڑھتے ہوئے جب اس حقیقت سے واقف ہوئے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک نایاب کتاب "سر الاسرار" کا واحد قلمی نسخہ بغداد شریف میں محفوظ ہے تو استفسار پر میں بغداد شریف سے آئے ہوئے اپنے ایک برادر بزرگ کے رسوخ سے اسکی ایک فوٹو کاپی منگوانے اور اسکا ترجمہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کو میرے عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی موصوف نے اسکی نشاندہی کرتے ہوئے کسی دوسرے پتہ پر مطلوبہ فوٹو کاپی منگوالی اور میرے چند محبین ومخلصین کا اثر استعمال کرکے اس کے اردو ترجمہ کیلئے مجھ پر بیحد اصرار کیا۔ خالص علمی خدمت کے جذبہ سے میں نے اس شرط پر ترجمہ کرنے سے اتفاق کیا کہ تصحیح کے بعد میری شخصی پروف ریڈنگ کے بغیر ترجمہ شائع نہیں ہوگا۔ اس علمی کام کیلئے بڑی مشقت اور جگر پاشی درکار تھی کیونکہ ایک سو سال قبل نقل کردہ یہ عربی عبارت معرای تھی جسمیں بلحاظ عربی گرامر کئی جگہ متن اصلاح طلب تھا بعض الفاظ تو غیر واضح، مبہم اور ناقابل فہم بھی تھے لہذا پہلے اسکی اصلاح اور اعراب کے کام کی میں نے تکمیل کی اور متوقع ترجمہ کے نظر ثانی طلب مسودہ کیساتھ اسکی تصحیح کی زحمت میں نے شخصی طور پر اپنے ایک عنایت فرما ماہر ادب و عالم دین کو دی جن کا بیحد شکریہ کہ میری مجوزہ اکثر تصحیحات کو جوں کا توں برقرار رکھتے ہوئے بعض جگہ مناسب و متبادل الفاظ بھی تجویز فرمائے اور اس دوران مجھ سے فرمایا کہ "میں صرف عربی دیکھ رہا ہوں جس کے موافق اردو ترجمہ پر نظر ثانی آپ ہی کرلیں" تصحیح و نظر ثانی کے ان ہی مراحل کے دوران صاحب موصوف نے سر الاسرار ہی نہیں بلکہ فارسی مکتوبات غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بھی میرے ترجمہ ہوئے سارے کاغذات کو کسی طرح حاصل کرکے نہ صرف اپنے قبضہ میں رکھ لیا بلکہ ایک نام نہاد خود ساختہ جسٹس صاحب کی ملی بھگت سے ان میں جگہ جگہ من مانی تحریف و تصریف کرکے شائع بھی کروادیا۔

مجھے انکار ہے میں غیر ہے کہیں کہ نہ شک گذرے ؎ زباں کچھ اور بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

۳۔ ماہرین تحریفات کی غیر مجاز و غیر قانونی سرگرمیوں کی ایک طویل فہرست ہے جنکے منجملہ چند کا ذیل میں تذکرہ مناسب ہوگا۔

(أ) موصوف مذکور جن علمی نعمتوں اور اوراد و وظائف کی آرزو میں زندگی بھر سرگرداں پھر رہے تھے مجھ سے ان کے حصول و اجازت کے بعد انھوں نے بشائر الخیرات کو میرے خلاف مرضی میرے نام سے شائع کر دیا جسمیں اجازت یافتہ نے خود کو اجازت دہندہ و محسن ظاہر کرتے ہوئے اپنے من گھڑت طریقۂ تلاوت کے ذریعہ عوام کو خوب بیوقوف بنایا جس کا اصل کتاب میں وجود تک نہیں، طرفہ تماشہ یہ کہ درود بشائر کی عبارت میں انھوں نے نہ صرف اپنے نام کا اضافہ کر دیا بلکہ متن میں بھی اضافہ و ترمیم کر کے حاشیہ پر اسکا اندراج کرنیکی بہادرانہ جرأت بھی کر ڈالی. گویا کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کا الہامی درود نعوذ باللہ ناقص و نامکمل تھا اور موصوف نے اس کمی کو پورا کر دیا جس کا اظہار و اعلان اپنے لیٹر ہیڈ پر "شیخ البشائر" کے خود ساختہ ایسے لقب کے ذریعہ کیا گیا جو صرف اور صرف حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہی شایان شان لقب ہے۔ ؎ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

(ب) فارسی مکتوبات غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا میں نے جو اردو ترجمہ کیا تھا اسکے متن اور میرے پیش لفظ میں بھی انھوں نے جابجا تحریف کر کے پہلے جواہر الاسرار کے نام سے شائع کیا پھر دوبارہ مزید تحریف کے بعد کتاب کو "کنز المعارف" کا نیا نام دیکر شائع کیا گیا تو اسمیں میرا مقدمہ لیکر جہاں جہاں میرا نام تھا اسکو بالکل اڑا دیا گیا۔

(ج) "سر الاسرار" اور اس کے ترجمہ کو بھی جگہ جگہ تحریف کر کے شائع کیا گیا تو مترجم کا نام کہیں ظاہر کرتے ہوئے اسکے پیش لفظ اور نام کو سرورق سے غائب کر دیا گیا. یہی نہیں بلکہ اقبال مند موصوف کی بہادری اور دیدہ دلیری کی انتہا تو دیکھیے کہ متعدد صوفیہ کرام کے اسماء گرامی کو کتاب سے دانستہ طور پر حذف کرتے ہوئے ان بزرگوں کے اقوال کو انھوں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات باور کرانے کی تک جسارت کر دی. علمی دیانت اور قلمی امانت کے جملہ تقاضوں کو پامال کرنیکی ان نامحمود سرگرمیوں میں برابر کے شریک ایک ادارہ (جو اسلامیات سے متعارف کرانے کا دعویدار ہے) سے متعلق علمی حلقوں میں یہ چہ میگوئیاں جاری ہیں کہ کیا یہ سب کچھ اسلام کے اقدار و معارف کی تعریف میں آتے ہیں اور ایسے ناقابل اعتبار و اعتماد افراد کیساتھ ربط ضبط اور ساز باز کے بعد اس ادارہ اور اس کی مطبوعات کو کیا قابل اعتماد و اعتبار بھی قرار دیا جا سکتا ہے؟

(د) بہت جلد ان افراد کی بدنیتی اور بددیانتی پوری طرح کھل کر سامنے آگئی جبکہ انھوں نے مزید تحریف اور تصریف کے بعد مترجم کے نام و نشان کے بغیر اب "سرالاسرار" کا ترجمہ صرف اپنے نمایاں ناموں کے ساتھ شایع کر دیا تاکہ قارئین ان ہی کو مترجم سمجھ لیں گویا ترقی کرتے ہوئے اب تحریف سے تلبیس کی منزل پر پہنچ چکے ہیں ؏

لباس خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی رہتے ہیں

پھر اس پر تماشہ یہ کہ اس اردو ترجمہ کو دسمبر ۱۹۸۹ء تک اپنے صحافتی اشتہار میں زیر طبع بتایا جاتا ہے اور جنوری ۱۹۹۰ء میں دراصل شائع کردہ اس کتاب کا ماہِ اشاعت نومبر ۱۹۸۹ء بتایا جاتا ہے سچ ہے ایک جھوٹ کی پردہ پوشی کیلئے ہزار جھوٹ بولنے پڑتے ہیں ؏

کیا کچھ کیا نہ خود کو چھپانے کے واسطے　　عریانیوں کو اوڑھ لیا شال کیطرح

دینی جماعات اور اسلام یا ملت کے نام پر بنائی گئی تنظیموں کے مالیہ اور رقوم میں خرد برد یا بددیانتی، رقمی دستاویزات کے ہندسوں میں حسب منشا اضافہ کی جعلسازی کے ذریعہ لاکھوں روپے حاصل کرنا حقدار ورثاء کو جائیداد کے حصہ سے محروم کرکے غاصبانہ قبضہ جمائے رکھنا وغیرہ جیسی بدعنوانیوں کے کئی مبینہ واقعات یوں تو آئے دن سننے اور پڑھنے میں آتے ہی رہتے ہیں لیکن علمی سرمایہ میں تحریف و تلبیس اور بددیانتی و بدنیتی کے چند واقعات بھی آج کچھ نئے نہیں ہیں چنانچہ "کشف المحجوب" کے مصنف حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ نے تصوف پر ایک معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی اور اس کا نام "منہاج الدین" رکھا تھا لیکن خود حضرت داتا گنج بخش کے الفاظ میں "ایک ذلیل مدعی نے میرا نام اس کتاب پر سے اڑا دیا اور عام لوگوں کے سامنے اپنی تصنیف ظاہر کی اگرچہ کہ خاص لوگ اسکی بات پر ہنستے تھے یہاں تک کہ اپنی بدبختی کی وجہ سے وہ شخص اس حد تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام طالبانِ درگاہِ الٰہی کے دیوان سے ہی خارج کر دیا" حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ کی ایک تالیف کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا کہ پہلے کے کاغذات کسی نے اڑا لئے تو حضرت نے دوبارہ از سرِ نو تالیف کرکے اس کتاب کو شائع فرمایا۔

ان ہی پیران کبار کی سنت مجھے بھی آج نصیب ہوگئی جبکہ "سرالاسرار" کا مجھے دوبارہ ترجمہ کرنیکی نوبت

آئی اور چند مفسدین ترجمے کے کاغذات اڑا لے جاکر اس خبط میں بھی مبتلا ہو گئے کہ اس طریقہ سے کسی کو اس کے علم سے محروم کر دیا جا سکتا ہے، حالانکہ سرمایۂ علم و عرفان، کاغذ و قلم کی پابندیوں سے بے نیاز سینوں کے اندر محفوظ ہوا کرتا ہے، جسکے اظہار و ابلاغ کے کئی متبادل طریقے بھی ہیں بقول فیض احمد فیض ؎

متاعِ لوح و قلم چھین لی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے

چونکہ دوبارہ ترجمہ کیلئے اصل نسخہ درکار تھا اس لئے میری درخواست پر میرے [illegible] برادر محترم حضرت سید احمد قادری صاحب مدظلہ سابق ورلڈ فوڈ پراجیکٹ آفیسر اقوام متحدہ نے حضرت نقیب الاشراف بغداد شریف سے شخصی ربط پیدا فرمایا اور چند ہی روز میں اصلی قلمی نسخہ سرالاسرار کی فوٹو کاپی وصول ہوتے ہی اسے میرے حوالے فرما دیا جس کے پہلے صفحہ کا عکس بطور نمونہ شامل کتاب ہذا ہے۔ اس کرم فرمائی کیلئے میں دونوں بزرگانِ محترم کا دلی شکر گذار ہوں میں اپنے محبین و مخلصین خصوصاً مولانا میر یوسف علی صاحب شطاری ایڈوکیٹ سجادہ نشین "ہیرا دروازہ" مولانا سید حبیب پادشاہ صاحب قادری سجادہ نشین خانقاہ مخدومیہ اور مولانا شاہ محمد عبدالرزاق صاحب قادری و چشتی سجادہ نشین فیض چمن کے قیمتی مشوروں کا ممنون ہوں جنھوں نے دوبارہ ترجمہ کو مع مکمل کتاب شائع کرنے کی جانب پرخلوص توجہ و ترغیب دلائی تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔

کرم فرما محبی و مخلصی مولانا سید شاہ ہارون الجیلی الجیلانی صاحب کی عنایات پر میرے پاس تشکر کیلئے الفاظ نہیں ہیں کہ آپ نے اس مرقع عرفان و تصوف کی اشاعت کے کثیر مصارف کی بطیب خاطر تکمیل فرمائی اور اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادے قادر پادشاہ صاحب سلمہٗ کو نعمتِ دارین عطا فرمائے کہ اپنی خصوصی نگرانی میں کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا کیوں نہ ہو موصوف حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ کے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جگر گوشۂ غوث الوریٰ حضرت پیر نجم الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ فیض سے بھی وابستہ ہیں موصوف کے فیضانِ توجہ سے روزانہ رات دن بیشمار لاعلاج مریضانِ جسمانی و روحانی بفضل الٰہی صحت مند اور شفایاب ہو رہے ہیں۔ بالخصوص آج کل جبکہ کتابت و طباعت کے مصارف اور کاغذ کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں آپ نے

اپنے اس فراخدلانہ مظاہرہ کے ذریعہ دارین میں یقیناً محبوب سبحانی رض کے محبوب بن جانے کا پروانہ حاصل کرلیا۔ رب العزت آپکو صحت وسلامتی کیساتھ مزید خدمت خلق کا حوصلہ عطا فرمائے جو کہ طریقت کا خلاصہ ہے

طریقت بجز خدمت خلق نیست ؛ بتسبیح وسجادہ و دلق نیست

یعنی طریقت مخلوق کی خدمت کے سوا کچھ نہیں ہے تسبیح جانماز اور صحراء نوردی سے (طریقت) نہیں ملتی

اس دوران مترجم کے فرزند سعادتمند مقیم سعودی عرب نے اس مبارک کام میں تبرکاً شرکت کرنے کے لئے اپنا نذرانہ مع یک قطعہ تاریخ ارسال کیا۔ محترم سجادہ نشین صاحب فیض حمن کا گراں قدر عطیہ بھی شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا۔

نیز برادر عزیز القدر مولوی الحاج قاری شاہ سجاد علی صاحب صوفی قادری نے عطیہ کے علاوہ طباعت کے لئے کاغذ کی کافی مقدار بھی فراہم فرمائی - رب تبارک وتعالیٰ ان سب کو تاجدار بغداد کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔

یہاں اس کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ آجکل چند اصحاب کو "صوفی" کے نام ولقب سے تک بڑی چڑ بلکہ حسد ہو گیا ہے چنانچہ ایک موصوف بزرگان دین کے اقوال کو توڑ موڑ کر اپنی جانب سے حقیر کا لفظ بڑھاتے ہوئے صوفی کو حقیر مکھی قرار دیتے ہیں جس طرح یرقان کے عارضہ میں مبتلا مریض کی نظر میں ہر شئے زرد رنگ کی نظر آتی ہے اسی طرح حقیر ماحول میں گھرے ہوئے حقیر انسان کو ہر شئے حقیر ہی نظر آتی ہے

جنھیں حقیر سمجھکر بجھا دیا تم نے ؛ وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

انھیں یہ نہیں معلوم کہ مکھی مکھی میں بھی فرق ہوا کرتا ہے۔ ایک تو شہد کی مکھی ہے جو پھولوں کے پاکیزہ خوشبودار اور شیریں رس کی دلدادہ ہوتی ہے اسکے برخلاف ایک دوسری بھی وہ مکھی ہوتی ہے جو صرف اور صرف غلاظت اور گندگی سے نسبت رکھتی ہے

سرِ مدِ غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند ؛ سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

یعنی کسی بوالہوس کو عشق صادق کا غم نہیں دیا جاتا ہے اور پروانہ کی محبت کا سوز ایک عام مکھی کو نہیں دیا جاتا لیکن آفت تو یہ ہے کہ ہر بوالہوس آجکل اپنے آپ کو عاشق صادق تصور کرنے لگا ہے

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی　　　اب آبروئے شیوۂ رنداں نہیں رہی

اسی طرح "صوفی" کے نام سے حسد کرنے والے ایک دوسرے موصوف فرماتے ہیں "مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگتا ہے، مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی چلنے لگتا ہے لیکن صوفی کے بچہ کو پیدا ہوتے ہی صوفی کا لقب نہیں دیا جا سکتا" قرآن کریم کے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "ولقد کرمنا بنی آدم" کے ارشاد کے ذریعہ اللہ عزوجل نے انسان کو "اشرف المخلوقات" کا تاج بخشتے ہوئے دیگر مخلوقات پر اسکو فضیلت و فوقیت عطا فرمائی جسکے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھانے والا سرکش ابلیس تھا جس نے خود کو انسان سے افضل ٹھہرایا تو قیامت تک لعنتی ہو گیا۔ لیکن آج بعض افراد اپنے علم و فضل کے بل بوتے پر ابلیس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے ہیں کہ مچھلی اور مرغی جیسے عام جانوروں کو کسی خصوصی سبب کے بغیر انسان سے افضل قرار دے رہے ہیں ۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کا لقب عارف یا غوث و خواجہ رکھ لے تو یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اس کا بیٹا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی عارف باللہ بن گیا یا غوثیت اور خواجگی کے مقام پر فائز ہو گیا بلکہ ایسے نام و لقب رکھنے سے محض بزرگان دین سے نسبت و برکت مقصود ہوتی ہے یہی حال صوفی کے لقب کا بھی ہے ۔

جو تیرے رازداں تھے بڑے معتبر ملے　　　کچھ نیم آشنا ملے کچھ بے خبر ملے

سورہ حجرات کی قرآنی آیت نمبر ۱۳ "وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا" (یعنی ہم نے تم کو خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو بآسانی پہچانو) کی روشنی میں آپسی امتیاز و شناخت کے خاطر کسی بزرگ خاندان یا کسی اہل اللہ کے نام سے نسبت کو جائز بلکہ مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً تذکرۂ صوفیہ میں درج ہے کہ صوفیہ و علماء کرام کا قدرداں شہنشاہ عالمگیر جب راقم الحروف کی ساتویں پشت کے جد امجد حضرت سید شاہ رضا درویش قدس سرہٗ سے نیاز حاصل کرنیکی غرض سے حاضر ہوا تو دروازہ پر فقراء و مساکین کا ہجوم دیکھ کر بطور علمی چھیڑ چھاڑ یہ فارسی مصرع پرچہ پر لکھکر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔

ع "در درویش را دربان نہ باید" (یعنی درویش کے دروازہ پر کوئی دربان نہیں ہوتا)

حضرت نے فی البدیہہ اس کے آگے مصرع ثانی لگا کر شعر کو یوں مکمل فرما دیا ہے

در درویش را دربان نہ باید ؎ بباید تا سگِ دنیا نہ آید

یعنی (درویش کے دروازہ پر دربان) ضرور ہوتا ہے تاکہ دنیا کا کوئی کتا نہ آسکے جو خود عالمگیر بادشاہ پر ایک برجستہ عالمانہ طنز تھا عالمگیر بادشاہ اجازت لیکر جب اس بے تاج بادشاہ کے حضور باریاب ہوا تو بڑا متاثر ہوا کہ ہے

نہ تخت و تاج ہے نے لشکر و سپاہ میں ہے جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

اس موقعہ پر حضرت کا ایک پاؤں دراز پا کر ایک مصاحب وزیر نے دریافت کیا "شاہ صاحب یہ آپ کا پاؤں کب سے دراز ہو گیا" تو حضرت نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "جب سے کہ ہم نے دنیا سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے اس کو لات ماردی ہے" الغرض علمی و روحانی فیضان سے مالامال ہو کر جب عالمگیر واپس ہوا تو حضرت کے فرزند اکبر کی خدمت میں پورے پرگنہ نرکھوڑہ کی صد خطابت مع معاش اراضی و نقد کا نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے سرکاری فرمان و اسناد جاری کئے جس میں حضرت کے اور صاحبزادے کے ناموں کیساتھ "صوفی" کا مبارک لقب بھی بحکم عالمگیر لکھا گیا اس وقت سے صوفی کے لقب کا سلسلہ بغرض تبرک آپ کی اولاد میں نام کا جز بن گیا ہے جو الحمدللہ آج تک میرے خاندان بھر میں جاری ہے اور ہر سرکاری سند میں موجود ہے ؎

در محبت آنچہ می گوئیم اول می کنیم ؎ پارۂ بیش است از گفتارِ ما کردارِ ما

ہاں البتہ جو لوگ حسب ضرورت و مصلحت کسی موقع پر (مثلاً اپنے لیٹر پیڈ پر) اپنے نام کے ساتھ صوفی کا لقب تو استعمال کرتے ہیں لیکن دیگر موقعوں پر اپنے نام سے صوفی کا لفظ حذف کر دیا کرتے ہیں ان کی یہ روش قابل مذمت ہے بعض مفسدین نے دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے "کشف المحجوب" کا یہ حوالہ دیا ہے کہ "جو دین کے پردے میں دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں بھیڑیئے کے لقب کے مستحق ہیں" تو یہ حقیقت الزام لگانیوالے ان علمی قزاقوں پر ہی پوری طرح صادق آگئی جنھوں نے مسخ کردہ متن کی کتابیں فروخت کرکے دین کے نام پر

عوام سے لاکھوں روپے کی سودے بازی کی اور مزید کر رہے ہیں سہ

کس نے اپنے دل کے لہو سے لالہ و گل میں رنگ بھرا ٭ جنکو دعویٰ ہو گلشن پر ہم سے آنکھیں چار کریں

کسی نام والے پر اسکے نام کے اثرات سے متعلق موطا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ایک دلچسپ واقعہ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا جمرہ (چنگاری) ہے اسکے بعد آپکے مزید استفسار پر اسی شخص نے یکے بعد دیگرے یہ تفصیلات بیان کیں کہ اس کے باپ کا نام شہاب (آگ کا ستارہ) ہے، اس کے قبیلے کا نام حرقہ (آگ جلانے والا) ہے اسکی سکونت گاہ کا نام حرۃ النار (آگ کی گرمی) ہے۔ اسکے علاقہ کا نام نار حامیہ (بھڑکتی ہوئی آگ) ہے یہ سب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جاؤ اپنے خاندان و قبیلہ کے لوگوں کی خبر لو کہ وہ سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے ہیں" جب اس شخص نے جاکر دیکھا تو واقعی سب کے سب جل چکے تھے۔

اسی لئے کہتے ہیں "تاثیر الاسماء حق" یعنی ناموں کی تاثیر ایک حقیقت ہے۔ برے نام بولنے میں برے اور تاثیر میں بھی برے ہوتے ہیں اسی طرح اچھے نام بولنے میں بھی اچھے اور تاثیر میں بھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اچھے نام رکھنے کا حکم فرماتے بلکہ برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیا کرتے تھے۔

لغت میں صوفی بمعنی مخلص، متقی، پارسا اور پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ قوی امید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نام والے میں نام کے اچھے اوصاف پیدا فرمادیگا۔ اور وہ بامسمیٰ کردار کا حامل بن جائے گا۔ کسی کا نام یا لقب صوفی رکھنا مبر طرح موزوں و مناسب ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تقسیم ہینڈبلس کے ذریعہ "سرالاسرار" کو دنیا بھر میں پہلی بار شائع کرنیکا "سبز باغ" دکھا کر عقیدتمندوں کا خوب بالی استحصال کرنے والوں نے اپنی کذب بیانی کو خود اپنے ہاتھوں بے نقاب کرتے ہوئے اب یہ اعلان کر دیا ہے کہ قبل ازیں پاکستان سے حافظ برکت علی صاحب

قادری کے اردو ترجمہ کیساتھ سر الاسرار کی اشاعت ہوچکی ہے چنانچہ اس نسخہ کو بھی منگوا کر میں نے اسکا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ بغداد شریف سے ہمیں وصول شدہ زیر نظر نسخہ اور پاکستانی نسخہ کی عربی عبارت میں غیر معمولی تفاوت موجود ہے اور اسمیں ابتدائیہ سے لیکر آخری فصل تک کے عربی متن میں واقع جملوں کلموں حتیٰ کہ لفظوں میں تک بعید فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ بعض جگہ کچھ الفاظ ملتے جلتے ہیں یا پھر متبادل و مترادف الفاظ ہیں جسکے سبب عبارت بدل جانے سے ترجمہ بھی بدل گیا ہے۔ لہٰذا دونوں نسخوں کا تقابلی جائزہ ذیل میں پیش ہے۔

نشان سلسلہ	زیر نظر نسخہ جو بغداد شریف سے وصول ہوا ہے	نشان سلسلہ	پاکستانی نسخہ
۱	نام صرف رسالہ سر الاسرار ہے	۱	ا۔ نام "سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" ہے۔
۲	تالیف بتائی گئی ہے	۲	تصنیف بتائی گئی ہے
۳	بعض آیات قرآنی اور احادیث شریفہ اس نسخہ میں ہیں جو پاکستانی نسخہ میں موجود نہیں۔	۳	بعض آیات قرآنی اور احادیث شریفہ اس نسخہ میں ہیں جو زیر نظر نسخہ میں موجود نہیں۔
۴	نسخہ کی قلمی نقل کی تاریخ خاتمہ پر غرہ شعبان المعظم ۱۳۰۸ھ لکھی ہوئی ہے	۴	نسخہ کی قلمی نقل کے بارے میں کوئی تاریخ یا کوئی تفصیل موجود نہیں
۵	قلمی نسخہ کی اصل کاپی مکتبہ مدرسۃ القادریۃ العامۃ" بغداد شریف میں محفوظ رہنا ثابت ہے جسکی مہر کیساتھ فوٹو کاپی ہمیں وصول ہوی ہے۔	۵	ایسی کوئی تفصیل درج نہیں ہے کہ قلمی نسخہ کی اصل کاپی کس جگہ کونسے ادارہ میں محفوظ ہے۔
۶	اصلی قلمی نسخہ حضرت نقیب الاشراف سید یوسف صاحب مدظلہ کی تحویل میں رہنا ثابت ہے۔	۶	صرف اتنا ظاہر کیا گیا ہے کہ "اصلی قلمی نسخہ جو سالہا سال سے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تحویل ہی میں چلا آرہا تھا ان ہی کے وسیلے سے ملا" لیکن صاحبزادگان غوث پاک میں سے کسی بھی اسم گرامی کا ذکر تک نہیں ہے جن سے انھوں نے نسخہ حاصل کیا تھا۔
۷	چند ایسے صوفیہ کے اقوال کا حوالہ موجود ہے جن کا زمانہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بہت بعد کا ہے	۷	چند دیگر صوفیہ کے اقوال کا حوالہ ہے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد گذرے ہیں۔

+ اس تقابلی جائزہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سرالاسرار کے مذکورہ بالا دونوں نسخوں کا ہر جملہ اور ہر کلمہ خالصتاً غوث پاکؓ کے فرمودات پر مشتمل نہیں بلکہ دیگر صوفیہ کرام کے اقوال بھی اس میں شامل ہیں جن میں سے بعض کا زمانہ تو آپ کے بعد گذرا ہے۔ مثلاً مولانا جلال الدین رومیؒ ۶۱۳ھ، مولانا نجم الدین رازیؒ ۶۶۴ھ۔ اس بارے میں فقیر حقیر کی تحقیق درج ذیل ہے

معتبر کتب سیرت و اخبار سے ثابت ہے کہ حضور غوث الوریٰ کے مواعظ حسنہ کو سننے کیلئے بوقت واحد ستر ہزار سامعین تک کا مجمع موجود ہوا کرتا تھا اور یہ آپ کی کرامت بھی تھی کہ شہ نشین کے قریب بیٹھا ہوا سامع جس قدر آسانی سے آپکی آواز سنتا مجمع کی آخری حد پر بیٹھا شخص بھی اسی قدر واضح آواز سے آپکے ارشادات کو سن لیتا۔ ان محافل وعظ میں آپکے صاحبزادوں کے علاوہ کوئی چار سو علماء کرام دوات قلم لئے بیٹھے رہتے اور دوران وعظ آپکے فرمودات کو بشکل نکات نوٹ کر لیتے جن کو بعد میں ترتیب تدوین کے ذریعہ باقاعدہ کتابی شکل دی جاتی چنانچہ آج موجود آپکی اکثر تصنیفات و تالیفات اسی کا نتیجہ ہیں۔ قیاس اغلب یہی ہے کہ سرالاسرار میں موجود مضامین تصوف بھی کسی خصوصی محفل میں پہلے نکات کی شکل میں نوٹ کر لئے گئے ہونگے جن میں بعض صوفیہ کرام کے اقوال کا حوالہ بھی ارشادات غوثیت مآب میں شامل تھا اور بعد کے زمانے میں انکی تشریح و ترتیب کے بعد تحریر یا نقل کرنیوالے بزرگ اصحاب بطور شرح یا حاشیہ پیران پیر کے زمانے کے بعد کے بزرگوں کے اقوال کو بھی شامل کر لئے ہونگے۔ نیز بعد کے دور میں زیر نظر نسخہ کے شارح و مرتب کوئی اور بزرگ ہونگے اور پاکستانی نسخہ کے مرتب بزرگ کوئی دوسرے ہی ہونگے۔ اسی لئے دونوں نسخوں کے متن میں اختلاف و تفاوت کا پایا جانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

اب جبکہ پاکستان اور ہندوستان کے ان نسخوں کے متن علیحدہ علیحدہ واقع ہوئے ہیں اور دونوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں ممکن ہے آئندہ کوئی ریسرچ اسکالر ہی اپنی تحقیق پیش کرے۔

زیر نظر نسخہ میں دیگر صوفیہ کرام کے نام معہ اقوال کو واضح اور نمایاں کرنے کے کام کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے تاکہ ان میں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات میں بآسانی تمیز و امتیاز ہو سکے جن کو افسوس کہ دیگر افراد نے میرے ترجمۂ سرالاسرار کی اشاعت میں دیدہ و دانستہ تحریف کر کے

بڑی علمی بدخدمتی کی اور ترجمہ کے نام پر اپنی جانب سے ایسی عبارت کا اضافہ کردیا جس کا اصل نسخہ میں وجود تک نہیں ۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں فضیلت الشیخ علامۃ الحاج سید طاہر شاہ صاحب رضوی قادری شیخ الجامعہ نظامیہ عمت فیضہ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش نہ کروں کہ آپ نے اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود کتابت کے بعد اشاعت ہذا کے پروف کی بہ نفس نفیس تصحیح کی زحمت گوارا فرمائی اور بعض جگہ لفظی معنی کیساتھ ساتھ مرادی مفہوم کو بھی قوسین میں درج کرنے کے زرین مشوروں کے علاوہ اس کتاب کیلئے بصیرت افروز عالمانہ مقدمہ سے بھی نوازا حضرت شیخ الجامعہ کو عربی ادب گویا ورثہ میں ملا ہے کہ حضرت علامہ سید ابراہیم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ادیب و استاذ عربی جامعہ نظامیہ و عثمانیہ یونیورسٹی کے چشم و چراغ ہی نہیں بلکہ طریقہ قادریہ میں زیب خلافت و جانشین بھی ہیں اس طرح آپ ادب دستگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف آگاہ بھی ہیں جنکے ملاحظہ کی بدولت عربی ادب کی چھلنی میں تقطیر کے ذریعہ چھنی چھنائی اور عرفان تصوف کی چھلنی میں کشید کے ذریعہ نکھری نکھرائی یہ معرفت کی شراب دوآتشہ بن گئی ہے ۔

اس دوران تسوید و تبیض، استخراج حوالہ جات اور پروف کی قرات سماعت وغیرہ میں الحمدللہ میرے دونوں برخوردار قاری سعید پادشاہ قادری اور حافظ حمید پادشاہ قادری سلمہما میرے دو بازو ثابت ہوئے ۔ رب العزت انہیں صحت و سلامتی کیساتھ اپنے اسلاف کرام کا سچا جانشین بنائے ۔ آمین ۔

پہلی بار میرا یہ ترجمہ بتاریخ ۱۲ ربیع المنور ۱۴۰۹ھ بروز دوشنبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا حسن اتفاق سے یہ وہی مبارک تاریخ اور متبرک دن ہے جبکہ ازل سے ہزاروں حجابات کے اندر مخفی و سربستہ "سرالاسرار" "قد جاءکم من اللہ نور" کے نورانی تاج سے آراستہ "نورالانوار" بن کر جلوہ افروز ہوا تو نگارخانۂ کائنات کا گوشہ گوشہ تاباں اور ذرہ ذرہ درخشاں ہوگیا ؂

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند ؎ اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

علامہ یوسف بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "افضل الصلوات علی سید السادات" میں یہ بشارت منظر نواز ہوی کہ "سرالاسرار" اور "نورالانوار" دونوں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی القاب ہیں۔

چنانچہ حضرت محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب دلائل الخیرات کے ورد پنجشنبہ میں "اللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ نُورِ الانوار وسِرِّ الاسرار" کے الفاظ پر مشتمل درود شریف شامل ہے اور اسی نورالانوار کی مظہر کمال اور سرالاسرار کی وارث حال حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات ہے۔ اسی مناسبت سے غیر شعوری طور پر بار بار دل میں پیدا شدہ تحریک پر "سرالاسرار" کے اس اردو ترجمہ کو میں نے "نورالانوار" سے موسوم کیا ہے واضح باد کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی اصول فقہ پر ایک کتاب کا نام بھی اگرچہ نورالانوار رہے لیکن تصوف پر اردو میں اس نام کی کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ کہیں بھی کتابت میں سہو یا طباعت میں محو پائیں تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں لحاظ رکھا جا سکے میں اپنی اس علمی کاوش کو اپنے اُن تمام اجداد امجاد اور پیران کبار کی ارواح مبارکہ کے حضور بطور ہدیہ پیش کرتے ہوئے جن کے واسطوں سے حضور غوثیت مآب تک مجھے سلسلۂ نسب و خلافت کی سعادت حاصل ہے میں آرزو مند ہوں کہ رب العزت اس کو میرے مشفقین، محبین، مخلصین، مریدین، طالبین، معتقدین، معاونین اور متعلقین کیلئے موجب برکت، میرے والدین ماجدین علیہما شآبیب الرحمۃ والرضوان کیلئے علوء درجات کا وسیلہ اور میرے لئے حسن خاتمہ و مغفرت کا ذریعہ بنا دے ؎

بگیر این ہمہ سرمایۂ بہار از من ؎ کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین فقط

خادم العلم والعلماء

سگ سگان دربار غوث صمدانی

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قادری کان اللہ لہ

تصوف منزل قریب ہائیکورٹ

۷ رجمادی الاخری سنہ ۱۴۱۱ھ

م ۵ جنوری سنہ ۱۹۹۱ء جمعہ

مولف سر الاسرار

غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت و وطن پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں بغداد سے کچھ دور ملک عجم میں واقع علاقہ گیلان "کے "نیف" نامی ایک گاؤں میں بتاریخ یکم رمضان المبارک یہ آفتاب ولایت و تقدس طلوع ہوا۔ آپ کی ولادت باسعادت کا سن بقول امام یافعی ۴۷۰ھ ہجری اور بقول ابو الفضل جیلی ۴۷۱ھ ہجری ہے جس کا مادۂ تاریخ بالترتیب "عشق" اور "عاشق" ہے۔

نام اور القاب آپ کی کنیت ابو محمد اور اسم گرامی "عبد القادر" اور لقب "محی الدین" ہے اس کے علاوہ غوث اعظم دستگیر، پیران پیر، قطب الاقطاب، محبوب سبحانی وغیرہ دیگر کئی القاب سے دنیا بھر میں یاد کئے جاتے ہیں۔

نسب و خاندان آپ کے والد ماجد کا نام سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ہے جن کا سلسلۂ نسب ۱۱ گیارھویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ تک جا پہونچتا ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ثانیہ ہے جن کے والد حضرت عبد اللہ صومعی کا شجرۂ نسب ۱۳ تیرھویں پشت میں حضرت سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ چونکہ آپ حسنی سید بھی ہیں اور حسینی سید بھی اس لئے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ حسنی الحسینی لکھا جاتا ہے۔ گویا سرور کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر نا پیدا کنار سے عرفان و علم لدنی کی جو دو بڑی

دریائیں حسنی اور حسینی وجاہت کے ساتھ جاری ہوئی تھیں تقریباً ساڑھے چار سو برس بعد غوثیت آپ کے سنگم میں آکر پھر سے جمع ہو گئیں۔ اسی لئے آپ کی ذات مجمع البحرین ثابت ہوئی جو حسنی جمال کی رعنائیوں کے ساتھ ساتھ حسینی جلال کی عطر بیزیوں کا حسین امتزاج رکھتی ہے۔ بالفاظ دیگر ولایت کے سانچہ میں مصطفائی جمال جلال کے مظہر کمال اور وارث حال غوث اعظم کی ذات والاصفات ہے جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"باللہِ ھٰذَا وُجُوْدُ جَدِّیْ لَا وُجُوْدُ عَبْدِ الْقَادِرِ" یعنی میں اپنے جد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایسا فنا ہو گیا ہوں کہ خدا کی قسم اب میرا یہ وجود عبد القادر کا نہیں رہا بلکہ میرے جد کا وجود بن گیا ہے۔

آپ کے خاندان کی شرافت کا کیا کہنا کہ پورا خاندان تقویٰ و پرہیز گاری کا بے مثال نمونہ اور گوہر ولایت کا گویا معدن تھا۔ آپ کے والدین ماجدین نانا جان، پھوپھی صاحبہ اور آپ کے صاحبزادے سب کے سب آسمان ولایت کے درخشاں ستارے بن کر چمکے۔

مادر زاد ولی آپ کے مادر زاد ولی ہونے پر تمام علماء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔ آپ کی تشریف آوری کی بشارتیں کئی صاحبان کشف و حال اور بڑے بڑے باکمال اولیاء متقدمین نے دے رکھی تھیں زمانہ حمل سے ہی کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ ولادت کے ساتھ ہی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ شیر خواری کے دوران رمضان میں آپ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کبھی دودھ نہیں پیتے تھے ؎

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوث اعظم کا

بغداد میں ورود اٹھارہ سال کی نوعمری میں گیلان سے کوئی چار سو میل زائد سفر کے بعد ۴۸۸ھ ہجری میں بغداد شریف پہونچے۔

علوم ظاہری بغداد کی شہرۂ آفاق درسگاہ "جامعہ نظامیہ" میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے اور

کئی جید علماء عصر کے حلقہ درس میں شامل ہو کر جملہ علوم کی تکمیل فرمائی۔ علامہ ابو زکریا یحییٰ بن علی تبریزی ؒ سے علم ادب پڑھا۔ ابو الوفا علی بن عقیل اور محمد بن قاضی ابو یعلیٰ اور قاضی ابو سعید مخرمی وغیرھم سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ابو غالب محمد بن الحسن باقلانی وغیرہ تقریباً (۶۰ شمار) محدثین کرام سے علم حدیث میں مہارت حاصل فرمائی نیز ابوالقاسم کرخی اور ابو عثمان اصفہانی وغیرہ کئی دیگر مشاہیر شیوخ و ائمہ دین سے جملہ علوم ظاہری میں دستگاہ حاصل فرمائی۔ ان سب میں حضرت قاضی ابو سعید مبارک مخرمی سے خصوصی فیضان حاصل کر کے اپنی ذہانت، طباعی، فضل و کمال اور تبحر علمی کا ایسا شاندار مظاہرہ فرمایا کہ اس سے متاثر ہو کر ۵۲۱ھ ہجری میں قاضی صاحب نے خود اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ قصیدۂ غوثیہ میں آپ اپنے حصول علم کا یوں ذکر فرماتے ہیں ۵

درست العلم حتیٰ صرت قطبا ونلت السعد من مولیٰ الموالی

یعنی میں علم حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ "قطب" ہو گیا اور تمام مولاؤں کے مولیٰ اللہ عزوجل کی طرف سے مجھے سعادت کے خزانے مل گئے۔

سلوک باطنی و خرقہ خلافت

جہاں تک سلوک باطنی اور خرقۂ خلافت کا تعلق ہے آپ پہلے حضرت ابو الخیر حماد بن مسلم دباس ؒ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر رموز طریقت حاصل فرمائے جن کے وصال کے بعد حضرت قاضی ابو سعید مخرمی ؒ سے سلوک و ارادت کی ہی نہ صرف تکمیل فرمائی بلکہ بہ حیثیت جانشین خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسند نشین بنے۔

مسند ارشاد پر

جامعہ نظامیہ کے مسند درس پر بیٹھے تو اقطاع عالم سے آنے والے طلباء کا ہجوم اتنا بڑھ گیا کہ مدرسہ کی عمارت کی توسیع کرنی پڑی جو آگے چل کر "جامعۂ قادریہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ آپ ایک عظیم واعظ، بے بدل خطیب اور مفتی اعظم اور مرشد طریقت کی حیثیت سے تینتیس (۳۳) سال آپ کے درس و تدریس سے اور چالیس (۴۰) سال تک آپ کے رشد و ہدایت سے مخلوق مستفید و مستفیض ہوتی رہی۔ آپ کی ایک مجلس وعظ میں بوقت واحد سامعین کی تعداد ستر ہزار تک ہوتی جن کے علاوہ جنات و ملائکہ

بھی حاضر رہتے آپ کی کرامت یہ کہ ہر نزدیک و بعید والا آپ کی آواز کو یکساں طور پر بآسانی سن لیتا۔ چار سو (۴۰۰) اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو نوٹ کر لیتے تھے۔

آپ کا قدم اولیاء کی گردن پر

ایک روز وعظ کے دوران برسر منبر فرمایا "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے جس کو سنتے ہی وہاں حاضر تین سو تیرہ (۳۱۳) صاحبانِ حال اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے اپنا سر جھکا لیا اور عرض کیا "بل علی الراس والعین" یعنی آپ کا قدم ہماری گردنوں پر ہی نہیں بلکہ ہمارے سروں اور ہماری آنکھوں پر ہے۔

کرامات

آپ کے کرامات و تصرفات کے بارے میں علماء سلف و خلف کی اتنی مستند کتابوں کا ذخیرہ دستیاب ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے ولی اللہ کے بارے میں مل سکے۔ چنانچہ بقول علامہ عزالدین بن سلام رح جس قدر تواتر کے ساتھ ہم تک حضرت غوث اعظم رض کی کرامات ہم تک پہونچی ہیں اس قدر تواتر سے کسی دیگر ولی کی کرامات منقول نہیں ہیں۔

وفات

سب تذکرہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ربیع الثانی ۵۶۱ھ ہجری میں وصال فرمائے لیکن جہاں تک تاریخ وصال کا تعلق ہے تحفہ قادریہ میں ابوالمعالی کے قول معتبر کے مطابق آپ نے سترہ (۱۷) ربیع الثانی کو رحلت فرمائی اگرچہ ایک روایت میں گیارہ تاریخ بھی منقول ہے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہاب رح نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسۂ قادریہ کے ہی ایک سائبان کے نیچے تدفین عمل میں آئی۔ ایک عربی شاعر نے خوب تاریخی شعر کہا ہے۔

ان باز اللہ سلطان الرجال   جاء فی عشق ومات فی کمال

اس شعر کے لفظی، ادبی اور معنوی مفہوم سے تو صاحبان ذوق ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں، ساتھ ساتھ اس سے یہ بھی واضح ہے کہ بحساب ابجد عشق کے عدد (۴۷۰) ہجری آپ کا سن ولادت اور لفظ کمال کے عدد (۹۱) سال

آپ کی عمر شریف اور ان دونوں کو جمع کرنے سے (۵۶۱) ہجری آپ کا سنِ وصال حاصل ہوتا ہے ۔

اولاد آپ کو رب العزت نے اولادِ کثیر کی نعمت سے نوازا تھا۔ صاحب قلائد الجواہر نے آپ ہی کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاقؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہمارے والد ماجد کی جملہ اولاد انچاس (۴۹) تھی ان میں اولاد ذکور ستائیس (۲۷) اور باقی اناث سے تھے جنکے نام مختلف کتب میں بتائے گئے ہیں مگر آپ کے ان دس صاحبزادوں کے اسمائے گرامی بحوالۂ "قلائد" درج ذیل ہیں جنھوں نے علم وعمل کے ماہتاب بن کر چار دانگ عالم کو منور فرما دیا۔

۱) سید عبدالوہابؒ ۲) سید عبدالرزاقؒ ۳) سید عبدالعزیزؒ ۴) سید عبدالجبارؒ

۵) سید عبداللہؒ ۶) سید عیسیٰؒ ۷) سید موسیٰؒ ۸) سید ابراہیمؒ ۹) سید محمدؒ ۱۰) سید یحییٰؒ

ان شہزادوں میں حضرت سید عبدالرزاقؒ (جنکی کنیت ابوبکر اور لقب تاج الدین تھا) سب سے زیادہ مشہور ہوئے اور ان ہی صاحبزادے تک مترجم کا بھی شجرۂ نسب والد ماجد سید الصوفیہ مفتی شاہ سید احمد علی صوفی قادریؒ کی طرف سے تئیسویں ۲۳ پشت میں نیز والدۂ ماجدہ کی جانب سے اکتیسویں ۳۱ پشت میں جا ملتا ہے۔ (برائے تفصیل ملاحظہ ہو مترجم کی تالیف "نقدس تکمیل")

تصنیفات آپ عربی و فارسی نظم ونثر دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں جسکا ثبوت بشمول مشہور ومعروف قصیدۂ خمریہ غوثیہ آپکے کئی عربی قصائد ہیں ۔ نثر میں علاء الدین طاہر نے آپ کی تصانیف کی تعداد (۶۹) بتائی ہے جو تفسیر، فقہ، تصوف، عقائد اور ریاضی وغیرہ دنیاوی ودینی فنون پر مشتمل ہیں جن میں فیوضات الربانیہ، مجالس ستین، جلاء الخاطر کے علاوہ مشہور فقہ حنبلی پر غنیۃ الطالبین مع آخری باب تصوف آداب المریدین، (۷۸) مقالات تصوف کا مجموعہ فتوح الغیب اور متعدد مجالس پر تقسیم فتح ربانی تصوف پر آپ کی معرکۃ الآرا تصانیف ہیں۔

علامہ زید ابوالحسن فاروقی فاضل ازہر کے تحقیقی مقالہ کے بموجب آپ کی متعدد تصانیف کے قلمی نسخہ جات کتب خانہ مدرسہ قادریہ بغداد شریف میں محفوظ ہیں جہاں سے ہی نسخۂ سرالاسرار کی فوٹو کاپی حاصل کرکے یہ ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے ۔ الحمدللہ قبل ازیں حضور غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ الہامی درود شریف بشائر الخیرات مع اوراد عیہ اور آپ کے فارسی مکتوبات کے تراجم کرنے کا بھی شرف فقیر مترجم کو حاصل ہو چکا ہے ۔

حضرت غوث الاعظم رض کے سلاسل نسب و طریقت
شجرۂ نسب
شجرۂ طریقت
سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
امام حسن رض
امام حسین رض
حسن مثنیٰ رض
امام زین العابدین رض
بی بی فاطمہ رض
امام محمد باقر رض
امام جعفر صادق رض
امام موسیٰ کاظم رض
امام علی رضا رض
محمد جواد تقی رض
کمال الدین عیسیٰ رض
ابو العطاء عبد اللہ رض
سید محمود طاہر رض
ابو جمال الدین سید محمد ثانی رض
ابو عبد اللہ صومعی رض
ام الخیر فاطمہ رض
عبد اللہ محض رض
موسیٰ الجون رض
عبد اللہ ثانی رض
موسیٰ ثانی رض
سید داؤد رض
ابو احمد محمد رض
یحییٰ زاہد رض
عبد اللہ جیلی رض
ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رض
امام حسین رض
امام زین العابدین رض
امام محمد باقر رض
امام جعفر صادق رض
امام موسیٰ کاظم رض
امام علی رضا رض
حسن بصری رض
حبیب عجمی رض
داؤد طائی رض
معروف کرخی رض
سری سقطی رض
جنید بغدادی رض
ابو بکر شبلی رض
عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی رض
یوسف طرطوسی رض
علی قریشی ہنکاری رض
ابو سعید مخزومی رض
حضور غوث الاعظم ابو محمد شیخ محی الدین عبد القادر حسنی الحسینی الجعفری الجیلانی رضی اللہ عنہ

خراجِ قلب و نظر

(بحضور غوث الثقلین منجانب مترجم)

کوئی ساعت مرے دن کی ایسی نہیں، کوئی لمحہ مری شب کا ایسا نہیں
آپ کی یاد یا غوث دل میں نہ ہو، آپ کا پیر آنکھوں میں جلوہ نہیں

زندگی کو ملا سوز و ساز آپ سے، بندگی کا ملا مجھکو راز آپ سے
ساری رونق ہے بندہ نواز آپ سے، بزمِ ہستی میں ورنہ اُجالا نہیں

آپ کی جب سے ہم پر ہے چشمِ کرم، ساری دنیا کی نظروں میں ہے یہ بھرم
کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہیں ہم، کیا یہ سب آپکے در کا صدقہ نہیں

آپ سے عارفوں کے ہیں دل باغ باغ، آپ سے صوفیوں کے ہیں روشن چراغ
آپ سے سب کو ملتا ہے حق کا سُراغ، آپ کس کس کے ملجا و ماویٰ نہیں

آپ کانِ شریعت کے عالی گہر، آسمانِ طریقت کے تاباں قمر
آپ علمِ لدنی کے المختصر، وہ سمندر ہیں جس کا کنارا نہیں

چہرۂ قطبیت کا نکھار آپ سے، کاکُلِ غوثیت کا سنگھار آپ سے
قادریت کا باغ و بہار آپ سے، آپ کس کس پہ احسان فرما نہیں

"سید الصوفیہ" ہیں جو والا لقب، غوثِ اعظم سے ملتا ہی جنکا نسب
ان کے نعلینِ اقدس کا صدقہ ہے سب، ورنہ اعظم میں یہ بات پیدا نہیں

نوٹ: — مترجم کے والد ماجد حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی صفی قادری نور اللہ مرقدہٗ کو ملک و بیرونِ ملک "سید الصوفیہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

هٰذه الرسالة سر الاسرار من تاليفات

سيدنا شيخ الاسلام والمسلمين الشيخ عبد القادر الكيلاني رضي الله عنه

ونفعنا الله والمسلمين من بركاته

(ابتدا)

بسم الله الرحمٰن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

تسليماً كثيراً الى يوم الدين ۝ الحمد لله القادر العليم الناظر الحليم

الجواد الكريم الرب الرحيم ۝ منزل الذكر الحكيم والقرآن العظيم على المبعوث بالدين القويم والصراط المستقيم خاتم الرسالة والهادي من الضلالة والمشرف المرسل باشرف الكتب الى العرب والعجم محمد النبي العربي صلى الله عليه وسلم وعلى آله المهتدين واصحابه الاخيار المنتخبين وسلم تسليماً وحمداً كثيراً كثيراً ۝ وبعد فان العلم اشرف منقبة واجل مرتبة وابهى مفخرة واربح متجرة اذ به يتوصل الى توحيد رب العلمين وتصديق الانبياء والمرسلين خواص عباد الله الذين اجتباهم الى معالم دينه وهداهم بمزيد الفضل اثرهم واصطفاهم وهم ورثة الانبياء وخلفاؤهم وائمة سادات المرسلين وعرفاؤهم كما قال الله تعالى " ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات فاطر ۳۲ "

كما قال النبي العلماء

سِرالاسرار کا ترجمہ نُورالانوار

یہ رسالہ "سرالاسرار" ہمارے سردار شیخ الاسلام والمسلمین
(حضرت) شیخ عبدالقادر گیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
کی تالیفات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور مسلمانوں کو آپکی برکتوں سے مالامال فرمائے

(آغاز)

"اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے"

اور اللہ (تعالیٰ) ہمارے آقا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپکی آلِ (پاک)

پر اور آپ کے اصحابِ (کرام) پر تا روزِ جزا کثرت سے درود اور خوب سلام بھیجے۔ تمام تعریف اللہ کے لئے جو قدرت والا، علم والا، دیکھنے والا، حلم والا، جود و کرم والا، پروردگار رحم والا (اور) ذکر حکیم قرآن عظیم کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل فرمانے والا ہے جو سچے دین اور سیدھی راہ کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ رسالت جن پر ختم ہو گئی اور جو گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے والے ہیں اور جن کو بزرگ ترین کتاب کے ساتھ عرب و عجم کی طرف بھیجے جانیکا شرف عطا فرمایا گیا (یعنی) نبیِ عرب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپکی ہدایت یافتہ آل پر اور آپکے برگزیدہ و پسندیدہ اصحاب پر درود بھیجے۔

اور سلام شایاں و حمد بے پایاں کے بعد یہ علم نہایت شریف خوبی ہے اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے اور نہایت بارونق سرمایۂ افتخار اور نہایت نفع بخش تجارت ہے کہ رب العالمین کی توحید تک رسائی حاصل کرنے اور نبیوں اور رسولوں کی تصدیق سے ہمکنار ہونیکا ذریعہ ہے وہ بندے جو خاصانِ خدا ہیں کہ جنھیں اللہ (تعالیٰ) نے اپنے دین کی امتیازی نشانیوں کے لئے چن لیا ہے اور انھیں مزید فضل سے ہدایت بخشی انھیں فضیلت عطا کی اور انھیں پسند فرمالیا اور وہی نبیوں کے وارث و جانشین ہیں سادات مرسلین کے نمونے اور ان کے رتبہ شناس ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو بھلائیوں پر سبقت لے جانیوالا ہے"۔

كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "العلماء ورثة الانبياء بالعلم يحبهم اهل السماء الى يوم القيامة" وقال النبي صلى الله عليه وسلم "يبعث الله العباد يوم القيامة ثم يميز العلماء فيقول يا معشر العلماء اني لم اضع علمي فيكم الا لعلمي بكم ولم اضعه فيكم لاعذبكم انطلقوا الى الجنة فقد غفرت لكم" والحمد لله رب العلمين على كل حال وجعل الجنة الدرجة حظا للعابدين والقربة للعارفين ○ اما بعد فلما خلق الله تعالى روح محمد صلى الله عليه وسلم نور جماله كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "خلقت محمدا من نور وجهي" وكما قال النبي صلى الله عليه وسلم "اول ما خلق الله روحي واول ما خلق الله نوري واول ما خلق الله القلم واول ما خلق الله العقل" والمراد منهم شيء واحد وهو الحقيقة المحمدية صلى الله عليه وسلم لكن سمي نورا لكونه صافيا عن الظلمات الجلالية كما قال الله تعالى "قد جاءكم من الله نور وكتب مبين. مائده ۱۵" وسمي عقلا لكونه مدركا للكليات وقلما لكونه سببا لنقل العلم كما ان القلم سبب لنقل العلم في عالم الحروفات فالروح المحمدية خلاصة الاكوان واول الكائنات واصلها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "انا من الله والمومنون مني فخلق منه الارواح كلها في عالم اللاهوت في احسن التقويم الحقيقي وهو اسم جملة الانس في ذلك العالم وهو الوطن الاصلي فلما مضى عليهم اربعة الاف سنة خلق الله تعالى العرش من نور محمد صلى الله عليه وسلم وبواقي الكليات منه فردت الارواح الى درك اسفل الكائنات اعني الاجساد كما قال الله تعالى "ثم رددناه اسفل سفلين. التين ۵" يعني انزلهم اولا من عالم اللاهوت الى عالم الجبروت والبسهم الله تعالى بنور الجبروت كسوة بين الحرمين وهو الروح السلطاني ثم

چنانچہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "علماء نبیوں کے وارث ہیں جنھیں علم کے سبب آسمان والے تا روزِ قیامت محبوب رکھیں گے" اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اللہ تعالی قیامت کے دن بندوں کو اٹھائیگا پھر ان میں علماء کو امتیاز عطا کریگا تو ارشاد ہو گا اے علماء کی جماعت میں نے تمہیں علم اسلئے عطا کیا کہ میں نے تمہیں اسکا اہل جانا اور اسلئے (علم) عطا نہیں کیا کہ تمہیں سزا دوں جنت کی طرف جاؤ کہ میں نے تمھاری مغفرت کر دی ہے" اور ہر حال میں تمام تعریف اللہ (تعالی) کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور جنت کو جو درجہ بدرجہ ہے عابدوں کیلئے حصہ اور عارفوں کیلئے قرب (کا مقام) بنایا۔ اسکے بعد جب اللہ تعالی نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پیدا فرمایا تو اپنے جمال کو روشن فرمایا جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے کہ "میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میری ذات کے نور سے پیدا کیا" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اللہ نے سب سے پہلے جو پیدا فرمایا وہ میری روح ہے اور اللہ نے سب سے پہلے جو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے اور اللہ نے سب سے پہلے جو پیدا فرمایا وہ قلم ہے اور اللہ نے سب سے پہلے جو پیدا فرمایا وہ عقلِ (کل) ہے اور ان سب سے مراد ایک ہی شئے ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اس کے وجود کا نام نور اس لئے رکھا کہ وہ بڑی بڑی ظلمتوں سے پاک و صاف ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ "بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب"، اور اسکے وجود کا نام عقلِ (کل) اس لئے رکھا کہ وہ کلیات سمجھنے والی ہے اور اس کو قلم کا نام اسلئے دیا کہ وہ علم کو نقل کرنے کا سبب ہے جیسا کہ دنیا کے حروف میں قلم واقعی علم کو منتقل کرنے کا ذریعہ ہے لہٰذا روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات کا خلاصہ ہے اور کائنات کی ابتداء اور اصل بھی ہے جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "میں اللہ (کے نور) سے ہوں اور ایمان والے میرے (نورِ خاص) سے ہیں۔ پھر اللہ تعالی نے اسی (روحِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) سے جملہ ارواح کو عالم لاہوت میں بہترین صورتِ حقیقی پر پیدا فرمایا اور اس عالم میں جملہ بنی نوع انسان سے وہی مراد ہے اور وہی اصلی وطن ہے پس جب ان پر چار ہزار برس کا زمانہ گزر گیا تو اللہ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرش کو اور اس سے باقی سب چیزوں کو پیدا فرمایا اور پھر ارواح کو سب سے نیچے کے درجہ یعنی جسموں میں لوٹا دی گئیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے "پھر اس کو سب سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا" یعنی سب سے پہلے انکو عالم لاہوت سے عالم جبروت کی طرف اتارا اور اللہ تعالی نے دونوں مقدس حدوں کے درمیان انہیں جبروتی نور کا پیرہن پہنا دیا اور وہی روحِ سلطانی ہے پھر

انزلهم بهذه الكسوة الى عالم الملكوت ثم كساهم بنور الملكوت وهو الروح الروحانية ثم انزلهم الى الملك وكساهم بنور الملك وهو الروح الجسمانية ثم خلق الاجساد كما قال الله تعالى "منها خلقنكم. طٰه ۵۵" ثم امر الله تعالى الارواح ان تدخل في الاجساد فدخلت بامر الله تعالى كما قال تعالى "ونفخت فيه من روحي حجر ۲۹" فلما تعلقت الارواح بالاجساد نسيت ما اتخذت من عهد الله الميثاق في يوم "الست بربكم. اعراف ۱۷۲" فلم ترجع الى الوطن فترحم الرحمن المستعان عليهم فانزل لهم كتبا سماوية تذكرة لهم بذلك الوطن كما قال الله تعالى "وذكرهم بايام الله. ابراهيم ۵" اي ايام وصاله فيما سبق مع الارواح فجميع الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام جاؤا الى الدنيا وذهبوا الى الاخرة لذلك التنبيه وكلما يذكر من هو وطنه الاصلي يرجع ويشتاق اليه ويصل الى العالم الاصلي حتى انتهت النبوة الى الروح الاعظم المحمدي خاتم الانبياء عليه افضل الصلوٰت واكمل التحيات وعلى جميع الانبياء المرسلين فارسله الله تعالى الى هؤلاء الناس الغفلين ليفتح عين بصيرتهم من نوم الغفلة ويدعوهم الى الله ووصاله ولقاء جماله كما قال الله تعالى "قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني. يوسف ۱۰۸" فالبصيرة عين الروح تفتح في مقام الفؤاد للاولياء وذلك لا يحصل بعلم الظاهر بل بعلم الباطن اللدني كما قال الله تعالى "وعلمنه من لدنا علما. كهف ۶۵" فالواجب على الانسان تحصيل تلك العين من اهل البصائر باخذ التلقين من ولي مرشد يخبر من عالم اللاهوت فيا ايها الاخوان انتبهوا وسارعوا الى مغفرة من ربكم بالتوبة فادخلوا في الطريق وارجعوا الى ربكم مع هذه القوافل الروحانية فعن قريب ينقطع الطريق ولا يوجد الرفيق الى ذلك العالم فما جئنا بتنقية هذه

انہیں اسی لباس میں عالم ملکوت میں اُتارا پھر انہیں ملکوتی نور کا پیرہن پہنا دیا اور وہی روح روحانی ہے پھر انہیں ملک میں اُتارا اور ملک کے نور کا پیرہن دیا اور وہ روح جسمانی ہے پھر جسموں کو پیدا فرمایا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "ہم نے تم کو اسی (زمین) سے پیدا کیا" پھر اللہ تعالیٰ نے روحوں کو حکم دیا کہ وہ جسموں میں داخل ہو جائیں تو بحکم الٰہی وہ داخل ہو گئیں چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے "اور اسمیں اپنی روح سے پھونک دیا" پھر جب روحیں جسموں کے ساتھ وابستہ ہو گئیں تو اللہ سے کئے گئے اس وعدہ واقرار کو وہ بھول گئیں جو انہوں نے " اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ = کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں "کے دن کیا تھا۔ پس وہ وطن کی جانب نہیں لوٹیں تو ان پر اس رحمٰن نے رحم فرمایا جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ پس ان کے لئے آسمانی کتاب نازل فرمائی تاکہ انہیں اس وطن کی یاد دلائی جائے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلا" یعنی اللہ سے وصال کے وہ دن (یاد دلا) جن کا روحوں کو سابقہ ہوا تھا۔ پس سب انبیاء ان پر درود و سلام ہو، دنیا میں تشریف لائے اور آخرت کی جانب چلے گئے تاکہ اس سے آگاہی ہو اور وہ سب کے سب اسکے اصلی وطن کی ہی یاد دلاتے اور اسی کی طرف لوٹتے اور اسی کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں اور اصلی عالم سے جا ملتے ہیں یہاں تک کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روحِ اعظم کو نبوت کا فیضان عطا فرمایا گیا جو کہ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ پر اور جملہ انبیاءؑ مرسلین پر افضل درود اور کامل سلام ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سب غافل انسانوں کی جانب بھیجا تاکہ خوابِ غفلت سے ان کی چشم بصیرت بیدار ہو جائے اور آپ نے انہیں اللہ اور اس کے وصال اور دیدارِ جمال کی طرف دعوت دی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "آپ فرما دو یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میری اتباع کرتے ہیں بصیرت رکھتے ہیں" تو بصیرت روح کی آنکھ ہوئی جو اولیاء کرام کے دلوں کے مقام پر کھلتی ہے اور وہ ظاہری علم سے نہیں بلکہ باطنی علم لدنی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور ہم نے اس کو اپنا علم لدنی عطا کیا"۔ پس انسان پر واجب ہے کہ اس آنکھ کو بصیرت والوں سے حاصل کرے ایک ایسے ولی مرشد کی تلقین کے ذریعہ جو عالم لاہوت سے مطلع کرے۔ پس اے بھائیو خبردار ہو جاؤ اور توبہ کے ذریعہ تمہارے پروردگار سے مغفرت پانے میں جلدی کرو اور راہ پر گامزن ہو جاؤ اور ان روحانی قافلوں کے ہمراہ اپنے پروردگار کی جانب رجوع ہو جاؤ پس قریب ہے کہ راستہ ٹوٹ جائیگا اور اس عالم تک رفاقت دینے والا کوئی بھی نہ رہے گا پس ہم اسلئے نہیں آئے ہیں کہ ہم یوں سے بر سر بیکار ہوتے ہوئے

الدنيا الدنية الخرابية لتقنع مهمات فنبيكم عليه الصلوة والسلام غمر لاجل امته
في اخر الزمان ه علينا علمان ظاهر وباطن يعني الشريعة والمعرفة فالامر بالشريعة على
ظاهرنا وبالمعرفة على باطننا لينتج من اجتماعهما الحقيقة كما قال الله تعالى "مرج البحرين
يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان" رحمن ٢٠/١٩ والا فمجرد علم الظاهر لا يحصل الحقيقة ولا
يوصل الى المقصود والعبادة الكاملة بهما لا توجد الا منهما كما قال الله تعالى "وما خلقت الجن
والانس الا ليعبدون" ذاريات اى ليعرفوني فمن لم يعرفه كيف يعبده فالمعرفة انما تحصل بكشف
حجاب النفس عن مراة القلب كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت
الخلق لكي اعرف" فلما تبين ذات الله خلق الانسان لمعرفته نوعان معرفة صفات الله تعالى ومعرفة
ذات الله تعالى فمعرفة صفاته تكون حظ الجسم في الدارين ومعرفته في الذات تكون حظ الروح
القدسي في الاخرة كما قال الله تعالى "وايدناه بروح القدس" بقره ٨٧ وهاتان المعرفتان لا تحصلان
الا بالعلمين علم الظاهر وعلم الباطن كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "العلم علمان علم باللسان فذلك حجة
الله تعالى على ابن ادم وعلم بالجنان فذلك علم نافع" فيحتاج اولا الى علم الشريعة ليحصل الروح
كسب البدن به وهو الدرجات ثم يحتاج الى علم الباطن ليحصل الروح كسب المعرفة في علم المعرفة
وذلك لا يحصل الا بترك الرسومات التي هي مخالفة الشريعة والطريقة وحصوله بقبول المشقات
الروحانية لرضاء الله تعالى بلا ريا ولا سمعة كما قال الله تعالى "فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا
ولا يشرك بعبادة ربه احدا" كهف ١١٠ وعالم المعرفة عالم اللاهوت وهو الوطن الاصلي المذكور الذي
خلق فيه الروح القدسي في احسن تقويم والمراد من الروح القدسي الانسان الحقيقي الذي اودع في
لب القلب يظهر وجوده بالتوبة والتلقين وملازمة كلمة لا اله الا الله بلسانه اولا وبعده بحياة
القلب وبعد حياة القلب يحصل بلسان الجنان وتسميه المتصوفة طفلا لنكات احدها ان تولده من القلب

اس بے وفا و ویران دنیا کو ستھری بنائیں، پس تمہارے نبی، آپ پر درود و سلام ہو، آخری زمانے میں امت کے بارے میں فکر مند ہوئے۔ ہم پر دو علم لازم ہیں ظاہری، باطنی یعنی شریعت اور معرفت پس ہمارا ظاہر شریعت کا پابند ہے اور ہمارا باطن معرفت کا پابند ہے تاکہ ان دونوں کے یکجا ہونے سے حقیقت حاصل ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوں ان کے درمیان برزخ ہے ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے" اور تنہا صرف علم ظاہر سے نہ حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نہ منزلِ مقصود تک رسائی ہوتی ہے اور ان دونوں کیساتھ ہی عبادت پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "اور ہم نے جن و انسان کو محض عبادت کیلئے پیدا فرمایا" یعنی میری معرفت کیلئے پس جس نے اسکی معرفت ہی نہیں حاصل کی تو وہ اسکی عبادت کسطرح کرے گا پس معرفت وہ ہے جو قلب کے آئینہ پر پڑے ہوئے نفس کے پردے کو اٹھانے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے کہ "میں پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں" پس ذات الٰہی نے انسان کو پیدا کر کے واضح فرما دیا۔ اسکی معرفت دو قسموں پر ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت پس اسکی صفات کی معرفت دارین میں جسم کی فرحت کا سبب ہوتی ہے اور ذات کی معرفت آخرت میں روح قدسی کی فرحت کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اور ہم پاک روح سے اسکی مدد کی" اور یہ دونوں معرفتیں دو علوم (یعنی) ظاہری علم اور باطنی علم کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں چنانچہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "علم دو قسم پر ہے (۱) وہ علم جو زبان سے متعلق ہے اور وہ اولادِ آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اور (۲) وہ علم جو دل سے متعلق ہے اور یہی علم نفع بخش ہے پس اس (انسان) کو سب سے پہلے علم شریعت کی ضرورت ہے تاکہ روح اسکے ذریعہ کسب بدن حاصل کرے اور اس درجے میں تاکہ علم معرفت میں روح اپنی معرفت کا کسب حاصل کرے اور وہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک شریعت و طریقت کی خلاف ورزی کرنے والے رسومات کو ترک نہ کیا جائے اور اسکا حصول روحانی پاکیزگی کی قبولیت سے ہی ممکن ہے جو کسی کو دکھانے یا سنانے کی غرض سے ہرگز نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "تو جب اپنے پروردگار سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے" اور عالم معرفت ہی عالم لاہوت ہے اور وہی مذکورہ اصلی وطن ہے جسمیں روح قدسی کو اچھی صورت میں پیدا کیا گیا اور روح قدسی سے مراد وہ حقیقی انسان ہے جو قلب کی گہرائی میں (بطور امانت) محفوظ رکھا گیا ہے اور اسکا وجود توبہ اور تلقین اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر پر پہلے زبان اور اسکے بعد حیات قلب کے ساتھ ہمیشہ قائم رہنے سے ظاہر ہوتا ہے اور حیات قلب کے بعد وہ نہ بان دل سے حاصل ہوتا ہے جس کو صوفیہ نے طفل (بچہ) کا نام دیا ہے اسکی پیچھے چند نکات ہیں پہلا (نکتہ) یہ کہ قلب سے اسکی پیدائش اسی طرح

كتولد الطفل من الام فتربيه القلب كتربية الام للولد فيكبر قليلاً فقليلاً الى
البلوغ، والثانية ان تعلم الحلم للاطفال غالباً فتعليم علم المعرفة لهذا الطفل
ايضاً والثالثة انه طفل مطهر من ادناس الذنوب فهذا ايضاً مطهر من دنس الشرك
والغفلة الجسمانية، والرابعة ان الاكثر في الروح يرى في هذه الصورة الصافية الولد
كذلك يرى في المنامات على صورة الامرد كالملئكة، والخامسة ان الله تعالى وصف ابناء
جنته بالطفلية بقوله تعالى "يطوف عليهم ولدان مخلدون. واقعہ" وبقوله تعالى "غلمان
لهم كانهم لؤلؤ مكنون. طور ۲۴" السادسة ان هذا الاسم له باعتبار لطافته ونظافته
والسابعة ان اطلاقه عليه على المجاز باعتبار تعلقه بالبدن وتمثله بصورة البشر بناءً على
الملاقه عليه لاجل ملاحته لا لاجل استفساره ونظراً الى بداية حاله وهو الانسان
الحقيقي لان له النسبة مع الله تعالى والجسم والجسماني ليس محرماً له لقوله عليه الصلوٰة و
السلام "لي مع الله وقت مستمر لايسع فيه ملك مقرب ولا نبي مرسل" والمراد من النبي
المرسل بشرية النبي ومن الملك روحانيته التي خلقت من نور الجبروت كما ان الملك من نور
الجبروت فلا يدخل من نور اللاهوت وقال عليه الصلوٰة والسلام "ان لله جنة لا فيها حور ولا قصور
ولا جنان ولا عسل ولا لبن بل ان ينظر الى وجه الله تعالى كما قال الله تعالى "وجوه يومئذ ناضرة الى
ربها ناظرة. قيامة ۲۳" كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "سترون ربكم كما ترون القمر ليلة البدر" ولو دخل
الملك والجسمانية في هذا العالم لاحترقهما كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "لو كشفت
وجه جلالي لاحترق كل ما مد بصري" كما قال جبرئيل عليه السلام "لو دنوت انملة
لاحترقت" وهذا الكتاب على اربعة وعشرين فصلاً بعدد حروف كلمة لا اله الا
الله محمد رسول الله ولعدد ساعات الليل والنهار لان ساعاتهما اربعة وعشرون ساعة.

ہوتی ہے جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے۔ پس قلب اسکی پرورش اسی طرح کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے لڑکے کی پرورش کرتی ہے پس رفتہ رفتہ وہ بڑا ہو کر بلوغ تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرا (نکتہ) بچوں کو علم سکھاتا ہے غالباً اس طفل (بچہ) کو بھی علم معرفت کی تعلیم دینا ہے اور تیسرا (نکتہ) یہ کہ لڑکا گناہوں کی آلودگیوں سے معصوم ہوتا ہے تو یہ بھی شرک اور جسمانی غفلت کی آلودگی سے پاک و صاف ہے اور چوتھا (نکتہ) یہ کہ روح لڑکے کو اکثر ایسی ہی صاف صورت میں دیکھتی ہے جیسا کہ فرشتے خوابوں میں امرد (بے داڑھی مونچھ خوبصورت) لڑکے کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ اور پانچواں (نکتہ) یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کے بچوں کو طفل سے موسوم کیا اس ارشادِ الٰہی کے مطابق وہ ان کے اطراف ہمیشہ لڑکے لئے پھریں گے" اور ارشادِ الٰہی کے مطابق اُن کے خدمت گار لڑکے (ان کے گرد پھرتے ہیں) گویا وہ چھپا کر رکھے گئے موتی ہیں" اور چھٹا نکتہ یہ کہ بے شک یہ نام اس کی باریکی اور پاکیزگی کے اعتبار سے ہے اور ساتواں نکتہ یہ کہ بدن سے اس کے تعلق کے اعتبار سے اس کا اطلاق مجاز پر ہے اور اس کی مثال انسان کی صورت ہے جسکی بنیاد اسی اطلاق پر ہے جو اس کی ملاحت کے سبب ہے نہ کہ اس کی نمائشی چمک دمک کے سبب اور اس کی ابتدائی حالت پر ایک نظر ڈالنے کے سبب۔ اور حقیقی انسان وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (خاص) تعلق ہو اور کوئی جسم یا جسمانیت اس سے ہرگز واقف نہیں۔ بموجب فرمان نبوی آپ پر درود و سلام ہو "اللہ تعالیٰ کی معیت میں میرے لئے (استمراری) ایسا وقت ہے کہ جس میں نہ کسی ہی مقرب فرشتہ اور نہ کسی نبی مرسل کے لئے گنجائش ہے" اور نبی مرسل سے مراد نبی کی بشریت ہے اور فرشتہ سے مراد اس کی روحانیت ہے جو جبروتی نور سے پیدا کی گئی جیسا کہ فرشتے جبروتی نور سے ہے پس وہ نور لاہوتی میں داخل نہیں ہوتا اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اللہ تعالیٰ کے پاس ایک جنت ہے اس میں نہ حور ہے نہ محلات اور نہ باغ اور نہ شہد اور نہ دودھ ہے بلکہ وہاں ذاتِ الٰہی کا بس دیدار ہی دیدار ہوگا" جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوئے" چنانچہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "عنقریب تم سب اپنے پروردگار کے جمال کا دیدار ایسا ہی کروگے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور فرشتہ اور جسم اس دنیا میں اگر داخل ہوں تو جل کر خاکستر ہو جائیں جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے "میرے جلال کی تجلی کو اگر میں ظاہر کردوں تو جس کسی پر میری نگاہ (جلال) پڑے وہ جل کر خاک ہو جائے"۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا "اگر میں سرِ انگشت برابر بھی آگے بڑھوں تو جلا دیا جاؤں گا"۔ اور یہ کتاب چوبیس فصلوں پر مشتمل ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی تعداد اور شب و روز کی ساعتوں کی تعداد کی برابر ہے کیونکہ انکی چوبیس ساعتیں ہیں۔

الفصل الاول

في بيان رجوع الانسان الى وطنه

فالانسان على نوعين جسماني وروحاني فالجسماني انسان عام والروحاني خاص الى وطنه وهو القربة فرجوع الانسان العام الى وطنه الرجوع الى الدرجات بسبب عمل بعلم الشريعة والطريقة والمعرفة اذا عمل عملا صالحا بلا رياء ولا سمعة لان الدرجات ثلاثة طبقات الاولى جنة في عالم الملك وهي جنة المأوى والثانية جنة في عالم الملكوت وهي جنة النعيم والثالثة جنة في عالم الجبروت وهي جنة الفردوس وهذه العوالم بثلاثة علوم علم الشريعة والطريقة والمعرفة كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "الحكمة الجامعة معرفة الحق والعمل بها ومعرفة الباطل" كما قال عليه الصلوة والسلام "اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه" وكما قال صلى الله عليه وسلم "من عرف نفسه وخالفها فقد عرف ربه وتابعه" ورجوع الانسان الخاص ووصوله الى وطنه وهو القربة بعلم الحقيقة وهو التوحيد في عالم اللاهوت في عالم حياته في الدنيا بسبب عباداته سواء كان قائما او غيره بل اذا نام الجسد وجد القلب فرجة فيذهب الى وطنه اما بكليته او بجزئيته كما قال الله تعالى "يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى الى اجل مسمى. زمر ۴۲" ولذلك قال صلى الله عليه وسلم "نوم العالم خير من عبادة الجاهل بعد حياة القلب بنور التوحيد" وملازمة اسماء التوحيد بلسان السر بغير حروف ولا صوت كما قال الله سبحانه وتعالى في الحديث القدسي "ان علم الباطن هو سر من سري جعلته في قلب عبدي ولا يقف فيه احد غيري" والمراد من وجود الانسان هو علم التفكر ساعة خير من عبادة سبعين سنة۔

وقال النبي

پہلی فصل

(انسان کے اپنے وطن کو لوٹنے کے بیان میں)

انسان دو قسم پر ہے جسمانی اور روحانی۔ پس قسم انسانی، عام انسان ہے اور قسم روحانی خاص انسان ہے۔ اپنے وطن کی طرف اور وہ قرب ہے۔ پس عام انسان کا اپنے وطن کی طرف لوٹنا، شریعت، طریقت اور معرفت کے علوم پر عمل کی بدولت درجوں کی طرف لوٹنا ہے، جبکہ نیک کام کسی کو دکھانے یا سنانے کیلئے نہ کیا ہو۔ اور ان درجوں کے تین طبقے ہیں۔ پہلا (طبقہ) وہ جنت ہے جو عالم ملک میں ہے اور وہی جنت الماوٰی ہے اور دوسرا (طبقہ) وہ جنت ہے جو ملکوت میں ہے اور وہی جنت النعیم ہے۔ اور تیسرا (طبقہ) وہ جنت ہے جو جبروت میں ہے اور وہی جنت الفردوس ہے اور یہ (تینوں) عالم، تینوں علوم یعنی علم شریعت، علم طریقت اور علم معرفت کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "حکمت جامعہ حق کی پہچان ہے اور اس پر عمل اور باطل کی پہچان ہوتی ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اے اللہ ہم کو حق بشکل حق ہی دکھلا اور اس پر چلنا نصیب فرما اور باطل کو بصورت باطل ہی دکھلا اور اس سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرما" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اس کی مخالفت کی پس وہ اپنے پروردگار کو پہچانا اور اس کے حکم کی تعمیل کی اور خاص انسان کا اپنے وطن کی طرف لوٹنا اور جا ملنا وہ در اصل علم حقیقت سے ممکن ہوتا ہے یعنی وہی علم لاہوت میں توحید ہے۔ اسکی دنیاوی زندگی کی حالت میں عبادت کے سبب نیند کی حالت میں ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ جب جسم سو گیا تو دل نے فرحت پائی، پس وہ کبھی پوری طرح کبھی جزوی طور پر اپنے وطن کو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "(اللہ تعالیٰ) جانوں کی وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں انکی حالت خواب میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اُسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقررہ تک چھوڑ دیتا ہے" اور اسی لئے تو فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ایک عالم کی نیند ایک جاہل کی عبادت سے بہتر ہے جو نور توحید سے دل کی زندگی پانے اور حروف و آواز کے بغیر باطن کی زبان سے اسمائے توحید کا ہمیشہ ذکر کرنے کے بعد ہی ممکن ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے کہ "علم باطن میرے رازوں کا راز ہے جس کو میں نے میرے بندے ہی کے دل میں جگہ دی اور اس میں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں سما سکتا" اور انسان کے وجود سے مراد علم تفکر ہے کہ اسکی ایک ساعت ستر (۷۰) سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

وقال الشيخ عبد الله رحمه الله "وهو علم القرآن هو التوحيد وبه يصل العارف الى معرفته ونتيجته على العارف الطيران بالروحانية الى عالم القربة"

كما قال جلال الدين الرومي رحمه الله " بيت

العابد سيار الى الجنة • والعارف طيار الى القربة

قال بعضهم في حقه . بيت

قلوب العارفين لها عيون • ترى ما لا يراها الناظرونا

لها اجنحة تطير بغير ريش • الى ملكوت رب العالمينا

فهذا الطيران في باطن العارف الذي هو الانسان الحقيقي وهو حبيب ومحرمه وعروسه كما قال اهل الله هم عرائس الله ولا يعرف العرائس الا محرمهم وهم محفوظون في حجاب الانس لا يراهم احد غير الله تعالى كما قال الله تعالى في الحديث القدسي " وليائي تحت قبائي لا يعرفهم غيري " ولا يرى الناس في الظاهر من العروس الا ظاهر زينتها.

قال يحيى معاذ رحمه الله الولي ريحان الله تعالى في ارضه يشمه الصديقون فتصل رائحته الى قلوبهم فيشتاقون به الى مولاهم وتزداد عبادتهم على تفاوت اخلاقهم بحسب الفناء لان زيادة القربة بزيادة فناء الفاني ٥ الولي هو الفاني في حاله والباقي في مشاهدة الحق لم يكن له في نفسه اختيار ولا له مع احد غير الله قرار " الولي من بدا بالكرامات وغيبت عنه لا يرون الافشاء لان افشاء سر ربوبيته كفر.

كما ذكر صاحب المرصاد رحمه الله " اصحاب الكرامات كلهم محجوبون والكرامة حيض الرجال فالولي له الف مقام وله الكرامة من جاوزها نال الباقي ".

الفصل الثاني

اور شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "وہ علم فرقان ہے وہی توحید ہے جس سے عارف اپنے معروف سے ملتا ہے اور اس کا نتیجہ عارف پر یہ کہ عالم قرب کی طرف روحانی پرواز حاصل ہوتی ہے"۔ (عربی اشعار کا منظوم ترجمہ از مترجم)

جیسا کہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
سیر عابد کی ہوا کرتی ہے جنت کی طرف
اور عارف کی ہے پرواز حق سے قربت کی طرف

اور بعضوں نے اسی بارے میں فرمایا ہے
عارفوں کے دل کی آنکھیں دیکھ لیتی ہیں جو سب ؛ ظاہری آنکھوں کو آتے ہیں نظر جلوہ وہ کب
اپنے ایسے بازوؤں سے جن کو بال و پر نہیں ؛ جا پہنچتے اڑ کے ہیں ملکوت میں وہ پیش رب

پس عارف کے باطن میں یہ پرواز ہی ہے جو انسانِ حقیقی ہے اور وہ اس کا دوست ہے اس کا رازدار ہے اور اس کی دلہن ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں اور دلہن اپنے ہمراز کے سوا کسی اور کو نہیں جانتے اور وہ سب انسانی پردے کے اندر ایسے محفوظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی دوسرا ان کو نہیں دیکھتا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں جنھیں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں پہچانتا" اور لوگ بظاہر دلہن کی ظاہری زینت کے سوا کچھ اور نہیں دیکھ پاتے۔ حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "ولی اللہ تعالیٰ کا مہکتا پھول ہے اسکی زمین پر جس کو صدیقین سونگھتے ہیں تو اسکی خوشبو ان کے دلوں تک پہنچ جاتی ہے پس وہ اپنے مولا کی طرف جذبۂ شوق ظاہر کرتے ہیں اور اسکے ساتھ اخلاق کے موافق اور ان کے درجۂ فنا (توجہ) کے مطابق انکی عبادت افزوں تر ہو جاتی ہے کیونکہ فانی کو جتنا زیادہ درجۂ فنا حاصل ہوگا اتنا ہی زیادہ قرب نصیب ہوگا۔ ولی وہ ہے جو اپنے انجام میں فانی اور مشاہدۂ حق میں باقی ہو اس کو نہ تو اپنے نفس پر کوئی اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی انکو اللہ کے سوائے کسی اور کے ساتھ قرار ہوتا ہے۔ ولی وہ ہے جسکو کرامات کے ذریعہ تائید حاصل ہوتی ہے۔ اور جو باتیں اپنے سے مخفی ہیں ان کا افشا نہیں چاہتا کیونکہ اسکی ربوبیت کے راز کا انکشاف کرنا کفر ہے۔

جیسا کہ صاحب کتاب مرصاد رحمۃ اللہ نے فرمایا "وہ اہل کرامات حضرات سب کے سب پردے کے اندر ڈھکے ہوئے ہیں اور کرامات مردوں کا حیض ہے پس ولی کے ایک ہزار مقامات ہیں جن میں سب سے پہلا مقام کرامت ہے جس نے اس (مقام) کو طے کر لیا اس نے باقی (مقامات) پالئے۔

الفصل الثانی

فی ردّ الانسان الی اسفل السّافلین

کما خلق اللّٰہ تعالیٰ الرّوح القدسی فی احسن تقویم فی عالم اللاھوت ثم اراد ان یّردّہ الی اسفل لزیادۃ الانسیۃ والقربۃ کما قال اللّٰہ تعالیٰ "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ قمر ۵۵" ردّہ اوّلا الی عالم الجبروت ومعہ بذر التوحید فانزع من نورانیتہ فی ذلک العالم وکذا الی عالم الملکوت ثم الی عالم الملک وخلق لہ منہ کسوۃ عنصریۃ کیلا یحترق بہ عالم الملک یعنی ھذا الجسد الکثیف ویسمّی باعتبار الکسوۃ الجبروتیۃ روحا سلطانیا وباعتبار الملکیۃ روحا جسمانیا والمقصود من مجیئہ الی اسفل کسب زیادۃ قربۃ ودرجۃ بواسطۃ القلب والقالب فینزع بزر التوحید فی ارض القلب فینبت فیہ شجرۃ التوحید اصلھا ثابت فی ھواء السّر وتثمر منہ ثمرۃ التوحید لرضاء اللّٰہ تعالیٰ وفی ارض القلب شجرۃ الشریعۃ وتثمر منہ الدرجۃ فامر اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ الارواح کلّھا بدخول الجسد فقسم لکلّ احد منھا موضعا منہ فموضع الرّوح الجسمانی فی الجسد ما بین اللحم والدم والموضع الروحانی فی القلب والموضع السلطانی فی الفؤاد وموضع الرّوح القدسی السّر فلکلّ واحد منھم حانوت فی بلد الوجود و لہ امتعۃ وربح وتجارۃ لن تبور وینبغی لکلّ انسان ان یعرف معاملتہ فی وجودہ لانّ ما یحصل ھنا یعلّق فی عنقہ کما قال اللّٰہ تعالیٰ "افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصّل ما فی الصدور ۔ عادیات ۱۰۰" کما قال اللّٰہ تعالیٰ "وکلّ انسان الزمنٰہ طٰئرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیٰمۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا اقرأ کتٰبک ۔ بنی اسرائیل ۱۳"

دوسری فصل

(انسان کے اسفل السافلین میں لوٹائے جانے کے بیان میں)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے روحِ قدسی کو عالم لاہوت کے اندر بہترین صورت میں پیدا کیا پھر ارادہ فرمایا کہ اس کو نہایت نیچی جگہ بھیج دے تاکہ اُنس و قربت زیادہ ہو جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "سچائی کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور میں ہے۔" اس کو تخمِ توحید کے ساتھ پہلے عالم جبروت میں لوٹایا پس نورانیت سے اس عالم میں نکالا گیا اور اسی طرح عالم ملکوت میں پھر عالم ملک میں نکالا گیا۔ اس کے لئے عنصری لباس پیدا فرمایا تاکہ اس سے عالم ملک یعنی یہ کثیف جسم جل نہ جائے۔ اور لباسِ جبروتی کے لحاظ سے اس کا نام روحِ سلطانی رکھا پھر (لباس) ملکی کے لحاظ سے (اسی کا نام) روحِ جسمانی رکھا اور سب سے نیچی جگہ اس کے آنے کی غرض قلب و قالب کے ذریعہ زیادہ قرب اور ترقی حاصل کرنا ہے۔ پس قلب کی زمین میں توحید کا تخم نکلتا ہے تو اس میں توحید کا درخت اُگتا ہے جس کی جڑ سر کی فضا میں مضبوطی سے قائم ہے اور اس سے توحید کا پھل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پیدا ہوتا ہے اور قلب کی زمین میں شریعت کا درخت اور اس سے درجہ (ترقی) کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ پس اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے جملہ روحوں کو جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ان میں سے ہر ایک کو اس کا مکان بانٹ دیا پس روحِ جسمانی کا مکان بدن میں ہے جو گوشت اور خون کے درمیان ہے اور (روح) روحانی کا مکان دل میں ہے اور (روحِ) سلطانی کا مکان باطن ہے اور روحِ قدسی کا مکان سر ہے پس ان میں سے ہر ایک کیلئے وجود کے شہر میں ایک دوکان ہے اور اس کے اسباب (سامان) ہیں اور نفع ہے اور تجارت ہے کہ جس میں نقصان ہرگز نہیں اور ہر انسان کیلئے زیبا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اس کاروبار سے واقفیت حاصل کرے تاکہ جو کچھ یہاں حاصل کرے وہ اسکے گلے میں آویزاں رہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "تو کیا نہیں جانتا جب اُٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائیں گی جو سینوں میں ہے"، اور یہ بھی ارشادِ الٰہی ہے "اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی ہے اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا۔ فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ۔"

الفصل الثالث

فی بیان حوانیت الارواح فی الاجساد

فحانوت الروح الجسمانی البدن مع الجوارح الظاهرة ومتاعه الشریعة ومعاملته الاعمال المفروضة التی امر اللہ تعالی بها من الاحکام الظاهرة بغیر شرکة کما قال اللہ تعالی "ولا یشرك بعبادة ربه احدا. کہف" وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان اللہ وتر یحب الوتر" والمراد منه العمل بلا ریاء و لاسمعة ورجعه فی الدنیا الولایة والمکاشفات والمشاهدات فی عالم الملك من تحت الثری الی السماء ومثله الکرامات الکونیة من المراتب الرهبانیة کالمشی علی الماء والطیران فی الهواء وطی المکان والسمع من البعید والرؤیة فی سر البدن ونحو ذلك واما ربحه فی الاخرة فهو الجنة والحور والقصور والغلمان والشراب وسائر النعم فی الجنة الاولی وحانوت الروح الروحانی القلب ومتاعه علم الطریقة ومعاملته اشتغاله بالاسماء الاربعة الاولی من اصول الاسماء الاثنی عشرة کما قال اللہ تعالی "ولله الاسماء الحسنی فادعوه بها. اعراف" وهذا اشارة الی ان الاسماء محل الشغل وهو علم الباطن والمعرفة نتیجة اسماء التوحید کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان للہ تسعة وتسعین اسما من احصاها دخل الجنة" وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الدرس حرف والتکرار الف" والمراد من الاحصاء ان یکون منعوتا بها ومتخلقا باخلاقها و هذه الاسماء الاثنی عشر اصول اسماء اللہ تعالی علی عدد حروف لا اله الا اللہ فحروف هذه الکلمة اثنی عشر حرفا فانبت اللہ تعالی فی اطوار القلوب

تیسری فصل

(جسموں میں روحوں کی دوکانات (مقامات) کے بیان میں)

پس روح جسمانی کی دوکان (مقام) بدن ہے جو اعضائے ظاہری کے ساتھ ہو اور اسکی پونجی شریعت ہے اور اسکے کاروبار فرض اعمال ہیں کہ جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ظاہری احکام کے ذریعہ کسی بھی شرک کے بغیر پابند فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو بھی شریک نہ بنا" اور جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "بے شک اللہ تعالیٰ طیب (پاک) ہے اور پاکیزگی کو ہی قبول فرماتا ہے" اور جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اللہ تعالیٰ وتر ہے، وتر کو محبوب رکھتا ہے" اور اس سے مراد وہ عمل ہے جو کسی کو دکھلانے سنانے کیلئے نہ ہو اور دنیا میں اس کے منافع ولایت مکاشفات اور علم ملک میں تحت الثریٰ تا آسمان مشاہدات ہیں۔

اسکی مثال رہبانیت کے مراتب سے کرامات کا ہونا جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا اور فاصلہ طے کرلینا اور دور کی بات سُن لینا اور بدن کے راز کو دیکھ لینا وغیرہ وغیرہ۔ اور لیکن آخرت میں اس کا جو نفع ہے وہ جنت اور حور اور محلات اور غلمان اور شراب اور پہلی جنت کی ساری نعمتیں ہیں، اور قلب میں جو روح روحانی کی دوکان (مقام) ہے اس کا سرمایہ علم طریقت اور اس کے کاروبار، پہلے چاروں ناموں کا ذکر و شغل ہے جو بارہ ناموں کے اُصول پر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اللہ ہی کے بہت اچھے نام ہیں پس اس کو ان کے ساتھ پکارو" اور یہ اس جانب اشارہ ہے کہ اسماء ذکر و شغل کے محل ہیں اور وہی علم باطن ہے۔ اور معرفت توحید کے ناموں کا نتیجہ ہے جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "بے شک اللہ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جس نے انہیں شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوا" اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "سبق ایک حرف ہے اور تکرار ہزار بار ہے" اور شمار کرنے سے مراد یہ کہ (ان اسماء کی صفات) کے ساتھ موصوف ہوجائے اور ان کے اخلاق سے متصف ہوجائے۔ اور یہ سب بارہ نام لا الٰہ الا اللہ کے حروف کی تعداد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ناموں کی جڑیں (بنیادیں) ہیں پس اس کلمہ کے بارہ حروف ہیں تو اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اطوار میں

لكل حرفٍ اسماً واحداً ولكل عالمٍ ثلاثة اسماءٍ فيثبت الله تعالى بها قلوب المحبين
كما قال الله تعالى "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة" ابراهيم ٢٧
وانزل عليهم سكينة الانس وانبت فيها شجرة التوحيد اصلها ثابتٌ في الارض السابعة
بل في تحت الثرى وفرعها في السماء السابعة بل الى ما فوق العرش كما قال الله تعالى "كشجرةٍ طيبةٍ
اصلها ثابتٌ وفرعها في السماء" ابراهيم ٢٤ وربحه حيوة القلب ومشاهدته في عالم الملكوت
مثل مشاهدة الجنان واهلها وانوارها وملائكتها ومثل نطق الباطن بلسانه
بملاحظة اسماءٍ بلا نطقٍ ولا حرفٍ ومسكنه في الآخرة الجنة الثانية وحانوت
الروح السلطاني الفؤاد ومتاعه المعرفة ومعاملته ملازمة الاسماء الاربعة
من المتوسطات بلسان الجنان كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "العلم علمان علمٌ باللسان وعلمٌ
بالجنان فذلك العلم النافع" لان كثير منافع العلم في هذه الدائرة وقال عليه الصلوة و
السلام "ان للقرآن ظهراً وبطناً ولبطنه بطناً الى سبعة ابطن" وقال عليه الصلوة والسلام
"ان الله تعالى انزل القرآن على عشرة ابطنٍ" فكل ما هو بطنٌ فهو انفع وارجح لانه
معدنٌ وهذه الاسماء بمنزلة اثنتي عشرة عيناً انفجرت من ضرب موسى بعصاه كما قال الله تعالى
"واذ استسقى موسى لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عيناً
قد علم كل اناسٍ مشربهم" بقره ٦٠ فعلم الظاهر كالماء المطر العارضي وعلم الباطن كالماء
العيني الاصلي وهو انفع من الاول ولا منقطع كما قال الله تعالى "وآيةٌ لهم الارض
الميتة احييناها واخرجنا منها حباً فمنه يأكلون" يٰس ٣٣ اخرج الله سبحانه وتعالى
من الارض الآفاقي حباً وهو قوت الحيوانات النفسانية. والارض الانفسية حباً
وهو قوت الارواح الروحانية وقال النبي صلى الله عليه وسلم "من اخلص لله اربعين صباحاً

ہر حرف کیلئے ایک نام اور ہر عالم کیلئے تین نام قائم فرما دئے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ محبت والوں کے دلوں کو ثابت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ حق بات پر ثابت رکھتا ہے" اور ان پر محبت کی تسکین اُتاری اور اس میں توحید کا درخت اُگایا اس کی جڑ ساتویں زمین میں بلکہ تحت الثریٰ میں مضبوط ہے اور اسکی شاخ ساتویں آسمان میں بلکہ عرش کے بھی اوپر ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "پاکیزہ درخت کی طرح جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں" اور اس کا منافع قلب کی زندگی ہے اور عالمِ ملکوت میں اس کا مشاہدہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ جنت کا اور اس میں رہنے والوں کا اور اس کے انوار اور اس کے فرشتوں کا مشاہدہ کرنا، اور جیسے اسماء کے ملاحظہ کے بعد کسی صدا یا حرف کے بغیر ہی باطن کا بات چیت کرنا، اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوسری جنت ہے اور روح سلطانی کی دوکان (مقام) دل ہے اور اس کا سرمایہ معرفت ہے اور اس کا کاروبار درمیانی چار ناموں کے ذکر کی ہمیشہ قلب (کی زبان) سے پابندی کرنا ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا "علم دو قسم کے ہیں (ایک) زبان کے ذریعہ علم اور (دوسرا) دل کے ذریعہ علم پس وہی علم نفع بخش ہے" کیونکہ اسی دائرہ میں علم کے بہت سے فائدے ہیں اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "کہ بیشک قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور اس کے باطن کا بھی ایک باطن ہے جو سات بطن کی طرف منتہی ہوتا ہے" اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے بے شک قرآن کو دس بطنوں پر نازل فرمایا" ان میں سے ہر بطن نہایت ہی فائدہ مند اور بے حد نفع بخش ہے اس لئے کہ وہ (قرآن) سرچشمہ ہے، اور یہ نام بارہ چشموں کے قائم مقام ہیں جو حضرت (سیدنا) موسیٰ علیہ السلام کی عصا کی ایک ضرب سے پھوٹ نکلے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کیلئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا" پس علم ظاہری عارضی بارش کے پانی کی طرح ہے اور علمِ باطنی اصلی چشمہ کے پانی کی طرح ہے اور وہ (علم باطنی) پہلے (علم ظاہری) سے زیادہ نفع بخش ہے اور رکتا نہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اناج (غذا) نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں۔" اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دنیا کی زمین سے اناج (غذا) نکالا اور وہ نفسانی حیوانات کی غذا ہے اور نفوس کی زمین سے اناج (غذا) نکالا اور وہ روحانی ارواح کی غذا ہے اور فرمانِ نبوی ہے جو کوئی چالیس دن تک اللہ کیلئے

ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه الى لسانه" وامارتجله فرؤيته عكس جمال الله تعالى
كما قال الله تعالى "ماكذب الفؤاد مارأى نجم ٣" وكما قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم "المؤمن مرآة
المؤمن" والمراد من المؤمن الاول قلب العبد المؤمن. ومن الثاني هو الله
المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر۔

قال صاحب المرصاد رحمه الله " ومسكن هذه الطائفة الجنة
الثالثة" وحانوت الروح القدسي السر كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "الانسان
سري وانا سره" ومتاعه علم الحقيقة وهو علم التوحيد وملازمة اسماء
التوحيد هي الاربعة الاخيرة بلسان السر في السر بلا نطق كما قال الله تعالى "وان
تجهر بالقول فانه يعلم السر واخفى. طٰه" ولا يطلع عليه غير الله تعالى واما
ربحه فظهور طفل المعاني ومشاهدته ومعاينته ونظره الى وجه الله تعالى
جلالا وجمالا كما قال الله تعالى " وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة. قيامه ٢٢،٢٣" بلا
كيف ولا تشبيه كما قال الله تعالى "ليس كمثله شئ وهو السميع البصير. شورى" فلما بلغ
الانسان الى مقصوده انحصرت العقول وتحيرت القلوب وكلت الالسن لم
يستطع ان يخبر ذلك لان الله تعالى منزه عن المثال فلما بلغ الاخبار الى العلماء فينبغي
لهم ان يفهموا مقامات القلوب حتى ينبهوا الحقايق فيها ويتوجهوا الى اعلى العليين و
يجتهدوا ان يصلوا الى مقام علم الله اللدني وهو معرفة الذات الاحدية من
غير ان يتعرضوا وينكروا الى هذا المقام
الذي ذكرناه۔

اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر ظاہر ہوتے ہیں۔" اور اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کے جمال کے پرتو کا دیدار ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا" اور جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "(ایک) مومن (دوسرے) مومن کا آئینہ ہے۔" اور پہلے مومن سے مراد مومن بندے کا قلب ہے اور دوسرے مومن سے مراد اللہ ہی ہے جو امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا، تکبر والا ہے۔

کتاب مرصاد کے مصنف رحمۃ اللہ نے فرمایا "اور اس جماعت کا ٹھکانا تیسری جنت ہے"۔ اور روح قدسی کی دوکان (مقام) سِر ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے "انسان میرا سِر (راز) ہے اور میں اس کا سِر (راز) ہوں" اور اس کا سرمایہ علم حقیقت ہے اور وہی علم توحید ہے اور آخری چار اسماءِ توحید کے ذکر پر ہمیشہ کی پابندی ہے جو کچھ بولے بغیر سِر میں سِر کی زبان سے کیا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ بھید کو جانتا ہے اور اس سے بھی جو اس سے زیادہ چھپا ہے۔" اس سے اللہ تعالیٰ کے سِوا کوئی اور باخبر نہیں ہے اور لیکن اس کا فائدہ طفل معانی کا ظاہر ہونا اس کا مشاہدہ و معائنہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے جلالی و جمالی تجلیات کا نظارہ کرنا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوئے" جس میں کوئی حالت اور کوئی تشبیہ نہ ہو جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اُس کے جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے"۔ تو جب انسان اپنے مقصود تک پہنچے تو عقلیں محصور ہو کر رہ جائیں، دل حیرت زدہ ہو جائیں اور زبانیں تھک کر بند ہو جائیں پھر بھی (اسکے مشاہدہ) کا حال بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی مثال سے پاک ہے پس جب علماء تک یہ باتیں پہنچیں تو انہیں چاہیئے کہ ہم نے جس مقام کا ذکر بیان کیا ہے اس پر اعتراض یا اسکا انکار کئے بغیر دل کے مقامات کو سمجھیں اور ان کے حقائق کی جانب رغبت کریں اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کی جانب توجہ مرکوز کریں اور اللہ کے علم لدنی کے مقام تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں جو کہ ذاتِ احدیت کی معرفت ہے۔

الفصل الرابع

في بيان العلوم

فالعلم الظاهر اثنى عشر فنًّا وكذا علم الباطن له اثنى عشر فنًّا فتقسم بين العوام والخواص وأخص الخواص على قدر الاستعداد فالعلم منحصر على اربعة انواع الأول ظاهر الشريعة من الامر والنهي من الاحكام. والثاني باطنها ويسمّى الطريقة. والثالث باطن الطريقة ويسمى المعرفة. والرابع باطن البواطن ويسمّى علم الحقيقة ولا بدّ من حصول كلها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "الشريعة شجرة والطريقة اغصانها والمعرفة اوراقها والحقيقة اثمارها والقرآن جامع لجميعها بالدلالة والاشارة تفسيرًا وتاويلًا.

قال صاحب المجمع رحمة الله عليه "التفسير للعوام والتاويل للخواص لانهم العلماء الراسخون لانّ معنى الرسوخ الثبات والاستقرار والاستحكام في العلم كشجرة النخل اصلها ثابت في الارض وفرعها في السماء وهذا الرسوخ نتيجة الكلمة الطيبة المزروعة في لبّ القلب بعد التصفية وقد عطف قوله تعالى "والراسخون في العلم. آل عمران" على قوله تعالى "الا الله" على احد الاقوال.

قال صاحب التفسير الكبير رضي الله عنه لو فتح هذا الباب لانفتح ابواب البواطن ثمّ العبد مامور بقيام الامر والنهي ومخالفة النفس في كل دائرة من هذه الدوائر الاربع فالنفس توسوس في دائرة الشريعة من المخالفات وفي دائرة الطريقة من الموافقات تلبيسًا كدعوى النبوة والولاية وفي دائرة المعرفة من الشرك الخفي من النورانيات كدعوى الربوبية كما قال الله تعالى

چوتھی فصل

(علوم کے بیان میں)

پس علم ظاہر کی بارہ شاخیں ہیں اور اسی طرح علم باطن کی بھی بارہ شاخیں ہیں جو عوام، خواص اور اخص الخصوص میں ان کی استعداد (قابلیت) کے مطابق تقسیم ہو گئے پس علم چار اقسام پر منحصر ہے۔ پہلی (قسم) ظاہری یعنی شریعت ہے جو امر و نہی کے احکام پر مشتمل ہے اور دوسری (قسم) اس کا باطن ہے اور اس کو طریقت کا نام دیا گیا ہے۔ اور تیسری (قسم) طریقت کا باطن ہے جسکو معرفت کا نام دیا گیا اور چوتھی (قسم) باطنوں کا باطن ہے اور اس کو علم حقیقت کا نام دیا گیا ہے۔ اور ان سب (علوم) کا حاصل کرنا بیحد ضروری ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ شریعت جھاڑ ہے اور طریقت اس کی شاخیں (ٹہنیاں) اور معرفت اس کے پتے اور حقیقت اس کا پھل ہیں اور قرآنِ مجید دلالت، اشارت، تفسیر اور تاویل ان سب کا مجموعہ ہے۔

کتاب صاحب المجمع: کے مصنف نے فرمایا تفسیر عام لوگوں کیلئے ہے اور تاویل خاص حضرات یعنی علماءِ راسخ کے لئے ہے کیونکہ رسوخ (گہرائی) کے معنی علم میں استواری، قرار اور مضبوطی کے ہیں جیسا کہ کھجور کا درخت ہے کہ اسکی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اسکی شاخ آسمان میں ہے اور یہ رسوخ اسی کلمۂ طیبہ کا نتیجہ ہے کہ جسکی تخم ریزی قلب کی گہرائی میں صفائی کے بعد کی گئی ہو اور ایک قول کے بموجب ارشادِ الٰہی "والرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ اور پختہ علم والے" اور ارشادِ الٰہی "اِلَّا اللہ۔ اللہ کے سوا" دونوں (حرف عطف و کے ساتھ) ملائے گئے ہیں **تفسیر کبیر** کے مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ دروازہ کھل گیا تو باطنوں کے دروازے کھل جائینگے پھر بندہ امر و نہی پر قائم رہنے کا اور ان چاروں دائروں میں سے ہر ایک میں نفس کی مخالفت کرنے کا پابند ہے پس نفس، دائرۂ شریعت میں مخالف باتوں کے ذریعہ وسوسہ ڈالتا ہے اور دائرہ طریقت میں مکر و فریب کی موافق باتوں کے ذریعہ (وسوسہ ڈالتا ہے) جیسے نبوت اور ولایت کا دعویٰ کرنا بعید دائرہ معرفت میں نورانی باتوں کے شرک خفی کے ذریعہ (وسوسہ ڈالتا ہے) جیسے پروردگار ہونے کا دعویٰ کرنا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے

"أرأيت من اتخذ الهه هواه. فرقان ۴۳" وأما دائرة الحقيقة فلا مدخل فيها للشيطان والنفس
ولا للملائكة لان غير الله تعالى يحترق فيها كما قال جبرئيل على نبينا وعليه السلام لو دنوت
أنملة لاحترقت فيخلص العبد من الشياطين فيكون مخلصا كما قال الله تعالى "فبعزتك لأغوينهم
اجمعين ٥ الا عبادك منهم المخلصين ص ۸۲-۸۳" ومن لم يصل الحقيقة لم يكن مخلصا لان الصفات
البشرية لا تفنى الا بتجلى الذات ولا ترتفع الجهولية الا بمعرفة الذات سبحانه وتعالى فيعلمه
الله تعالى بلا واسطة من لدنه عنده علما فيتعرف بتعريفه ويعبده بتعليمه كالخضر
عليه السلام وهناك يشاهد الارواح القدسية ويعرف نبيه محمدا صلى الله عليه وسلم فينطق بها انه
الى بدايته ١٥ الانبياء يبشرونه بالوصال الابدي كما قال الله تعالى "وحسن اولئك رفيقا نساء ۶۹"
فمن لم يصل الى هذا العلم لم يكن عالما في الحقيقة ولو قرأ الفا من الكتب حيث لم يبلغ
الى الروحانية فعمل الجسمانية بظواهر العلوم جزاءه الجنة فقط وتجلى عكس الصفات ثمة
فالعالم لا يدخل بمجرد علم الظاهر الى حرم القدس والقربة لانه عالم الطيران والطير
لا يطير الا بجناحيه فالعبد الذي يعلم العالمين الظاهر والباطن يصل الى ذلك
العالم كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "يا عبدي اذا اردت ان تدخل الى الحرم فلا
تلتفت الى الملك والملكوت والجبروت لان الملك شيطان العالم والملكوت
شيطان العارف والجبروت شيطان الواقف من رضي باحد منها فهو مطرود عند الله
تعالى. والمراد من المطرود مطرود القربة لا مطرود الدرجات وهم يطلبون
القربة ولا يصلون لانهم طمعوا غير مطمع لان لهم جناحا واحدا لان القربة
لاهل القربة الكاملة" فيها ما لا عين رأت ولا اذن سمعت
ولا خطر على قلب بشر. وهي جنة القربة لا فيها حور ولا قصور ولا عسل

ولا لبن"

"اے محبوب کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا" لیکن دائرۂ حقیقت ایسا ہے کہ اس میں نہ تو شیطان و
نفس کا کوئی دخل ہے اور نہ ہی فرشتوں کا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب جل کر خاکستر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جبرئیلؑ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہا تھا اگر میں سر انگشت برابر بھی آگے بڑھنے کی جرأت کروں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں گا پس (تب ہی) بندہ دونوں دشمنوں (شیطان اور نفس)
سے چھٹکارا پائے گا۔ اور مخلص ہو جائے گا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "(شیطان نے کہا) تیری عزت کی قسم
ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا" اور جو حقیقت تک رسائی نہیں کرتا وہ مخلص نہیں ہو سکتا کیونکہ تجلی ذات کے
بغیر بشری صفات فنا نہیں ہوتے اور ذات سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کے بغیر نادانی دور نہیں ہوتی پس اللہ تعالیٰ کسی واسطے کے بغیر اسکو اپنے
پاس سے راست علم لدنی عطا فرماتا ہے تو وہ اس کے معنی و مفہوم سے واقف ہوتا ہے۔ اور اسی کی ہدایت سے اسکی عبادت کرتا ہے جیسی کہ حضرت خضر علیہ السلام کی مثال ہے
اور تب ہی وہ پاک روحوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے رتبہ) کا عرفان حاصل کرتا ہے تو
ابتدا تا انتہا (مراتب مصطفیٰ) سے واقف ہو جاتا ہے انبیاء کرام (علیہم السلام) اس کو وصال ابدی کی بشارت دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد
الٰہی ہے "یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں" اور جو اس علم تک رسائی حاصل نہیں کرتا وہ حقیقت میں عالم نہیں ہوتا وہ چاہے ہزار کتابیں بھی پڑھ لے
تو اسکو روحانیت نصیب نہیں ہوتی پس ظاہری علوم کے ذریعہ جسمانی عمل میں جس کا بدلہ صرف جنت اور جہاں صفات کو عکس کی تجلی
ہوتی ہے تو تنہا علم ظاہری کے ذریعہ بارگاہ پاک اور قرب (خاص) میں عالم کا گزر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عالم پرواز ہے اور
پرندے بازو کے بغیر پرواز نہیں کر سکتے پس بندہ وہ ہے جو ظاہری و باطنی دونوں جہانوں کو جانتا ہو اور اس عالم تک رسائی حاصل کرتا ہو
جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے "اے میرے بندو اب تم حرم (قدس) میں داخل ہونا چاہو تو ملک ملکوت اور جبروت کی طرف توجہ (التفات)
نہ کرو اس لئے کہ ملک (گویا) شیطان ہے عالم کا اور ملکوت (گویا) شیطان ہے عارف کا اور جبروت (گویا) شیطان ہے واقف کا جو
ان میں سے کسی ایک سے راضی ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہوا اور مردود ہونے سے مراد درجات سے نہیں بلکہ قرب خاص سے
مردود ہونا ہے اور وہ قرب خاص کے طالب ہیں مگر حاصل نہیں کر پاتے اسلئے کہ انھوں نے اس سے لالچ (رغبت) ظاہر کی جس سے لالچ
(رغبت) نہیں ہونا چاہئے کہ انھیں لپک ہی جاذب ہے کیونکہ اہل قرب کیلئے وہ قرب کامل نصیب ہوتا ہے جس کو کوئی آنکھ نہیں
دیکھ سکتی اور جس کو کوئی کان نہیں سن سکتا اور اسکا خیال کسی انسان کے دل میں نہیں آسکتا جنت قرب وہ ہے کہ اسمیں نہ حور ہیں نہ محلات ہیں نہ شہد ہے

ولا لبن وينبغي للانسان ان يعرف مقداره ولا يدعي لنفسه ما ليس بحق له
قال علي رضي الله عنه رحم الله امرأ عرف قدره ولم يتعد طوره وحفظ لسانه
ولم يضيع عمره وينبغي للعالم ان يحصل معنى حقيقة الانسان المسمى بطفل المعاني
ويربيه بملازمة اسماء التوحيد ويخرج من عالم الجسمانية الى عالم الروحانية
وهو عالم السر ليس فيه غير الله ديار وهو كمثل صحراء من نور لا نهاية له وطفل
المعاني يطير فيها ويرى العجائب والغرائب فيها لكن لا يمكن الاخبار عنها وهي
مقام الموحدين الذين فنوا من تعيينهم في عين الوحدة فليس في السر الا رؤية جمال الله
تعالى كما لا يرى الا الله نفسه فاذا امتلأ الشمس فيه فلا جرم ان الانسان لا يرى نفسه
بمقابلة جمال الله تعالى بغلبة الحيرة والمحوية في نفسه كما
قال الشيخ زين الدين عطار رحمة الله عليه وقال عيسى على نبينا
وعليه افضل السلام لن يلج الانسان حتى يولد مرتين كما يولد الطير مرتين
والمراد من التولد الطفل المعنوي الروحاني من حقيقة قابلية الانسان وهو مرة
يظهر علوقه من اجتماع نور علم الشريعة والحقيقة لان الولد لا يحصل الا من
اجتماع نطفتين من الرجل والمرأة كما قال الله تعالى "انا خلقنا الانسان من نطفة
امشاج. دہر" وبعده هي ظهور هذا المعنى يحصل المعبود من عجور
الخلق الى قصور الامن بل كل العالم في جنب عالم الروح
كقطرة وبعد ذلك تفاض العلوم الروحانية
واللدنية بلا حروف ولا صوت ٥

٥

اور نہ دودھ ہے اور انسان کو چاہیئے کہ اس کا اندازہ کرلے اور اپنے نفس کو اس بات کیلئے آمادہ نہ کرے جس کا وہ مستحق نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ " اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر رحم فرمایا جس نے اپنا مقام جانا اور اپنے طور سے آگے نہ بڑھا اور اپنی زبان کی حفاظت کی اور اپنی عمر کو رائگاں نہیں کیا" اور عالم کیلئے سزاوار ہے کہ انسان کی حقیقت کا معنیٰ حاصل کرے جس کا نام طفل معانی ہے اور جسکی پرورش اسماء توحید کے ہمیشہ ذکر کے ذریعہ کرے اور عالم جسمانی سے عالم روحانی کی طرف آگے بڑھے اور وہ سِر (راز) کا عالم ہے کہ جس میں اللہ کے ازلی ابدی صفات کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ ایسے نورانی بیابان کی طرح جسکی انتہا نہیں اور طفل معانی اسمیں پرواز کرتا ہے اور اس میں عجیب و غریب باتیں دیکھتا ہے۔ لیکن وہاں کی خبریں دینا ناممکن ہے اور یہ ان موحدین کی منزل ہے جو عین ذاتِ وحدت کی خاطر اپنے آپ کو فنا کر چکے ہیں۔ پس باطن میں اللہ تعالیٰ کے جمال کے مشاہدے کے سوا کچھ بھی نہیں جیسا کہ اسکا نفس اللہ کے (انوار) کے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھ پاتا جیسے کوئی سورج کی روشنی کے سامنے ہو (تو آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں) ناگزیر یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے جمال کے مقابل ہو تو خود کو نہیں دیکھ پاتا کیونکہ اس پر حیرت اور محویت غالب رہتی ہے چنانچہ شیخ زین الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان ظاہر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ دو مرتبہ پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ پرندہ دو مرتبہ پیدا ہوتا ہے اور طفل معنوی کی پیدائش سے مراد انسان کی حقیقی قابلیت سے روحانی (پیدائش) ہے اور وہ ایک بار ہے کہ اس کا وجود علم شریعت و حقیقت کے نور کے ایک جگہ جمع ہونے سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے کہ لڑکا مرد و عورت کے نطفوں کے ایک جگہ جمع ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ " بے شک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا فرمایا" اور اسکے بعد یہ معنیٰ ظاہر ہے کہ وہ خلق کے سمندروں سے امن کے محلات تک پہنچ کر معبود کو حاصل کر لیتا ہے بلکہ عالم تمام، عالم روح کی جانب ایک قطرہ کی طرح ہے جس کے بعد ہی حروف اور آواز کے بغیر علم روحانی اور علم لدنی کا فیضان حاصل ہوتا ہے۔

الفصل الخامس

فی بیان التوبۃ والتلقین

اعلم ان المراتب المذکورۃ لا تحصل الا بالتوبۃ النصوحۃ وبالتلقین من اهله کما قال اللّٰه تعالٰی "والزمهم کلمة التقوٰی. فتح ۲۶" ای کلمة لا اله الا اللّٰه بشرط اخذه من قلب نقی مما سوی اللّٰه لا کلمة تسمع من افواه العامة وان کان اللفظ واحدًا ولکن المعنی متفاوت لان القلب انما یحیی اذا اخذ بذر التوحید من قلب حی فیکون بزرًا کاملا والبزر غیر البالغ لا ینبت ولذالک ظهر بزر کلمة التوحید فی القراٰن العظیم فی موضعین احدهما مقارن بالقول الظاهری کما قال اللّٰه تعالٰی "واذا قیل لهم لا اله الا اللّٰه. صافات ۳۵" وهذا التلقین بسبب نزول هذه الاٰیة لاجل التلقین للخواص۔

قال فی بستان الشریعة اول من تمنی اقرب الطریق علیؓ رضی اللّٰه عنه من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والوحی ینزل به جبرئیل علی نبینا وعلیه افضل الصلوٰة والسلام ولقن هذه الکلمة للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ثلث مرات ثم لقن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علیا رضی اللّٰه عنه ثم جاء علیه الصلوٰة والسلام الی اصحابه فلقنهم جمیعا رضی اللّٰه عنهم وقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم "رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر وهو النفس" کما قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم "عدوک نفسک التی بین جنبیک" ولا تحصل محبة اللّٰه تعالٰی الا بعد قهر اعدائه فی وجودک من النفس الامارۃ واللوامة والملهمة فتطهر من الاخلاق الذمیمة البهیمیة کحب زیادۃ الاکل والشرب والنوم واللغو والسبعیة کالغضب والشتم والضرب والقهر والشیطانیة کالکبر والعجب والحسد والحقد وغیر ذلک ٥ وان تطهرت من اهل الذنوب کانت من المتطهرین والتوابین کما قال اللّٰه تعالٰی "ان اللّٰه یحب

پانچویں فصل

(توبہ و تلقین کے بیان میں)

جان لو کہ یہ مذکورہ مراتب خالص توبہ اور بغیر لائق شخصیت (پیر و مرشد) کی تلقین کے حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا" یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ بشرطیکہ اسے ایسے دل سے حاصل کیا جائے جو ماسوی اللہ سے پاک ہو نہ کہ وہ کلمہ جو عام لوگوں کے مُنہ سے سُنا جاتا ہے تو اگرچہ کہ الفاظ بھی ایک ہوں معنی میں فرق پایا جائے گا۔ اس لئے کہ قلب کو اُسی وقت زندگی ملتی ہے جبکہ وہ کسی زندہ دل (مرشد روشن ضمیر) سے توحید کا تخم حاصل کرے تو وہی کامل تخم ہوتا ہے اور دیگر تخم جو غیر بالغ (ناقص) ہو وہ بویا نہیں جاتا۔ اور قرآن عظیم میں دو ایسے مقامات ہیں جہاں کلمۂ توحید کے تخم کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک مقام وہ ہے جو قول ظاہری کے قریب ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور جب ان سے کہا جائے لا الٰہ الا اللہ" اور یہ تلقین اسی آیت شریف کے نزول کی روشنی میں خاص اصحاب کے لئے موجب تلقین ہے۔ بستانِ شریعت میں فرمایا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس نے قریب ترین راہ کی سب سے پہلے تمنا ظاہر کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی وحی کے ساتھ نازل ہو کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلمہ کی تین بار تلقین فرمائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی تلقین فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف لائے اور ان سب (اصحاب) رضی اللہ عنہم کو آپ نے اس کی تلقین فرمائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اور ہم کو جہاد اصغر سے جہاد اکبر میسر کیا گیا ہے اور وہ نفس ہے"۔ جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "تمہارا دشمن تمہارا ہی نفس ہے جو تمہارے اطراف ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ تیری زندگی میں تو اپنے دشمنوں نفس لوامہ اور نفس امارہ اور نفس ملہمہ پر غلبہ نہ پالے پس تو ان برے وحشیانہ عادتوں سے پاک ہو جائے گا مثلاً زیادہ کھانے پینے کا شوق اور زیادہ سونا اور بے ہودگی اور وحشیانہ عادتیں مثلاً غصہ گالی گلوچ مارنا اور شیطانی عادتیں جیسے غرور گھمنڈ حسد و نفرت وغیرہ اور جب تو ان گناہوں کی اصل (بنیاد) سے ہی پاکی حاصل کرلے تو تو پاک لوگوں اور زیادہ توبہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیگا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے بے شک اللہ

التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ بقرہ ۲۲۲" فَمَنْ تَابَ عَنْ مُجَرَّدِ ظَاهِرِ الذَّنْبِ لَا يَدْخُلُ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاِنْ كَانَ تَائِبًا لٰكِنْ لَيْسَ بِتَوَّابٍ فَاِنَّهُ لَفْظُ الْمُبَالَغَةِ وَالْمُرَادُ مِنْهُ تَوْبَةُ الْخَوَاصِّ مِثَالُ مَنْ يَتُوْبُ عَنْ مُجَرَّدِ الذُّنُوْبِ الظَّاهِرَةِ كَمَنْ يَقْطَعُ حَشِيْشَ الزَّرْعِ مِنْ فَرْعِهِ وَلَا يَشْتَغِلُ بِقَلْعِهِ مِنْ اَصْلِهِ فَيَنْبُتُ ثَانِيًا لَا مُحَالَةَ بَلْ اَكْثَرُ مَا يَنْبُتُ وَمِثَالُ التَّوَّابِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْاَخْلَاقِ الذَّمِيْمَةِ كَمَنْ يَقْطَعُهُ مِنْ اَصْلِهِ فَلَا جَرَمَ لَا يَنْبُتُ بَعْدَهُ اِلَّا نَادِرًا ٥ فَالتَّلْقِيْنُ اَنَّهُ قَطْعُ مَا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْقَلْبِ مَا لَمْ يَقْطَعْ شَجَرَةَ الْمُرِّ لَا يُوْصَلُ الشَّجَرَةُ مَوْضِعَهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ فرقان ۷۰" فَالتَّوْبَةُ عَلٰى نَوْعَيْنِ تَوْبَةُ الْعَامِّ وَتَوْبَةُ الْخَاصِّ فَتَوْبَةُ الْعَامِّ اَنْ يَرْجِعَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ وَمِنَ الذَّمِيْمَةِ اِلَى الْحَمِيْدَةِ وَمِنَ الْجَحِيْمِ اِلَى الْجَنَّةِ وَمِنْ رَاحَةِ الْبَدَنِ اِلٰى مَشَقَّةِ النَّفْسِ بِالذِّكْرِ وَالْجُهْدِ وَالسَّعْيِ الْقَوِيِّ ٥ وَتَوْبَةُ الْخَاصِّ اَنْ يَرْجِعَ بَعْدَ هٰذِهِ التَّوْبَةِ مِنَ الْحَسَنَاتِ اِلَى الْمَعَارِفِ وَمِنَ الْمَعَارِفِ اِلَى الدَّرَجَاتِ وَمِنَ الدَّرَجَاتِ اِلَى الْقُرْبَةِ وَمِنَ الْقُرْبَةِ وَاللَّذَّاتِ النَّفْسَانِيَّةِ اِلَى اللَّذَّاتِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَهُوَ تَرْكُ مَا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْاُنْسُ بِهِ وَالنَّظَرُ اِلَيْهِ بِعَيْنِ الْيَقِيْنِ وَهٰؤُلَاءِ الْمَذْكُوْرَاتُ مِنْ كَسْبِ الْوُجُوْدِ ٥ وَكَسْبُ الْوُجُوْدِ ذَنْبٌ كَمَا قِيْلَ خِطَابًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْدُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ اٰخَرُ كَمَا قَالُوْا حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ وَلِذٰلِكَ لَا يُقَاسُ وَكَذٰلِكَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ. محمد ۱۹" اَيْ لِذَنْبِ وُجُوْدِكَ وَهٰذَا هُوَ الْاِنَابَةُ فَاِنَّ الْاِنَابَةَ الرُّجُوْعُ مِنْ كُلِّ مَا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَيْهِ وَالدُّخُوْلُ فِي سِلْمِ الْقُرْبَةِ فِي الْاٰخِرَةِ وَالنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا اَبْدَانُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَقُلُوْبُهُمْ تَحْتَ الْعَرْشِ" فَاِنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا تَحْصُلُ فِي الدُّنْيَا بَلْ تَحْصُلُ رُؤْيَةُ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي مِرْاٰةِ الْقَلْبِ ٥ .

بہت توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں کو پسند فرماتا ہے" پس جو صرف ظاہری گناہ سے توبہ کرے وہ اس آیت میں داخل نہیں اور اگرچہ توبہ کی لیکن تواب سے نہیں ہوا کیونکہ یہ مبالغہ کا لفظ ہے اور اس سے مراد خواص کی توبہ ہے جو شخص ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے اسکی مثال ایسے شخص کی طرح ہے جو اپنے کھیت میں سے گھاس پوس اوپر ہی سے توڑتا ہے مگر اس کو جڑ سے اکھاڑ نہیں پھینکتا تو وہ پھر دوبارہ اُگ آتی ہے۔ یہ بات کوئی مشکل نہیں بلکہ اکثر اس طرح اُگ جاتی ہے اور گناہوں اور بری عادتوں سے سچی توبہ کرنے والے شخص کی مثال اس شخص کی طرح نہیں ہوتی جو (گھاس کو) اس کی جڑ سے ہی کاٹ دیتا ہے جسکے بعد شاذ ونادر ہی اگتی ہے۔ پس تلقین بھی دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو جدا کر دیتی ہے۔ جب تک تلخی کا درخت نہ اکھاڑ پھینکے اور اسکی جگہ (دوسرا) جھاڑ نہیں لگایا جا سکتا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دیگا" پس توبہ دو قسم پر ہے (ایک) عام توبہ اور (دوسری) خاص توبہ۔ عام توبہ وہ ہے کہ جو گناہ سے نیکی کی طرف، برائیوں سے خوبیوں کی طرف، دوزخ سے جنت کی طرف اور جسمانی آسودگی سے نفسانی مشقت کیطرف لے آتی ہے جو ذکر جدوجہد اور بڑی کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور خاص توبہ وہ ہے کہ اس توبہ کے بعد حسنات سے معارف کیطرف اور معارف سے درجات کیطرف اور درجات سے قربت کیطرف اور قربت اور نفسانی لذتوں سے روحانی لذتوں کی طرف لے آتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کو ترک کرنا اسی (اللہ) سے محبت کرنا اور اسکی جانب یقین کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور یہ سب باتیں جن کا ذکر کیا گیا کسبِ وجود سے ہیں یعنی وجود عمل کا ذریعہ ہے اور عمل سے یہ سب باتیں حاصل ہوتی ہیں اور (اس راستہ میں) کسبِ وجود گناہ ہے کیونکہ ترک ماسوی اللہ میں وجود کی نفی بھی لازم ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں فرمایا گیا تیرا وجود گناہ (حجاب) ہے جو دیگر گناہ پر قیاس نہیں ہوتا جیسا کہ (بزرگوں نے) فرمایا ہے کہ برگزیدہ لوگوں کی نیکیاں قرب خاص رکھنے والوں کے نزدیک (بلحاظِ درجات) برائیاں ہیں اور اس پر قیاس نہیں کیا جاتا اسی کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ایک سو بار استغفار فرمایا کرتے تھے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے "اپنے گناہ کیلئے استغفار کر" یعنی اپنے وجود کے گناہ (حجاب) کیلئے استغفار کر اور یہی "انابت" ہے پس بیشک "انابت" اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کو چھوڑ کر اس (اللہ) کی طرف رجوع کرنا ہے اور اسکے قرب خاص کی سلامتی میں داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرنا ہے جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بیشک اللہ کے ایسے بندے (بھی) ہیں کہ جن کے جسم تو دنیا میں ہوتے ہیں مگر انکے دل عرش کے نیچے ہوتے ہیں پس بیشک دنیا میں اللہ کے جمال کا دیدار حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ دل کے آئینہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا دیدار حاصل ہو سکتا ہے۔

كما قال عمر رضي الله عنه "رأى قلبي ربي بنور ربي" والقلب مرآة عكس
جمال الله تعالى" وهذه المشاهدة لا تحصل الا بتلقين شيخ واصل ومقبول من
السابقين ثم ردّ الى تكميل الناقصين بامر الله تعالى بواسطة نبيه صلى الله عليه وسلم
فان الاولياء مرسلون للخواص لا للعوام فرقا بين النبي والولي فان النبي صلى الله عليه
وسلم مرسل الى العوام والخواص جميعا مستقلا بنفسه والولي المرشد للخواص
غير مستقل بنفسه فانه لا سعة له الا بمتابعة النبي صلى الله عليه وسلم حتى ادعاء
الاستقلال كفر وانما شبه النبي صلى الله عليه وسلم علماء امته بانبياء بني اسرائيل
كما قال صلى الله عليه وسلم "علماء امتي كانبياء بني اسرائيل" لانهم كانوا متابعين لشريعة
مرسل وهو موسى على نبينا وعليه افضل الصلوة والسلام لكن كانوا يجددونها و
يؤكدونها من غير اتيان بشريعة اخرى فكذا علماء هذه الامة من الاولياء العلماء
مرسلون للخواص لتجديد الامر والنهي واستحكام العمل على التاكيد الابلغ وتصفية
اهل الشريعة وهو في القلب موضع المعرفة وهم يجدون بعلم النبي صلى الله عليه وسلم كاصحاب
الصفة رضي الله عنهم كانوا ينطقون باسرار المعراج قبل عروج النبي صلى الله عليه وسلم فالولي
كامل الولاية المحمدية التي هي جزء النبوة وباطنه امانة عنده والمراد منه
ليس من ترسم بظاهر العلم لانه وان كان من ورثة النبي صلى الله عليه وسلم لكن من
قبيل ذوي الارحام فالوارث الكامل ان يكون بمنزلة الابن من العصبات فالولد
سر الاب ظاهرا وباطنا وكذلك قال عليه الصلوة والسلام "ان من العلم كهيئة
المكنون لا يعلمها الا العلماء بالله" فان اتقوا لم ينكره اهل الغرة هو السر الذي استودع
في قلب النبي صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج في ابطن البطون ثلاثين الفا ولم يفشها على

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے قلب نے میرے رب کو میرے رب کے نور کے ذریعہ دیکھا اور قلب اللہ تعالیٰ کے جمال کا آئینہ ہے اور یہ مشاہدہ صرف ایسے شیخ کی تلقین سے حاصل ہوتا ہے جو خدا رسیدہ ہو مقبول الٰہی ہو سابقین میں سے ہو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ناقصوں کی تکمیل کی خاطر بھیجا گیا ہو۔ پس اولیاء کرام بے شک عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ نبی اور ولی کے درمیان فرق ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عوام اور خواص سب کیلئے مستقلاً ذاتی طور پر بھیجے گئے ہیں اور ولی مرشد صرف خواص کیلئے بھیجا جاتا ہے اور وہ بالذات مستقل نہیں ہوتا۔ پس اسکے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا کوئی گنجائش نہیں یہاں تک کہ استقلال (بالذات) کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی چنانچہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے جیسے ہیں" اس لئے کہ وہ ایک رسول کی لائی ہوئی شریعت کے تابعدار تھے اور وہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام لیکن کسی دوسری شریعت کی جانب متوجہ ہوئے بغیر اپنی (شریعت) کی تجدید اور تاکید کرتے رہے اسی طرح اس اُمت کے علماء جو اولیاء کرام ہیں۔ یہ وہ علماء ہیں جو خواص کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو عطا کردہ تاکید کے موافق امر و نہی کی تجدید اور عمل میں استحکام پیدا کریں اور اصل شریعت کہ جو کہ قلب میں معرفت کا مقام ہے اسکی پاکیزگی فرمائیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ایسا ہی عرفان پاتے ہیں جیسا کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنھم کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (عرش پر) تشریف لے جانے سے قبل ہی معراج کے اسرار کی باتیں کر رہے تھے پس ایک ولی، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت کامل ہوتا ہے جو کہ نبوت کا ہی حصہ ہے کہ اس کا باطن اس کے پاس بطور امانت ہے اور اس سے مراد وہ نہیں کہ جو علم ظاہری سے اندازہ کرے اسلئے کہ وہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے ہے تو وہ ذوی الارحام کی طرح ہے پس وارث کامل وہی ہو سکتا ہے جو (حقیقی) بیٹے کے درجہ پر عصبات سے ہو پس بیٹا ظاہر و باطن میں باپ کا راز (وارث) ہوتا ہے اور اسیطرح فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "بیشک علم کا کچھ حصہ پوشیدہ شکل میں ہے جسکو علماء حق کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اگر تو بھی اختیار کریں تو عزت والے اس سے انکار نہیں کرتے وہ ایسا راز ہے جو تیس ہزار راز کے پردوں میں کے سب سے اندرونی پردہ کے اندر شب معراج آپکے قلب مبارک میں ودیعت فرمایا گیا

احد من العامة سوی الاصحاب المقربين و اصحاب الصفة رضوان الله تعالی علیهم اجمعین رزقنا الله ببرکاتهم وامن علینا من برهم واحسانهم بحق یا رب العالمین امین وببرکة السر قیام الشریعة المطهرة الی یوم القیمة فالعلم الباطن هو منتهی الی ذلك السر فکل العلوم والمعارف کلها قشر ذلك السر ۝ واما علماء العلم الظاهر فهم ورثة السر بعضهم بمنزلة صاحب الفرض وبعضهم بمنزلة العصبات وبعضهم بمنزلة ذوی الارحام موکلون علی قشور العلم بدعوة الی سبیل الله تعالی بالموعظة الحسنة ومشایخ السنیة المتسلسلة بسلسلتهم الی علی رضی الله عنه موکلون بعز العلم علی باب العلوم بالدعوة الی الله تعالی بالحکمة کما قال الله تعالی "ادعوا الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ نحل ۱۲۵" وقولهم فی الاصل واحد وفی النوع یختلف وهذه المعانی الثلاثة فی الآیة کانت مجموعة فی ذات النبی صلی الله علیه وسلم فلم یعط احد بعده جملة ذلك فقسم علی ثلاثة اقسام ۝ القسم الاول وهو لبها وهو علم الحال اعطی للرجال وهمة الرجال به کما قال صلی الله علیه وسلم "همة الرجال تقلع الجبال" والمراد من الجبال قساوة القلب تمحوا بدعائهم ونظرهم کما قال الله تعالی "ومن یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا۔ بقرہ ۲۶۹" والقسم الثانی قشر ذلك اللب اعطی العلماء العلم الظاهر وهو للموعظة الحسنة والامر بالمعروف والنهی عن المنکر کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "العالم بالعلم والادب یعظ والجاهل یعظ بالضرب والغضب ۝ القسم الثالث هو قشر القشر اعطی للامراء وهو العدل والسیاسة المشار الیه بقوله تعالی "وجادلهم بالتی هی احسن۔ نحل ۱۲۵" فانهم مظاهر مقام القشر للامراء الشدیدین ومقام الفقر للمتصوفین العارفین هو المغزی المقصود من خلق الشجرة ولذلك قال النبی صلی الله علیه وسلم "علیکم بمجالسة العلماء

اور تمام مقرب صحابہ اور اصحابِ صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوا اس (راز) کو کسی پر بھی ظاہر نہیں فرمایا۔
اور اللہ تعالیٰ ان کے برکات سے ہم کو بھی مالامال فرمائے اور انکی نیکی اور احسان سے ہم کو بھی فیضیاب فرمائے
آمین، یارب العالمین آمین۔ اور اس راز کی برکت سے قیامت کے دن تک شریعت پاک قائم ہے پس علم
باطن اسی راز کی جانب رہنمائی کرتا ہے پس جملہ علوم و معارف سب کے سب اسی راز کا پوست ہیں اور البتہ علم
ظاہری کے علماء اس راز کے وارث ہیں جن میں سے بعض صاحب فرض کے بعض عصبات کے اور بعض ذوی
الارحام کے درجہ پر ہیں۔ جنہیں نیک اوصاف کے ساتھ مواعظہ حسنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ پر بلانے کی خاطر
علم کے پوست سپرد کئے گئے اور اعلیٰ مرتبت مشائخ کے ذریعہ آپنے اپنے سلسلہ (طریقت) کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ
عنہ تک پیوستہ و وابستہ ہیں انکو حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی خاطر علم کے شرف سے
باب العلم (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) تک رسائی کی سعادت سے نوازا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "اپنے
رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر حکمت اور اچھی نصیحت (مواعظہ حسنہ) سے اس طریقہ پر بحث کرو (مجادلہ) جو
سب سے بہتر ہو" اور ان سب کا کہنا اصل میں ایک ہی ہے گو نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہے اور آیت شریفہ
میں یہ تین معنے (یعنی حکمت، مواعظہ حسنہ مجادلہ) ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایک ساتھ
جمع ہیں اور جو سب کے سب ایک ساتھ آپ کے بعد پھر کسی اور کو عطا نہیں فرمائے گئے پس آپ نے انہیں تین قسموں میں تقسیم فرما
دیا۔ قسم پہلی جو ان کا مغز (خلاصہ) ہے اور وہ علم حال ہے جو جن (مردانِ خدا) کو عطا فرمایا گیا ان کا حوصلہ اسی کی بدولت
ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "مردانِ خدا کا حوصلہ پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے" اور پہاڑ سے
سے مراد دل کی سختی ہے جو ان کی دعا اور گریہ و زاری سے مٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے
"جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی" اور دوسری قسم اس مغز (علم حال) کا پوست ہے جو علم ظاہر
کے علماء کو عطا فرمایا گیا اور وہ ہے نیک نصیحت کرنا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جیسا کہ فرمان
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ایک عالم علم و ادب کے ذریعہ نصیحت کرتا ہے تو ایک جاہل مار دھاڑ اور غصہ سے"
باقی بر صفحہ

تیسری قسم وہ

واستماع کلام الحکماء فان اللہ تعالیٰ یحی القلب المیت بنور الحکمۃ ٥
الحکمۃ ضالۃ الحکیم اخذھا کما وجدھا و الکلمۃ التی فی افواہ العوام نزلت
من اللوح المحفوظ وھو عالم الجبروت من الدرجات ٥ والکلمۃ التی فی افواہ الرجال
الواصلین نزلت من اللوح الاکبر بلسان القدس بلا واسطۃ فی القربۃ فکل شیء یرجع
الی اصلہ ولذالک طلب اھل التلقین فرض لحیوۃ القلب کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" والمراد منہ علم المعرفۃ
والقربۃ ٥ والبواقی من العلوم الظاھرۃ لا یحتاج الیھا الا ما یؤدی بھا الفرائض
کما قال الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ۔ بیت ٥

حیوۃ القلب علم فادخرہ
وموت القلب جھل فاجتنبہ
وخیر مرادک التقوی فزدہ
کفاک بما وعظتک فاتعظہ

کما قال اللہ تعالیٰ "وتزودوا فان خیر الزاد التقوی بقرہ ۱۹۷" فرضاء اللہ
تعالیٰ ان یجاوز عبیدہ الی القربۃ ولا یلتفت الی الدرجات
کما قال اللہ تعالیٰ "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربی شوریٰ ۲۳" والمراد منہ عالم القربۃ
فی احد الاقاویل

کی ہمنشینی اور حکماء کی باتوں کا سننا لازم ہے پس اللہ تعالیٰ بے شک حکمت کے نور سے مردہ دل کو زندہ فرماتا ہے" اور حکمت حکیم کی متاع گم گشتہ ہے جس کو جب بھی اس نے پایا اسے حاصل کرلیا اور رجوبات عوام کے منہ سے نکلے وہ لوحِ محفوظ یعنی درجات میں وہ عالمِ جبروت سے نازل ہوئی اور رجوبات واصل بہ حق اصحاب کے منہ سے نکلے وہ قربِ خاص میں کسی واسطے کے بغیر زبانِ پاک کے ذریعہ لوحِ اکبر سے نازل ہوئی پس ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اور اسی واسطے قلب کی زندگی کے ساتھ اہلِ تلقین کی طلب قلبی زندگی کیلئے فرض ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" اور اس سے مراد علمِ معرفت اور قربِ الٰہی ہے اور باقی علوم ظاہری ہیں کہ جن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور جو فرائض کی ادائی کے لئے ضروری ہیں۔ جیسا کہ **امام غزالی** رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

عربی اشعار کا منظوم ترجمہ از مترجم ؎

علم سے ہے قلب زندہ خوب اُسے حاصل کرو	جہل سے ہے موت دل کی اس سے تم بچتے رہو
جتنا ہو تقویٰ کرو توشہ یہی ہے بہترین!	یہ نصیحت جیری کافی ہے، عمل کرتے رہو

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے" پس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی یہی ہے کہ اپنے بندوں کو قربِ خاص کی اجازت دے اور درجات کی جانب مائل نہ فرمائے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا" اور کئی اقوال میں سے ایک قول کے مطابق اس سے مراد قربِ الٰہی ہے۔

★ بقیہ صفحہ سے آگے :- تیسری قسم وہ ہے جو پوست کا بھی پوست ہے جو امراء (اہل حکومت) کو عطا فرمایا گیا۔ اور وہ انصاف وسیاست ہے جس کی جانب اس ارشاد الٰہی میں (اشارہ) فرمایا گیا ہے کہ "اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو" پس وہ سب بطور نمونہ امراءِ شدید کے لئے قہر کی طرح اور صوفیوں و عارفوں کے لئے مغز کی مانند ہیں۔ پودے کی تخلیق کا مقصد یہی مغز ہے اس لئے فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "تم پر علماء کرام ۔۔۔ (اس کے آگے صفحہ ہذا کی پہلی سطر ملاحظہ ہو) ▲

الفصل السادس

فی بیان المتصوفة بتصفیة باطنهم بنور معرفة التوحید

او لانهم ینسبوا الی اصحاب الصفة رضی الله عنهم او للبسهم الصوف ۔ للمبتدی یعنی صوف الغنم ، وللمتوسط صوف المعز ، وللمنتهی صوف المرعز وهو الصوف المربع وکذا حالهم فی الباطن علی مراتب احوالهم لطیبات الاطعمة .

قال صاحب التفسیر المجمع . باهل الزهد کالخشن من الملبس والمطعم وباهل المعرفة کاللین منهما فان انزال الناس منازلهم من السنة کیلا یتعدی احد طوره او لانهم فی الصف الاول فی الحضرة الاحدیة فلفظ التصوف اربعة احرف التاء والصاد والواو والفاء . فالتاء من التوبة وهی علی وجهین توبة الظاهر وتوبة الباطن فتوبة الظاهر ان یرجع بجمیع اعضائه الظاهرة من الذنوب وذمائم الاخلاق الی الطاعات ومن المخالفات الی الموافقات قولا وفعلا ، وتوبة الباطن ان یرجع بجمیع اطوار الباطن عن المخالفات الباطنیة الی الموافقات بتصفیة القلب فاذا حصل تبدیل الذمیمة بالحمیدة فقد تم مقام التاء ویسمونه تائبا ۔ والصاد من الصفاء وهو علی نوعین صفاء القلب وصفاء السر فصفاء القلب ان یصفی قلبه من الکدورات البشریة مثل العلاقات التی تحصل فی القلب من کثرة الاکل والشرب من الحلال وکثرة الکلام والنوم وکثرة الملاحظات الدنیویة ونحو ذلک من الملاهی النفسانیة ۔ فتصفیة القلب من هذه الکدورات لا تحصل الا بملازمة ذکر الله تعالی جهرا بالابتداء الی ان یبلغ مقام الحقیقة کما قال الله تعالی انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت

چھٹی فصل

(توحید کی معرفت کی روشنی میں اپنے باطن کی صفائی کے ذریعہ صوفی بننے کے بیان میں)

(صوفی) اس لئے کہ اصحاب صُفہ رضی اللہ عنہم کی طرف اُنہوں نے خود کو منسوب کرلیا یا (صوفی) اسلئے کہ ان کا لباس صوف یعنی اُون کا ہے جو مبتدی کیلئے بکری کا اُون (یعنی کھُردرا) متوسط کیلئے بھیڑ کا اُون (نہ زیادہ نرم نہ سخت) اور منتہی کیلئے بھیڑ کی روئیں کا اُون (نرم) ہے اور وہ اُون جو کہ نہ ہوتا ہے اور اسی طرح ان کے باطن کا حال ہے جو کہ غذا کی پاکیزگی کے لحاظ سے ان کے احوال کے مراتب پر منحصر ہے۔

صاحب تفسیر مجمع نے فرمایا ہے جیسے صاحبان زہد لباس و غذا میں سخت (موٹا) استعمال کرتے ہیں اور صاحبان معرفت نرم پس اپنے حال کے لحاظ سے اپنے مقامات پر لوگوں کا قائم رہنا سُنت کے مطابق ہے تاکہ کوئی بھی اپنے طور پر حد سے نہ بڑھے یا "صوفی" اسلئے کہ بارگاہ احدیت میں وہ پہلی صف میں حاضر ہوتے ہیں۔ پس لفظ "تصوف" کے چار حروف تاء، صاد، واؤ، اور فاء ہیں کہ تاء توبہ سے ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں (ایک) ظاہری توبہ اور (دوسری) باطنی توبہ۔ تو ظاہری توبہ یہ ہے کہ اپنے تمام ظاہری اعضاء کی مدد سے گناہوں اور بُری عادت سے طاعات کی طرف اور خلاف ورزیوں سے نیک باتوں کی طرف قولاً و فعلاً رجوع کرے اور باطنی توبہ یہ ہے کہ قلب کی پاکیزگی کے ذریعہ تمام باطنی طریقوں کی مدد سے باطنی برائیوں سے (باطنی) بھلائیوں کی طرف رجوع کرے اور جب برائیاں خوبیوں میں تبدیل ہو جائیں تو تاء کا مقام پورا ہو گیا اور اسکو "تائب" کا نام دیتے ہیں اور صاد، صفا (پاکیزگی) سے ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں (ایک) قلب کی پاکیزگی اور (دوسری) سِر (باطن) کی پاکیزگی۔ پس قلب کی پاکیزگی یہ ہے کہ اپنے قلب کو بشری کدورتوں سے پاک و صاف کرے جیسے وہ تمام باتیں جو حلال چیزوں کے زیادہ کھانے پینے اور زیادہ بات چیت اور زیادہ نیند اور دنیوی اشیاء پر زیادہ نظر کرنے کے سبب سے یا اسی طریقہ کے نفسانی ممنوعات کے باعث قلب میں پیدا ہوں۔ پس ان کدورتوں سے پاکی صفائی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالیٰ کے جہری ذکر کی شروع ہی پابندی ہمیشہ لازم نہ کرے یہاں تک کہ مقامِ حقیقت تک رسائی ہو جائے جیسا کہ ارشادِ الہٰی ہے "ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے

قلوبهم" الانفال ۲ " اى خشيت قلوبهم والخشية لا تكون الا بعد انتباه القلب عن
نوم الغفلة وتصقيله فينقش فيه صور الغيب من الخير والشر كما قال النبى صلى الله عليه وسلم
"العالم ينقش والعارف يصقل" وصفاء السر الاجتناب من ملاحظة ما سوى الله
ومحبته بملازمة اسماء التوحيد بلسان سره فاذا حصلت هذه التصفية وقد تم
مقام الصاد واما الواو فهو من الولاية يترتب على التصفية كما قال الله تعالى "الا
ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون. يونس ۶۲" ونتيجة الولاية ان يتخلق
باخلاق الله تعالى فيلبس خلع صفات الله تعالى كما قال النبى صلى الله عليه وسلم تخلقوا
باخلاق الله تعالى اى اتصفوا بصفات الله تعالى بعد خلع الصفات البشرية كما قال
النبى صلى الله عليه وسلم فى الحديث القدسى "اذا احببت عبدا كنت له سمعا وبصرا او
يدا ولسانا ورجلا فبى يسمع وبى يبصر وبى يبطش وبى ينطق وبى يمشى مما سوى
الله تعالى" كما قال الله تعالى "قل جاء الحق وزهق الباطل. بنى اسرائيل ۸۱"
فحصل مقام الواو ثم جاء مقام الفاء وهو الفناء فى الله يعنى عن غير الله واذا
فنيت الصفات البشرية بقيت الصفات الاحدية وهى لا تفنى ولا تنفى ولا
تزول فبقى العبد الفانى مع الرب الباقى ومرضاته وبقى قلبا لفانى مع
السر الباقى كما قال الله تعالى "كل شىء هالك الا وجهه. قصص ۸۸" يحتمل ان
يكون بالمرضاة اى الا ما يوجد الشىء من الاعمال الصالحات لوجهه ورضاء
المرضى مع الراضى ونتيجة العمل الصالح حيوة حقيقة الانسان المسمى
بطفل المعانى كما قال الله تعالى "اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه. فاطر ۱۰"
وكل عمل يكون لغيره فيه شركة فهو مهلك لعامله فاذا تم الفناء

تو ان کے دل ڈر جائیں" یعنی ان کے دلوں میں خشیت (خوف خدا) پیدا ہو اور خشیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ قلب کو خوابِ غفلت سے خبردار نہ کریں اور اس کے زنگ کو دور نہ کریں تو پھر اس میں خیر و شر سے متعلق غیبی صورتیں نقش ہو جاتی ہیں جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "عالِم نقش بناتا ہے اور عارف زنگ دور کرتا ہے" اور باطن کی صفائی اللہ کے سوا ہر کسی کو دیکھنے سے پرہیز کرنے اور باطن کی زبان سے اسماءِ توحید کے دائمی ذکر کے ذریعہ اس (اللہ) کی محبت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور جب یہ صفائی (باطن) حاصل ہو جائے تو مقام "صاد" پورا ہو گیا اور "واؤ" ولایت سے ہے جو صفیہ (پاکیزگی) سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "آگاہ ہو جاؤ اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے" اور ولایت کا نتیجہ یہ ہے کہ (انسان) اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے آراستہ ہو جائے پس اللہ تعالیٰ کی صفات کی خلعتیں زیبِ تن کرے جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرو" یعنی بشری صفات دور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ" جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "جب میں کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ اور زبان ہو جاتا ہوں تو وہ کسی غیرِ خدا کے ساتھ نہیں بلکہ میرے ساتھ سنتا ہے اور میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا (ہاتھ لگاتا) ہے اور میرے ساتھ بات کرتا ہے اور میرے ساتھ چلتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "فرما دو حق آیا اور باطل مٹ گیا" پس مقام واؤ حاصل ہو گیا پھر "فاء" کا مقام آیا اور وہ ہے "فنا فی اللہ یعنی غیرِ خدا کو چھوڑ کر اللہ کے ذات میں فنا ہو جانا اور جب بشری صفات فنا ہو گئیں تو صفاتِ احدیت باقی رہ گئیں اور وہ کبھی فنا نہیں ہوتیں اور کبھی ختم نہیں ہوتیں اور کبھی زوال نہیں پاتیں۔ تو فنا ہونے والا بندہ باقی رہنے والے پروردگار اور اس کی خوشنودیوں کے ساتھ باقی رہا (یعنی فنا فی اللہ بندے کو باقی باللہ کا مقام حاصل ہوا۔) اور فنا ہونے والے قلب کو باقی رہنے والے باطن کے ساتھ بقا حاصل ہوئی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔" وہ (اللہ) اس بات پر قادر ہے کہ (اپنی) رضا کے ساتھ پیدا فرمائے جو اسی (اللہ) کے لئے اور اس کی خوشنودی کیلئے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اور اسکی

باقی سلسلہ صفحہ ۸۲ پر ملاحظہ

حصل البقاء فی عالم القربۃ کما قال اللہ تعالیٰ "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ قمر ۵۵" وھو مقام الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والاولیاء رضی اللہ عنھم ونفعنا اللہ ببرکاتھم وافاض علینا من برھم واحسانھم بلطفہ وفضلہ آمین یارب العالمین فی عالم اللاھوت کما قال اللہ تعالیٰ "وکونوا مع الصادقین۔ توبہ ۱۱۹" فالحادث اذا قرن بالقدیم لم یبق لہ وجود کما قیل۔ بیت

صفات الذات والافعال طرا
قدیمات مصونات الزوال
فاذا تم الفناء بقی الصوفی مع الحق ابدا
کما قال اللہ تعالیٰ "اصحب الجنۃ ھم فیھا خالدون۔ بقرہ ۸۲"

عالم قرب میں بقاء (کا مقام) حاصل ہوا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ "سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور" اور وہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رضی اللہ عنہم کا مقام ہے اللہ اپنی مہربانی اور فضل سے ان کے برکات سے ہم کو مالامال فرمائے اور انکی نیکی اور ان کے احسان سے عالم لاہوت میں ہم کو فیضیاب فرمائے آمین! اے رب العالمین۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ "اور سچوں کے ساتھ ہو" یعنی نیا پیدا ہونے والا جب قدیم سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس کا وجود باقی نہیں رہتا جیسا کہ فرمایا گیا ہے ۔ ترجمہ منظوم از مترجم

قدیم ذات کے ہیں سب صفات اور افعال
زوال سے ہیں جو محفوظ ہر طرح ہر حال

جب فنا مکمل ہو جائے تو صوفی کو حق کے ساتھ بقاء ابدی نصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے

"جنت والے ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں"

صفحہ ۸۱ سے آگے باقی سلسلہ :-

رضا پر راضی رہنے کے بغیر ممکن نہیں اور نیک عمل کا نتیجہ انسانی حقیقت کی زندگی ہے جس کا نام "طفل معانی" ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے " اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے" اور ہر وہ کام جس میں غیر اللہ کی شرکت ہو اس کام کے کرنے والے کے لئے مہلک ہوتا ہے تو جب فنا (کا مقام) پورا ہوا تو ۔ (اس کے آگے صفحہ ہذا کی پہلی سطر ملاحظہ ہو)

الفصل السابع

فی بیان الاذکار

لقد هدی الله الذاکرین بقوله تعالیٰ " واذکروه کما هدٰکم ۔ بقرہ ۱۹۸ " الی مراتب ذکرکم ٥ وقال النبی صلی الله علیه وسلم " افضل ما اقول انا وما قال النبیون من قبلی لا اله الا الله " فلکل مقام رتبة خاصة اما جهرا او خفیة اولا هداهم الی ذکر اللسان ثم الی ذکر القلب ثم الی ذکر الروح ثم الی ذکر السر ثم الی ذکر الخفی ثم الی اخفی الخفی اما ذکر اللسان فکانّه بذلک یذکر القلب ما نسی من ذکر الله تعالیٰ ٥ واما ذکر النفس فهو ذکر غیر مسموع بالحروف بالصوت بل مسموع بالحس والحرکة فی الباطن واما ذکر القلب فهو ملاحظة القلب ما فی ضمیره من الجلال والجمال ٥ واما نتیجة ذکر الروح فهو انوار التجلیات الصفات ٥ واما ذکر السر فهو مراقبة مکاشفة الاسرار الالهیة ٥ واما الذکر الخفی فهو معاینة انوار جمال ذات الاحدیة فی مقعد صدق ٥ واما ذکر اخفی الخفی فهو النظر الی حقیقة حق الیقین ولا یطلع غیر الله کما قال الله تعالیٰ " یعلم السر واخفیٰ ۔ طٰهٰ " وذلک مبلغ کل عزائم وانتهاء کل مقاصد اعلم ان ثمة روحا اخر وهو الطف من الارواح کلها وهو طفل المعانی ولطیفة داعیة بهذه الاطوار الی الله تعالیٰ وقالوا هذا الروح لا یکون لکل واحد بل هو للخواص کما قال الله تعالیٰ " یلقی الروح من امره علی من یشاء من عباده ۔ مومن ۱۵ " وهذا الروح یلازم عالم القدرة ویشاهد الحقیقة لا یلتفت الی غیر الله تعالیٰ قط کما

ساتویں فصل

(اذکار کے بیان میں)

پس بے شک ذکر کرنے والے اللہ کے ہدایت یافتہ ہیں۔ بموجب ارشاد الٰہی "اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی" (گویا) تمہارے ذکر کے اعلیٰ مراتب کی جانب (ہدایت فرمائی) اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "سب سے افضل ترین بات جو میں کہتا ہوں اور مجھ سے پہلے کے انبیاء نے بھی فرمایا ہے وہ "لا الٰہ الا اللہ" کی تلقین" ہے ہر مقام کیلئے ایک خاص مرتبہ ہوتا ہے ظاہری ہو کہ باطنی۔ پھر پہلے انہیں زبان کے ذکر کی ہدایت فرمائی پھر قلب کے ذکر کی پھر روح کے ذکر کی پھر سِر کے ذکر کی پھر ذکر خفی (پوشیدہ) کی پھر اخفی الخفی یعنی پوشیدہ ذکروں میں بھی سب سے پوشیدہ ذکر کی ہدایت فرمائی تو زبان کا ذکر یہ ہے کہ جس کے واسطہ سے دل اس ذکر الٰہی کی یاد تازہ کرتا ہے جس کو وہ بھول چکا ہے اور نفس کا ذکر وہ ہے جو حروف اور آواز کے ذریعہ نہیں سُنا جا سکتا بلکہ باطن میں حس اور حرکت سے سُنا جاتا ہے اور قلب کا ذکر دل کا اپنے ضمیر میں جلال و جمال کا ملاحظہ کرنا ہے اور روح کے ذکر کا انجام صفات کی تجلیات کے انوار ہیں اور باطن کا ذکر اللہ کے رازہائے سربستہ کے انکشاف کا مراقبہ کرنا ہے۔ اور ذکر خفی (پوشیدہ) صدق کی مجلس میں ذاتِ احدیت کے جمالی انوار کا معائنہ کرتا ہے۔ مگر ذکر اخفی الخفی (یعنی پوشیدہ ذکروں میں بھی سب سے زیادہ پوشیدہ ذکر) حق الیقین کی حقیقت کا نظارہ کرتا ہے جس سے اللہ کے سوا دوسرا کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے "وہ (اللہ) تو بھید کو جانتا ہے اور اُسے بھی جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے" اور یہی (ذکر اخفی الخفی) جملہ ارادوں کی منزلِ مقصود اور جملہ مقاصد کی انتہا ہے۔ جان لو کہ آخر میں جو روح ہے اور جو روحوں میں لطیف ترین ہے وہ طفل معانی ہے اور وہ ان طریقوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی لطیف (شئے) ہے اور فرماتے ہیں یہ روح ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ وہ خاصانِ خدا کیلئے مخصوص ہوا کرتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے

باقی سلسلہ ملاحظہ ہو صفحہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ حَرَامٌ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلٰى اَهْلِ اللّٰهِ" وَلَمْ يُرِدِ الْوُصُولَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُتَابَعَةُ الْجِسْمِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ لَيْلًا وَّنَهَارًا وَّدَوَامُ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَرْضٌ قَائِمٌ عَلَى الطَّالِبِيْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ" (نساء: ۱۰۳)

وَالْمُرَادُ مِنَ الْقِيَامِ النَّهَارُ وَمِنَ الْقُعُوْدِ اللَّيْلُ وَمِنَ الْجُنُوْبِ

الْقَبْضُ وَالْبَسْطُ وَالصِّحَّةُ وَالسَّقَامَةُ وَالْغِنٰى

وَالْفَقْرُ وَالْعِزُّ وَالذُّلُّ وَمَا اَشْبَهَ

ذٰلِكَ۔

○

جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے " آخرت والوں پر دنیا حرام ہے اور دنیا والوں پر آخرت حرام ہے اور دنیا و آخرت یہ دونوں اللہ والوں پر حرام ہیں " اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ دن رات احکام شریعت کے ساتھ صراط مستقیم پر جسم کو گامزن کر دینا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر دائمی پر قائم رہنا صاحبان طلب پر فرض ہے جیسا کہ ارشاد الہٰی ہے " اور اللہ کی یاد کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے کرو " اور قیام سے مراد دن، قعود سے مراد رات، کروٹوں سے مراد قبض و بسط صحت و بیماری، غنا و فقر، عزت و ذلت اور ان سے ملتی جلتی دوسری باتیں ہیں۔

صفحہ ۸۵ کے آگے باقی سلسلہ :-

" اپنے بندوں میں جس پر چاہے اپنے حکم سے وحی ڈالتا ہے " اور یہ روح عالم قدرت سے وابستہ ہوتی ہے اور حقیقت کا مشاہدہ کرنے میں محو رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کی طرف ہرگز مائل نہیں ہوتی۔ (اس کے آگے صفحہ ۷۸ کی پہلی سطر ملاحظہ ہو)

الفصل الثامن

فی بیان شرائط الذکر

وھو ان یکون الذکر علی وضوءٍ تامٍ وان یذکر بضربٍ شدیدٍ وصوتٍ قویٍ حتی تحصل انوار الذکر فی بواطن الذاکرین وتصیر قلوبھم حیاً بانوار ھذا الذکر حیوۃً ابدیۃً اخرویۃً کما قال اللہ تعالٰی "لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولٰی۔ دخان ۵۶" وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الانبیاء والاولیاء یصلون فی بیوتھم" یعنی یناجون ربھم ابداً ولیس معناہ ظاھر الصلوٰۃ من القیام والقعود والرکوع والسجود بل مجرد المناجات من قبل العبد والھدایۃ المعرفۃ من قبل الحق فیکون العارف محرماً الی اللہ تعالٰی بزیادۃ المناجات فی قبرہٖ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "المصلی یناجی ربہ" فکما لا ینام القلب الحی فکذلک لا یموت وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "تنام عینی ولا ینام قلبی" وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "من مات فی طلب العلم بعث اللہ فی قبرہٖ ملکین یعلمانہ علم المعرفۃ فی قبرہٖ وقام من قبرہٖ عالماً عارفاً" والمراد من الملکین روحانیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والولی رضی اللہ عنہ لان الملک لا یدخل فی عالم المعرفۃ ولا یعلمہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "کم من رجلٍ مات جاھلاً وقام یوم القیمۃ عالماً وعارفاً وکم من رجلٍ مات عالماً وقام یوم القیمۃ جاھلاً ومفلساً" کما قال اللہ تعالٰی "اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون۔ احقاف ۲۰" وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "انما الاعمال بالنیات" ونیۃ المؤمن خیرٌ من عملہ ونیۃ الفاسق شرٌ من عملہ لان النیۃ بناء الاعمال کما

آٹھویں فصل

(ذکر کے شرائط کے بیان میں)

اور وہ یہ ہے کہ ذکر پوری طرح وضو کے ساتھ ہو اور یہ کہ شدید ضرب اور زوردار آواز سے ذکر کیا جائے یہاں
تک کہ ذکر کرنے والوں کے باطن میں ذکر کے انوار حاصل ہوں اور ان کے دل اسی ذکر کے انوار کی بدولت ابدی اُخروی
زندگی کے ساتھ زندہ رہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے" اور جیسا کہ فرمان
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "انبیاء اور اولیاء اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں" یعنی اپنے رب سے ہمیشہ نجات طلب
کرتے ہیں اور اس کا معنی ظاہری نماز نہیں جس میں کہ قیام و قعود، رکوع اور سجود ہوں بلکہ (اس سے مراد) بندے
کی طرف سے خالص مناجات اور حق کی طرف سے معرفت کی ہدایت ہے پس عارف اپنی قبر میں زیادہ مناجات،
کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا رازدار ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "نماز پڑھنے والا اپنے رب سے
سرگوشی کرتا ہے" پس جس طرح قلب زندہ سوتا نہیں پس اُسی طرح وہ مرتا بھی نہیں اور جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم ہے "میری آنکھ سوتی ہے اور میرا قلب نہیں سوتا" اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جو علم (معرفت)
حاصل کرنے کے دوران مر جائے اسکی قبر میں اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے جو اس کو اسکی قبر میں معرفت کا علم
سکھاتے ہیں اور وہ اپنی قبر سے عالم و عارف ہو کر اُٹھتا ہے" اور دو فرشتوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت
اور (اللہ کے) ولی رضی اللہ عنہ کی روحانیت ہے اسلئے کہ فرشتہ عالم معرفت میں داخل نہیں ہو سکتا اور اسکو
سکھا نہیں سکتا اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جاہل مر جائیں روزِ قیامت عالم
و عارف بن کر اُٹھیں اور کتنے ایسے لوگ ہیں کہ عالم مر جائیں اور قیامت کے دن جاہل اور مفلس بن کر اُٹھیں"
جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں فنا کر چکے اور انہیں برت چکے
تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ میں دیا جائے گا۔ اس کی سزا کہ تم ناحق تکبر کرتے تھے" اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی مسلسل صفحہ پر ملاحظہ ہو)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِنَاءُ الصَّحِيحِ عَلَى الصَّحِيحِ صَحِيحٌ وَبِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ"
وَقَالَ اللهُ تَعَالَى "مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا
نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ. شورٰی ٢٠" فَالْوَاجِبُ عَلَى الْعَبْدِ طَلَبُ حَيٰوةِ الْقَلْبِيَّةِ
الْأُخْرَوِيَّةِ مِنْ أَهْلِ التَّلْقِينِ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ فَوْتِ الْوَقْتِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ طَلَبَ
الْآخِرَةَ بِأَعْمَالِ الدُّنْيَا فَلَا نَصِيبَ لَهُ مَاذَا لَمْ يَزْرَعْ بَزْرَ الْآخِرَةِ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا
لَمْ يَحْصُدْهُ فِي الْآخِرَةِ" وَالْمُرَادُ مِنَ الْمَزْرَعِ هٰهُنَا أَرْضُ الْوُجُودِ
لَا الْأَفَانِي ٥

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "صحیح بنیاد پر صحیح تعمیر صحیح ہے اور فاسد بنیاد پر فاسد تعمیر فاسد ہے۔ (یعنی صحیح نیت کے ساتھ عمل صحیح اور بری نیت کے ساتھ عمل بھی برا ہے) اور ارشادِ الٰہی ہے کہ "جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں"۔ پس بندہ پر واجب ہے کہ وقت گزر جانے سے قبل ہی اہلِ تلقین (پیر و مرشد) سے دنیا میں ہی آخرت کی قلبی زندگی حاصل کرلے جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "جو دنیاوی اعمال کے ذریعہ آخرت طلب کرے تو اُس کا کچھ حصہ نہیں۔" پس جب اس نے دنیا میں آخرت کا تخم ہی نہیں بویا تو آخرت میں وہ اس کی فصل بھی نہیں کاٹے گا اور کھیتی سے مراد وجود کی زمین ہے فنا کی زمین نہیں۔

صفحہ ۸۹ کے آگے باقی سلسلہ :-

ہے "بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے اسلئے کہ نیت اعمال کی بنیاد ہے۔ (اسکے آگے صفحہ ہٰذا کی سطر ۱ ملاحظہ ہو)

الفصل التاسع

في بيان رؤية الله تعالى

فالرؤية على نوعين رؤية جماله في الآخرة بلا واسطة مرآة القلب ورؤية صفاته
في الدنيا بواسطة مرآة القلب بنظر الفؤاد من عكس انوار الجمال كما قال الله تعالى "هو الله الذي
لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن. حشر ۲۳" فمن رأى صفاته يرى ذاته
تعالى في الآخرة بلا كيف ٥ وجميع الدعاوي التي صدرت من الاولياء في رؤية الله تعالى كقول
عمر بن الخطاب رضي الله عنه "رأى قلبي ربي اي نور ربي" وقول
علي ابن ابي طالب رضي الله عنه "لم اعبد ربا لم اره" فذالك كله مشاهدة الصفات
كما ان من رأى شعاع الشمس من المشكاة ونحوها صح له ان يقول رأيت الشمس على سبيل
التوسع وقد مثل الله سبحانه وتعالى نوره في كلامه القديم باعتبار صفاته بقوله تعالى "كمشكوٰة
فيها مصباح - نور ۳۵" قالوا المشكوة قلب المؤمن والمصباح سر الفؤاد ٥ ووصف الدرية
في شدة نورانيته ثم بين المعدن فقال تعالى "يوقد من شجرة مباركة. نور ۳۵"
وهي شجرة التلقين والتوحيد الخالص من لسان القدس بلا واسطة كما تلقى
القرآن النبي صلى الله عليه وسلم في الاصل ثم نزول جبرئيل على نبينا وعليه
السلام لمصلحة العوام وانكار الكافر والمنافق ٥ والدليل عليه قوله
تعالى "وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم. نمل ٦" ولذالك يسرع النبي
صلى الله عليه وسلم ويسبق جبرئيل على نبينا وعليه السلام في الوحي حتى نزلت
فيه اية كما قال الله تعالى "ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه."

طٰه ۱۱۴

نویں فصل

(اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بیان میں)

پس دیدار دو قسم کا ہے (ایک) آخرت میں قلبی آئینہ کے واسطہ کے بغیر اس (اللہ) کے جمال کا دیدار کرنا اور (دوسرا) دنیا میں قلبی آئینہ کے واسطے سے اس (اللہ) کی صفات کے جمالی انوار کے عکس کا قلبی نگاہ سے دیدار کرنا ہے جیساکہ ارشادِ الٰہی ہے "وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک، سلامتی دینے والا، حفاظت فرمانے والا"، پس جس نے اسکی صفات کا دیدار کیا وہ آخرت میں کسی کیفیت کے بغیر ذاتِ حق تعالیٰ کا دیدار کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں جو جو دعوے اولیاء کرام نے فرمائے ہیں۔

جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ "میرے قلب نے میرے رب کو دیکھا یعنی میرے رب کے نور (کو دیکھا) اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ "میں رب کی عبادت اس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ اُس کو دیکھ نہیں لیتا" وہ سارا صفات (الٰہی) کا مشاہدہ ہے جس طرح کہ کوئی شخص طاق وغیرہ میں سورج کی شعاع کو دیکھے تو بلحاظ وسعت اس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں نے سورج کو دیکھا اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں اپنی صفات کے اعتبار سے اپنے نور کی اسی طرح مثال دی ہے بموجب ارشادِ الٰہی "طاق کی طرح جس میں چراغ ہے" (بزرگوں نے) فرمایا ہے مومن کا قلب طاق ہے اور قلب کا باطن چراغ ہے جو اپنی تیز روشنی کے سبب موتی کے وصف کی طرح ہے پھر اس نور کے معدن کا بیان فرمایا تو ارشادِ الٰہی ہے "برکت والی پیڑ (درخت) سے روشنی ہوتا ہے" اور یہی تلقین اور خالص توحید کی پیڑ (درخت) ہے جو کسی بھی توسط کے بغیر زبانِ قدس ہی ہے جیساکہ قرآن کا تعلق دراصل (راست) ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نازل ہونا (محض) عوام کی مصلحت کیلئے اور کافر و منافق کے انکار کے پیشِ نظر ہے جس پر دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے "اور بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف سے"، اور اسی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلدی فرماتے تھے اور حضرت جبرئیلؑ

(باقی تسلسل صفحہ ۹۷ پر ملاحظہ ہو)

طٰہٰ ۱۱۲ " وهكذا لم يستطع جبرئيل على نبينا وعليه السلام ليلة المعراج ان يتجاوز من سدرة المنتهى ثم وصف الله سبحانه وتعالى تلك الشجرة بقوله تعالى " لا شرقية ولا غربية. نور ۳۵ " لا يعرضها الحدوث والعدم والطلوع والغروب بل ازلية لم تزل كما ان الله سبحانه وتعالى واجب الوجود قديم ازلي لم يزل ولا يزال فكذا صفاته تعالى قديمة ازلية لانها انواره وتجلياته وهي نسبة قائمة بذاته تعالى فلا يبعد ان يكشف حجاب النفس من وجه القلب فيحيى القلب باضافة الحق سبحانه مع ان المقصود من خلق العالم كشف الكنز المخفي مر الحديث.

قال صاحب المرصاد فاما رؤية الله تعالى فهي في الآخرة بلا واسطة المرآة انشاء الله تعالى بنظر السر وهي ذات المسمى بطفل المعاني كما قال الله تعالى " وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة. قيامة ۲۲،۲۳ " والمراد من قوله عليه السلام " رأيت ربي على صورة شاب امرد " طفل المعاني وتجلي الرب جل شانه على هذه الصورة في مرآة الروح بلا واسطة بين المتجلي والمتجلى له والا فالحق منزه عن الصورة والمادة وخواص الاجسام فالصورة مرآة المرئي غير العادة والرائي فافهم فانه لب السر وهذا في عالم الصفات لان في عالم الذات تحرق الوسائط وتمحو ولا يسع في ذلك غير الله تعالى كما قال النبي صلى الله عليه وسلم " عرفت ربي اي بنور ربي " وحقيقة الانسان محرم لذالك النور كما قال الله تعالى في الحديث القدسي " الانسان سري وانا سره " وكما قال النبي صلى الله عليه وسلم " انا من الله

اور کس طرح شب معراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھ سکے پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی پیڑ کی صفت بیان فرمائی بموجب ارشادِ الٰہی "جو نہ پورب کا نہ پچھم کا" کے بموجب اس کا حدث (علامۃ طلوع و غروب ہونا نہیں بیان فرمایا بلکہ اس کا ازلی و ابدی ہونا بیان فرمایا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات نہ اجب الوجود قدیم ازلی ہے جو ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور اسی طرح اس (اللہ تعالیٰ) کی صفات بھی ہیں جو قدیم و ازلی ہیں اصطلے کردہ (صفات) بھی اسی کے انوار و تجلیات ہیں اور یہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ برقرار ہے پس دور نہیں کہ قلب کے چہرہ پر سے نفس کا پردہ اُٹھ جائے پس حق سبحانہٗ کی اضافت سے قلب کو زندگی نصیب ہوتی ہے نیز یہ کہ عالم کی تخلیق سے اسی پوشیدہ خزانہ کو ظاہر کرنا مقصود ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا (یعنی کنت کنزاً مخفیاً) والی حدیث شریف میں گزرا۔

مصنف کتاب مرصاد نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار تو آخرت میں انشاءاللہ تعالیٰ کسی آئینہ (دل) کے واسطے کے بغیر سِر کی نظر سے ہوگا اور یہ وہی ہے جس کو طفل معانی کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "کچھ منہ اُس دن تر و تازہ ہونگے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہوئے" اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "میں نے اپنے رب کو ایک بے ڈاڑھی مونچھ نوجوان کی صورت میں دیکھا" جس سے مراد طفل معانی ہے اور رب جل شانہٗ نے روح کے آئینہ میں اسی صورت میں یوں تجلی فرمائی کہ تجلی فرمانے والے اور تجلی حاصل کرنے والے کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور حق تعالیٰ صورت (شکل) اور مادی و جسمانی خاصیتوں سے پاک و صاف ہے۔ پس صورت دیکھنے اور دیکھنے والا ایک غیر مادی آئینہ ہے پس خوب سمجھ لو کہ یہی خلاصہ راز ہے اور یہ سب عالم صفات میں ہے اھ اسلئے کہ عالم ذات کے اندر سب واسطے جل کر خاک ہو جاتے اور مٹ جاتے ہیں اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے جلوے کے سوا کسی دوسرے کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "میں نے اپنے رب کو پہچان لیا" یعنی اپنے رب کے نور کو (پہچان لیا) اور حقیقت انسانی اس نور کے لئے محرم ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "میں اللہ (کے نور) سے ہوں" اور

والمؤمنون منی" وقال اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "خلقت محمداً من نور
وجھی" والمراد من الوجہ الذات المقدس المتجلی فی صفۃ الرحمۃ کما قال
اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "سبقت رحمتی غضبی" وقال اللہ تعالیٰ
"وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ انبیاء" وقال اللہ تعالیٰ "لقد
جاءکم رسول من انفسکم۔ توبہ ۱۲۸" وقال اللہ
تعالیٰ "قد جاءکم من اللہ نور وکتٰب مبین
مائدہ ۱۵" وقال اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی
"لولاک لما خلقت
الافلاک" ٥

ایمان والے میرے (نور) سے ہیں" اور حدیث قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "(حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا" اور چہرہ سے مراد ذاتِ پاک ہے جو رحمت کی صفت میں روشن ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے "میرے غضب پر میری رحمت سبقت لے گئی" اور ارشادِ الٰہی ہے کہ "ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا" اور ارشادِ الٰہی ہے کہ "بے شک تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آیا" اور ارشادِ الٰہی ہے کہ "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتابِ ظاہر آئی" اور حدیث قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "(اے محبوب) اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہیں فرماتا۔"

صفحہ ۹۳ سے آگے باقی سلسلہ:-

سے وحی میں آگے بڑھ جاتے تھے (یعنی جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے سے قبل ہی حضور آیت پڑھ دیتے تھے) یہاں تک کہ اس بارے میں وحی اتری جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہو جائے"۔ (اس کے آگے صفحہ ۹۵ کی پہلی سطر ملاحظہ ہو)

الفصل العاشر

في بيان الحجب الظلمانية والنورانية

قال الله تعالى "ومن كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى واضل سبيلا" بنی اسرائیل
والمراد منه عمى القلب كما قال الله تعالى "فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب
التي في الصدور" حج ۴۶ وسبب عمارة الظلمات الحجب الغفلة والنسيان لسبب العهد
مع الله تعالى ٥ وسبب الغفلة الجهل من حقيقة الامر الالهي ٥ وسبب الجهل استيلاء
صفات الظلمات عليه والكبر والحقد والحسد والعجب والبخل والغيبة والنميمة
والكذب ونحو ذلك من الذمائم ٥ وسبب تنزله في اسفل سافلين هذه الصفات
فاذا انتبه من هذه الغفلة واشتغل بالتوحيد والعلم والعمل والمجاهدة القوية
ظاهرا وباطنا فليصقل مرآة القلب بتصقيل التوحيد والعلم والعمل والمجاهدة
القوية ظاهرا وباطنا فتحصل حيوة القلب بنور الاسماء والصفات فيذكر
وطنه الاصلي فيشتاق اليه فيرجع ويصل بعناية الرحمن ٥ وبعد ارتفاع هذه
الحجب الظلمانية تبقى النورانية يصير بصيرا ببصيرة الروح ونيرا بنور
الاسماء والصفات حتى ترتفع الحجب النورانية تدريجا فينور بنور الذات ٥
واعلم ان للقلب في الباطن عينين العين الصغرى والعين الكبرى فالصغرى
تشاهد بتجليات الصفات الى انتهاء عالم الدرجات والعين الكبرى تشاهد
بتجلي انوار الذات في عالم اللاهوتية للانسان بالموت وقبل الفناء من البشرية
النفسانية ووصول العبد الى ذلك العالم بقدر الانقطاع من البشرية

دسویں فصل

(تاریک اور روشن حجابات کے بیان میں)

ارشادِ الٰہی ہے "جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور بھی زیادہ گمراہ" اور اسی سے مراد دل کا اندھا ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں" اور تاریکیوں کی افزائش کا سبب حجاب اور غفلت اور اللہ کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو بھول جانا ہے اور غفلت کا سبب اللہ کے حکم کی حقیقت سے لاعلمی ہے اور جہل کا سبب اس پر ظلماتی صفات، جیسے تکبر، بغض، حسد، گھمنڈ، بخل، (کنجوسی) غیبت، چغلخوری اور جھوٹ وغیرہ برائیوں کا غالب آنا ہے۔ اور نچلی سی نچلی حالت میں تنزل کا سبب یہی صفات ہیں۔ پس جب اس غفلت سے خبردار ہوا اور توحید، علم، عمل اور سخت مجاہدہ پر ظاہر و باطن میں عمل پیرا ہو تو توحید، علم، عمل اور سخت مجاہدہ کی ظاہری و باطنی جلا کی بدولت قلب کا آئینہ چمک اٹھتا ہے۔ پس اسماء و صفات کی روشنی سے قلب کی زندگی حاصل ہوتی ہے پس وہ اپنے اصلی وطن کو یاد کرتا ہے اور اسکی جانب اشتیاق بڑھتا ہے پس رحمٰن کی عنایت سے واپس لوٹتا اور (منزلِ مقصود تک) رسائی حاصل کرلیتا ہے اور ان تاریک حجابات کے اٹھ جانے کے بعد نورانیت باقی رہ جاتی ہے اور (بندہ) روحانی آنکھ کی بصیرت حاصل کرلیتا ہے اور اسماء و صفات کے نور سے منور کرتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ

نورانی حجابات بھی اٹھ جاتے ہیں اور نورِ ذات کی تجلّی ظاہر ہوتی ہے اور جان لو کہ قلب کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ (ایک) چھوٹی آنکھ اور (دوسری) بڑی آنکھ۔ پس چھوٹی آنکھ صفات کی تجلیوں کے ذریعہ عالم درجات کی آخری حد تک کا مشاہدہ کرتی ہے اور بڑی انوارِ ذات کی تجلّی کا عالم لاہوت میں مشاہدہ کرتی ہے (جو) انسان کیلئے موت کے ساتھ اور نفسانی بشریت کے فنا ہونے سے پہلے ہے اور اس عالم تک بندے کی رسائی نفسانی بشریت کے منقطع ہونے کے مطابق

النفسانية وليس معنى الوصول الى الله تعالى من قبيل وصول الجسم الى الجسم
ولا العلم بالمعلوم ولا العقل بالمعقول ولا الوهم بالموهوم ٥ فمعنى الوصول
بقدر الانقطاع عن غيره بلا قرب ولا بعد ولا جهة ولا مقابلة ولا اتصال ولا
انفصال فسبحان من في ظهوره وخفائه تجليه واستتاره وفي معرفته
حكمة عظيمة فمن حصل ذلك المعنى في الدنيا وحاسب
نفسه قبل ان يحاسب فهو من المفلحين والا
فمستقبله عقوبات من عذاب القبر والحشر
والحساب والميزان والصراط وغير
ذلك من شدائد الآخرة

اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کے معنی جسم سے جسم کے ملنے کی طرح ہرگز نہیں اور نہ ہی علم کے معلوم کے ساتھ، اور عقل کے معقول کے ساتھ اور وہم کے موہوم کے ساتھ ہونے کی طرح ہے پس (اللہ سے) ملنے کا مطلب غیر خدا سے منقطع ہونے کے مطابق ہے جس میں نہ نزدیکی کا نہ دوری کا نہ سمت کا نہ روبرو ہونے کا نہ متصل ہونے کا اور نہ منفصل ہونے کا (کوئی تصور) ہے۔ پس اسکی وہ ذاتِ پاک ہے کہ جس کے ظاہر ہونے میں اور اس کے مخفی رہنے میں (بالترتیب) اس کی تجلّی ہے اور اس کی سربستگی ہے اور اسکی معرفت میں بڑی حکمت ہے تو جس نے دنیا میں اس مقصد کو حاصل کر لیا اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا قبل اس کے کہ اس کا حساب لیا جائے تو وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوا ورنہ پھر اس کے بعد آئندہ عذابِ قبر و حشر، حساب، میزان اور پلصراط وغیرہ جیسی آخرت کی سختیوں کا سامنا ہوگا۔

الفصل الحادی عشر

فی بیان السعادة والشقاوة

واعلم ان الناس لا یخلون من هذین القسمین وهما یوجدان فی انسان واحد فان غلبت جهة حسناته واخلاصه تبدلت جهة شقاوته الی السعادة یعنی تبدلت نفسانیته الی روحانیته واذا اتبع هواه انعکس الامر واذا استوت الجهتان فالرجاء الخیر کما قال الله تعالیٰ "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" (انعام ۱۶۰) فوضع المیزان لاجلهما لانه اذا تبدلت النفسانیة الی الروحانیة بالکلیة فلا حاجة الی المیزان فهو یجیٔ بغیر حساب فمن ترجحت حسناته دخل الجنة بلا عذاب کما قال الله تعالیٰ "فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة" (القارعة) ومن ترجحت سیئاته یعذب بقدر جنایته ثم یخرج من النار ان کان له ایمان ویدخل الجنة ومرادنا من السعادة و الشقاوة معنی الحسنات والسیئات کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "السعید قد یشقی والشقی قد یسعد" فاذا غلبت الحسنات یکون سعیدا واذا غلبت السیئات یکون شقیا فمن تاب وآمن وعمل صالحا یبدل شقاوته الی السعادة واما القدر فی الازل من السعادة والشقاوة لکل واحد جامع قال النبی صلی الله علیه وسلم "السعید سعید فی بطن امه والشقی شقی فی بطن امه" ولیس لاحد فیه بحث لانه من سر القدر ولا یجوز ان یحتج احد بسر القدر۔

قال صاحب تفسیر البخاری رضی الله عنه "لان کثیرا من الاسرار

گیارہویں فصل

"سعادت (نیکبختی) اور شقاوت (بدبختی) کے بیان میں"

اور جان لو کہ انسان ان دونوں قسم (کی باتوں) سے خالی نہیں اور وہ دونوں (باتیں) ایک ہی انسان میں پائی جاتی ہیں پس اگر اسکی نیکیوں اور اخلاص کی جہت غالب آجائے تو اسکی شقاوت بھی سعادت سے بدل جائے یعنی کہ اسکی نفسانیت اسکی روحانیت سے بدل جائے اور جب وہ اپنی خواہش کی پیروی کرے تو بات برعکس ہو جائے اور جب دونوں جہتیں برابر برابر ہوں تو بھلائی کی امید ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "جو ایک نیکی لائے تو اُسکے لئے اس جیسی دس ہیں" پس میزان ان دونوں کی خاطر بنایا گیا ہے تاکہ جب نفسانیت سب کی سب روحانیت سے تبدیل ہو جائے تو میزان کی ضرورت نہیں پس وہ حساب کے بغیر ہی جائے گا تو جس نے اپنی نیکیوں کو ترجیح دی وہ عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "تو جس کی تولیں بھاری ہوں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں" اور جس نے اپنی برائیوں کو ترجیح دی اس کو اس کے گناہ کے مطابق عذاب دیا جائے گا پھر آگ سے نکالا جائے گا اگر اس کے پاس ایمان ہو تو جنت میں داخل کیا جائے گا اور سعادت اور شقاوت سے ہماری مراد حسنات (نیک اعمال) اور سیّئات (بُرے اعمال) ہیں جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "وہ نیک شخص سے بھی برائی سرزد ہوتی ہے اور بُرا آدمی نیکی بھی کرتا ہے" پس جب نیکیاں غالب آئیں تو وہ نیک ہوگا اور جب برائیاں غالب ہو جائیں تو وہ بُرا ہوگا تو جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیا اسکی برائی نیکی سے بدل جاتی ہے۔ اور سعادت پر شقاوت کا جمع ہونا ازل سے ہر کسی تقدیر میں (لکھا) ہوا ہے فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "نیک شخص اپنی ماں کے شکم میں سے ہی نیک ہوتا ہے اور بُرا شخص اپنی ماں کے شکم میں سے ہی بُرا ہوتا ہے" اور اس کے بارے میں کسی کے متعلق بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تقدیر کا راز ہے اور تقدیر کے راز پر کسی کو بحث کرنا جائز نہیں۔ مؤلف تفسیر بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اسرار (رازوں) میں سے

يعلم ولا يتعلّق به" كشر القدر بان ابليس لعنة الله عليه وما يستحق امال امره فلعن بذالك وان آدم على نبيّنا وعليه افضل التحيّة والتسليم اضاف عصيانه الى نفسه فافلح ورحمه وفي الرواية ناجى بعض العارفين الٰهي انت قدرت وانت اردت وانت خلقت المعصية في نفسي فهتف به هاتف ياعبادي هذا شرط التوحيد فما شرط العبوديّة؟ فعاد فقال انا اخطأت وانا اذنبت وانا ظلمت نفسي فعاد الهاتف انا غفرت وانا عفوت وانا رحمت" وقد قالوا ان المراد بالامر في حديث بجميع العناصر التي يتولّد منها القوى البشريّة فبا التراب والماء ظهرت السعادة لانهما يحييان وينبتان العلم والايمان والتواضع في القلب واما النار والريح فبا العكس لانهما تحرقان وتميتان فسبحان من جمع بين هذه الاضداد في جسم واحد كما يجمع بين الماء والنار والظلمة والنور في السحاب كما قال الله تعالى "هو الذي يريكم البرق خوفا وطمعا وينشئ السحاب الثقال. رعد ١٢" سئل يحيى بن معاذ رحمة الله عليه "بما عرفت الله تعالى"؟ فقال "بجمع بين الاضداد" ولذالك كان الانسان نسخة ام الكتاب ومرآة الحق جلالاً وجمالاً ومجموعة الكون ويسمّى كونا جامعا وعالما اكبر لان الله تعالى خلقه بيديه اي بصفة القهر واللطف لان المرآة من جهتين يعني الكثافة واللطافة فيكون مظهر اسم الجامع بخلاف سائر الاشياء فانها خلقت بيد واحدة ٥ اما صفة اللطف فقط كالملائكة على نبيّنا وعليهم الصلوة والسلام هم مظهر اسم السبّوح والقدوس فقط واما صفة القهر كابليس عليه ما يستحق وذرّياته وهو مظهر اسم الجبّار ولذالك تجبّر وتكبّر عن السجدة لادم على نبيّنا

بہت سے ایسے ہیں جن سے واقفیت ہو جائے تو اس پر گفتگو نہیں کی جاتی جیسا کہ تقدیر کی برائی کہ ابلیس اس پر اللہ کی لعنت ہو کر اس نے اپنے معاملہ کو موڑا پس اسی وجہ سے اس پر لعنت فرمائی گئی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطیوں کی اضافت (نسبت) اپنے نفس کی طرف فرمائی پس وہ کامیاب رہے اور ان پر رحم کیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ بعض عارفان کرام نے اس طرح نجات مانگی "میرے معبود تو نے ہی اندازہ فرمایا اور تو نے ہی ارادہ فرمایا اور تو نے ہی میرے نفس میں گناہ کو پیدا فرمایا پس (غیب سے) پکارنے والے نے اس کو یوں ندا دی۔ اے میرے بندے! یہ تو توحید کی شرط ہے تو پس عبودیت کی یہ شرط نہیں پس اس نے پھر یوں عرض کی میں نے خطا کی اور میں نے گناہ کیا اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو (غیب سے) پکارنے والے کی دوبارہ آواز آئی میں نے بخشش عطا کی میں نے معافی دی میں نے مہربانی فرمائی" اور واضح باد کہ حدیث میں اُمّ (ماں) سے مراد جملہ عناصر ہیں کہ جس سے بشری قوتیں پیدا ہوتی ہیں پس مٹی اور پانی سعادت کے مظہر ہیں اسلئے کہ یہ دونوں علم، ایمان اور تواضع قلب کو زندہ کرتے اور اُگاتے ہیں اور آگ و ہوا اس کے برخلاف ہیں اسلئے کہ یہ دونوں جلانے والے اور مار ڈالنے والے ہیں پس پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے ایک ہی جسم میں ان دونوں اضداد کو جمع فرمایا جس طرح کہ بادلوں میں پانی اور آگ نیز تاریکی اور روشنی کو ایک ساتھ جمع فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے خوف کو اور امید کو اور بھاری بدلیاں اُٹھاتا ہے۔" یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا تو فرمایا ضدوں کے درمیان مجموعہ پایا اور اسی لئے انسان اُم الکتاب (قرآن) کا نسخہ ہے۔ اور جلال و جمال حق کا آئینہ ہے اور موجودات کا مجموعہ ہے اور اسی مجموعۂ موجودات کو عالم کبریٰ کا نام دیا گیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی (قدرت) کے دونوں ہاتھوں سے یعنی قہر اور مہربانی کی صفت کے ساتھ اس کو پیدا فرمایا اسلئے کہ آئینے کے دو رُخ یعنی کثافت اور لطافت ہوا کرتے ہیں جو اسم "جامع" کا نمونہ ہوتا ہے برخلاف تمام اشیاء کے جو کہ ایک ہی دستِ قدرت سے یعنی صرف لطف کی صفت سے پیدا فرمائے گئے جیسا کہ فرشتے علیہم صلوٰۃ و سلام ہو کہ وہ محض اسم "سبوح و قدوس" کے مظہر (نمونے) ہیں اور قہر کی صفت کہ اس سے ابلیس اور اس کی اولاد کو پیدا فرمایا جس کا وہ مستحق ہے اور وہ سب اسم "جبّار" کے مظہر ہیں اور اسی لئے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے خلاف جبر و تکبّر کا مظاہرہ کیا۔

وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَلَمَّا كَانَ الْاِنْسَانُ جَامِعًا لِلْخَوَاصِّ بِجَمِيْعِ الْكَائِنَاتِ عُلْوًا اَوْ سِفْلًا لَمْ يَخْلُوا الْاَنْبِيَاءُ مِنَ الزَّلَّةِ فَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَعْصُوْمُوْنَ مِنَ الْكَبَائِرِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ دُوْنَ الصَّغَائِرِ وَالْاَوْلِيَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَيْسُوْا بِمَعْصُوْمِيْنَ وَيَدْخُلُ الْاَوْلِيَاءُ مَحْفُوْظُوْنَ بَعْدَ كَمَالِ الْوِلَايَةِ.

قَالَ شَقِيْقُ الْبَلْخِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ "عَلَامَةُ السَّعَادَةِ خَمْسَةٌ لِيْنُ الْقَلْبِ وَكَثْرَةُ الْبُكَاءِ وَالزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا وَقَصْرُ الْاَمَلِ وَكَثْرَةُ الْحَيَاءِ وَعَلَامَةُ الشَّقَاوَةِ خَمْسٌ قَسْوَةُ الْقَلْبِ وَجُمُوْدُ الْعَيْنِ وَالرَّغْبَةُ فِي الدُّنْيَا وَطُوْلُ الْاَمَلِ وَقِلَّةُ الْحَيَاءِ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَامَةُ السَّعِيْدِ اَرْبَعٌ اِذَا ائْتُمِنَ عَدَلَ وَاِذَا عَاهَدَ وَفٰى وَاِذَا تَكَلَّمَ صَدَقَ وَاِذَا خَاصَمَ لَمْ يَشْتُمْ" وَعَلَامَةُ الشَّقِيِّ اَرْبَعٌ اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا عَاهَدَ خَالَفَ وَاِذَا تَكَلَّمَ كَذَبَ وَاِذَا خَاصَمَ شَتَمَ النَّاسَ وَلَا يَعْفُوْا عَنْهُمْ" قَالَ الرَّبُّ تَعَالٰى "فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ شوریٰ ۴۰" وَاعْلَمْ اَنَّ تَبَدُّلَ الشَّقَاوَةِ اِلَى السَّعَادَةِ وَعَكْسَهٗ يَكُوْنُ بِالتَّرْبِيَةِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَلٰكِنْ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ" وَالْحَدِيْثُ الشَّرِيْفُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ فِيْ كُلِّ اَحَدٍ قَابِلِيَّةَ السَّعَادَةِ وَالشَّقَاوَةِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُقَالَ هٰذَا الرَّجُلُ سَعِيْدٌ مَحْضٌ اَوْ شَقِيٌّ مَحْضٌ بَلْ يَجُوْزُ اَنْ يُقَالَ اِنَّهٗ سَعِيْدٌ اِنْ غَلَبَتْ حَسَنَاتُهٗ عَلٰى سَيِّئَاتِهٖ وَكَذَا عَكْسُهٗ وَمَنْ قَالَ غَيْرَ هٰذَا فَقَدْ ضَلَّ لِاَنَّهٗ اعْتَقَدَ اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِلَا عَمَلٍ وَتَوْبَةٍ اَوْ يَدْخُلُ النَّارَ بِلَا مَعْصِيَةٍ فَهٰذَا الْقَوْلُ خِلَافًا لِلنُّصُوْصِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَدَ الْجَنَّةَ لِاَهْلِ الصَّلَاحِ وَالنَّارَ لِاَهْلِ الْمَعَاصِيْ وَالشِّرْكِ وَالْكُفْرِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا. جاثیہ ۱۵" وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

پس انسان جب علوی وسفلی لحاظ سے جملہ کائنات کی صفات کا جامع ہوا تو انبیاء کرام بھی اس لغزش سے خالی نہیں ہونگے۔ پس بے شک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت و رسالت کے شرف کے بعد صغیرہ گناہوں کے علاوہ کبیرہ گناہوں سے بھی معصوم (پاک) ہوتے ہیں۔ اور اولیاء رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہوتے اور فرمایا گیا ہے کہ اولیاء کرام ولایت کا کمال حاصل کرنے کے بعد (کبیرہ گناہوں سے بھی) محفوظ ہو جاتے ہیں۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ نے فرمایا سعادت کی نشانیاں پانچ ہیں، دل کا نرم ہونا، زیادہ گریہ وزاری کرنا اور دنیا میں زہد کرنا، امیدوں کو مختصر کرنا اور حیاء کا زیادہ ہونا۔ اور شقاوت کی نشانیاں کل پانچ ہیں۔ قلب کا سخت ہونا، آنکھ کا ٹھہرنا (یعنی آنسوؤں کا خشک ہو جانا) اور دنیا میں دلچسپی لینا، امید طویل کرنا، حیا کا کم ہونا اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "نیک شخص کی چار علامات ہوتی ہیں۔ جب بھی امانت رکھے تو عدل کرے جب بھی وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب بھی بات کرے تو سچ بولے اور جب بھی لڑائی کرے تو گالی گلوچ نہ کرے اور برُے شخص کی چار علامات ہوتی ہیں کہ جب بھی امانت رکھے تو خیانت کرے، اور جب بھی وعدہ کرے تو توڑ دے اور جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب بھی لڑائی کرے تو لوگوں کو گالی گلوچ دے اور ان کو معاف نہ کرے۔" ارشادِ الٰہی ہے "تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔" اور جان لو کہ تربیت کے ذریعہ شقاوت، سعادت سے بدل جاتی ہے اور ایسا ہی اسکے برعکس ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ہر پیدا کئے جانے والا اسلام کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے باپ یہودی، نصرانی اور مجوسی ہوں اور حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک میں سعادت و شقاوت کی صلاحیت ہے لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں کہ یہ شخص بالکل نیک ہے یا بالکل بُرا ہے بلکہ یوں کہنا جائز ہے کہ وہ نیک ہے کیونکہ اسکی نیکیاں اسکی برائیوں پر غالب ہوئیں اور برعکس اسی طرح ہے اور جو اس کے مغائر کہے تو وہ گمراہ ہوگا اسلئے کہ وہ گویا اس عقیدہ کا حامل ہوا کہ لوگ عمل اور توبہ کے بغیر جنت میں داخل ہونگے یا کسی گناہ کے بغیر دوزخ میں داخل ہونگے۔ پس یہ قول تصوّف (کتاب وسنت) کے خلاف ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے صلاح والوں کیلئے جنت کا اور گناہ شرک وکفر والوں کیلئے آگ (دوزخ) کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو برائی کرے اپنے برے کو" اور ارشاد الٰہی ہے

"اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ. مومن ۱۷" وَقَالَ تَعَالٰی "وَاَنْ لَّیْسَ
لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی. وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی. نجم ۳۹-۴۰" وَقَالَ
تَعَالٰی "وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ. مزمل ۲۰"

▽

"آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی آج کسی پر زیادتی نہیں" اور ارشاد الٰہی ہے کہ "اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش کی اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی" اور ارشاد الٰہی ہے "اور اپنے لئے بھلائی آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے پاس بہتر پاؤ گے"
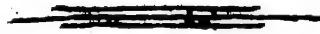
الفصل الثانی عشر

فی بیان الفقراء

انما سمی صوفیة لانهم کانوا یلبسون الصوف وقال بعضهم لانهم صفوا قلوبهم عما سوی الله تعالی" وقال بعضهم "لانهم قائمون یوم القیمة فی الصف الاول و هو عالم القربة" لان عالم الملك والملکوت والجبروت واللاهوت وهو عالم الحقیقة وکذا العلم اربعة علم الشریعة وعلم الطریقة وعلم المعرفة وعلم الحقیقة وکذا الروح اربعة الروح الجسمانی والروح الربانی والروح السلطانی و الروح القدسی وکذا التجلیات اربعة تجلی الانوار وتجلی الافعال وتجلی الصفات وتجلی الذات وکذا العقل اربعة العقل المعاشی والعقل العادی والعقل الروحانی والعقل الکلی والناس مقیدون لما فی مقابلة العلوم الاربعة المذکورة یعنی العلوم الاربعة والارواح والتجلیات والعقول فبعض الناس مقیدون الاولون بالعلم الاول وبالروح الاول وبالتجلی الاول وبالعقل الاول هم فی الجنة الاولی وهی جنة الماوی وبعضهم مقیدون فی الثانی وهم فی الجنة الثانیة وهی جنة النعیم وبعضهم مقیدون بالثالث وهم فی الجنة الثالثة وهی جنة الفردوس وقد غفلوا عن حقیقة الامر والفقراء العارفون من اهل التصوف نفدوا من کلها الی القربة ولا یتقیدون بشئ مما سوی الله تعالی کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "و هما حرامان علی اهل الله تعالی" وقال الله تعالی فی الحدیث القدسی "محبتی محبة الفقراء" وقال صلی الله علیه وسلم "الفقر فخری" والمراد من الفقر الفناء

بارھویں فصل

(فقراء کے بیان میں)

(فقراء کو) صوفیہ کا نام اسلئے دیا گیا ہے کہ وہ اُون کا لباس پہنا کرتے تھے اور لبعضوں نے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کے خیال سے صاف و پاک فرمالیا ہے اور لبعضوں نے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن یہ حضرات پہلی صف میں کھڑے ہونگے جو کہ عالم قرب ہے کیونکہ (عالم چار ہیں) عالم ملک، عالم ملکوت، عالم جبروت، اور عالم لاہوت جو کہ عالم حقیقت ہے اور اسی طرح علم چار ہیں علم شریعت، علم طریقت، علم معرفت اور علم حقیقت اور اسی طرح روح چار ہیں روح جسمانی، روح ربانی، روح سلطانی اور روح قدسی اور اسی طرح تجلیات چار ہیں تجلّی انوار، تجلّی افعال، تجلّی صفات اور تجلّی ذات اور اسی طرح عقل چار ہیں عقل معاشی، عقل عادی، عقل روحانی اور عقل کلّی اور لوگ ان مذکورہ چاروں علوم یعنی علوم، ارواح، تجلیات اور عقلوں کے مقابلے میں محدود ہیں پس بعض لوگ ان میں سے پہلے (علم) کے ساتھ یعنی علم اوّل، روح اول، تجلّی اول عقل اوّل کی حد تک محدود ہیں اور وہ سب جنت اول یعنی جنت الماویٰ میں ہیں اور بعض لوگ علم دوم کی حد تک محدود ہیں اور وہ سب جنّت دوّم یعنی جنت النعیم میں ہیں اور ان میں سے بعض علوم سوم کی حد تک محدود ہیں اور وہ سب جنت سوم یعنی جنّت الفردوس میں ہیں اور یہ لوگ بیشک حقیقت امر سے بے خبر ہے اور فقراء عارفین جو کہ صاحبانِ تصوّف ہیں قربِ خاص میں پوری طرح اس (حقیقت) کی تہہ کو پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ ہر چیز کی پابندی سے آزاد ہیں جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اور وہ دونوں (دنیا و آخرت) (جیسا کہ ساتویں فصل ص۸۷ پر ہے) اللہ والوں پر حرام ہے۔ اور حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے مجھے محبت فقراء سے محبت ہے اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے فقر میرے لئے موجب فخر ہے اور فقر سے مراد اللہ (کی ذات) میں اس طرح فنا"

فی اللہ لا یبقی فی نفسہ لنفسہ ولا یسع فی قلبہ غیر اللہ تعالیٰ وحبہ کما قال اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن" الذی صفّی قلبہ من الصفات البشریۃ وخلی عن الاغیار فوسع الحق جل جلالہ وعمّ نوالہ فی قلب بالعکس.

قال ابو یزید رحمہ اللہ لو ان العرش وما حولہ القی فی زاویۃ قلب العارف ما احس بہ" فمن احب ھؤلاء المحبین فھو معھم فی الآخرۃ وعلامۃ حبھم حب صحبتھم والاشتیاق الی اللہ تعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "طال شوق الابرار الی لقائی وانی لاشد شوقا الیھم" واما لباسھم علی ثلاثۃ اوجہ: صوف الغنم للمبتدی وصوف المعز للمتوسطین وصوف المرعز للمنتھین وھو صوف المرتع. قال صاحب **التفسیر المجمع** یلیق بالزھاد کل خشن من الملبوس والمطعوم والمشروب لانھم اھل الابتداء ویلیق بالعرفاء الواصلین کل لین منھا فعمل المبتدی متلون بالذمیمۃ وعمل المتوسط متلون بالالوان الحمیدۃ مثل نور الشریعۃ والطریقۃ والمعرفۃ فلباسھم متلون کذلک مثل البیاض والزرقۃ والخضرۃ وعمل المنتھی خال عن الالوان فکذلک لباسھم لا یقبل الالوان مثل السواد وھو علامۃ الفناء وھو نقاب نور معرفتھم کما ان اللیل نقاب نور الشمس وقد قال اللہ تعالیٰ "وجعلنا اللیل لباسا" وفیہ اشارۃ لطیفۃ لمن لہ لب وایضا یکون اھل القربۃ فی الدنیا فی سجن وغربۃ وغم وغصۃ ومحنۃ وشدۃ وظلمۃ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الدنیا سجن المؤمن" فیلیق بالظلمۃ لباس الظلمۃ وقد صح فی الحدیث "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

"لبس الاسود وتعمم بالعمامة السوداء" وهذا اللباس لباس البلاء ولباس المتعزين المتصيبين بفوت القابلية من المشاهدة والمكاشفة والمعاينة وبموت الحيوة الابدية مثل الشوق والعشق والارواح القدسية ومرتبة القربة والوصلة و هؤلاء من اعظم المصيبات. لابد من لباس المتعزين في مدة عمره لانه فاته بالمنفعة الاخروية. وكان المرأة التي مات زوجها امرها الله بلباس العزاء اربعة اشهر وعشرة ايام بفوت المنفعة الدنيوية فمدة عزاء المنفعة الاخروية غير متناهية كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "البلاء موكل على الانبياء ثم على الامثل فالامثل فان الانبياء عليهم الصلوة والسلام المخلصون على خطر عظيم" فهذا كله من صفة الفقر والفناء وفي الخبر الفقر سواد الوجه في الدارين معناه لا يقبل الالوان غير نور وجه الله تعالى والسواد بمنزلة خال على وجه جميل يزيد به حسن جماله وملاحته فاذا نظر اهل القربة الى ذلك الجمال باعينهم فبعد ذلك لا يقبل نورا غير نور وجه الله فلا ينظرون الى ما سوى الله بالمحبة بل يكون محبوبهم ومطلوبهم هو الله تعالى في الدارين ولا يقصدون غير الله لان الله تعالى خلق الانسان لمعرفته ووصلته فالواجب على الانسان ان يطلب

ما خلق لاجله في الدارين كيلا يضيع عمره
بما لا يعنيه ولا يندم ابدا بعد الموت
لتضيعه

سیاہ لباس زیب تن فرمایا اور سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا اور یہ بلا (مصیبت) کا لباس ہے اور سوگواروں اور مصیبت زدوں کا لباس ہے جو مشاہدہ مکاشفہ اور معائنہ کرنے کی صلاحیت کی روشنی کے ساتھ اور عشق اور ارواح قدسی اور مرتبۂ قرب خاص و وصال جیسی ابدی زندگی کی موت کے ساتھ ہے اور یہ سب بڑی مصیبتوں سے ہیں اور اس کے لئے عمر بھر سوگواری کا (ماتمی) لباس پہننا لازمی ہے اسلئے کہ یہ اُخروی فائدوں پر ایک آفت ہے۔ جیسا کہ ایسی عورت کو جس کا کہ شوہر مر گیا ہو۔ دنیوی منفعت کے فوت ہو جانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسکو چار ماہ دس دن تک تعزیتی (ماتمی) لباس پہننے کا حکم دیا ہے پس اُخروی منفعت (کے فوت ہو جانے) کے ماتم کی مدت ایسی ہے کہ اسکی انتہا نہیں جبکہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "انبیاء کرام کو آزمائشوں میں مبتلا فرمایا گیا پھر انکے بعد ان میں جو جتنا زیادہ درجے کا ہوا اس پر اتنی ہی سخت آزمائش ڈالی گئی پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہیں بڑے خطرے سے دوچار ہیں" تو یہ سب فقر و غنا کی صفت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ فقر، دنیا و آخرت میں روسیاہی کا نام ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ (فقر) اللہ تعالیٰ کے نورِ ذات کے سوا کسی دوسرے رنگ کو قبول نہیں کرتا اور سیاہی اس تِل کی طرح ہے جو کسی خوبصورت چہرہ پر واقع ہو کہ جس سے اسکے جمال کے حسن و ملاحت میں اضافہ ہوتا ہے پس مقربانِ خدا جب اس جمال کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لیں تو اسکے بعد اللہ کے نورِ ذات کے سوائے دوسرے کسی نور کو وہ قبول ہی نہیں کرتے۔ پس اللہ کے سوائے کسی کو بھی محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ دارین میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محبوب و مطلوب ہوتا ہے اور اللہ کے سوا ان کا کوئی دوسرا مقصد نہیں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت اور اپنے قرب خاص کیلئے پیدا فرمایا۔ تو انسان پر واجب ہے کہ وہ اسی کو طلب کرے جس کے واسطے دارین میں اس کو پیدا کیا گیا تاکہ اس کی عمر ضائع اور بے معنیٰ نہ ہو جائے اور اس کے ضائع ہو جانے پر موت کے بعد ہمیشہ کیلئے پشیمان ہونا نہ پڑے۔

الفصل الثالث عشر

في بيان الطهارة

فالطهارة على نوعين طهارة الظاهر وطهارة الباطن اما طهارة الظاهر فبماء الشريعة واما طهارة الباطن فبا التوبة والتلقين والتصفية وسلوك الطريق فاذا انتقض وضوء الشريعة بخروج النجس يجب تجديد الوضوء كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "من جدد الوضوء جدد الله ايمانه تجديدا" فاذا انتقض وضوء الباطن بالافعال الذميمة والاخلاق الرديئة كالكبر والحقد والحسد والعجب والغيبة والكذب والخيانة يعني خيانة العين واليد والرجل والاذن كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "العينان تزنيان والاذنان تزنيان الى اخر الحديث" فتجديده باخلاص التوبة عن هذه المفسدات وتجديد الانابة بالندم والاستغفار وقمعها من الباطن فينبغي للعارف ان يحفظ توبته من هذه الآفات فتكون صلوته تامة قال الله تعالى "هذا ما توعدون لكل اواب حفيظ. ق ۳۲" فوضوء الظاهر موقت ووضوء الباطن وصلوته مؤبد في جميع عمره في كل يوم وليلة متصلة ٥

تیرھویں فصل

(طہارت کے بیان میں)

طہارت دو قسم پہ ہے (ایک) طہارتِ ظاہری اور (دوسری) طہارتِ باطنی، طہارتِ ظاہری وہ ہے جو کہ شریعت کے پانی کے ساتھ (حاصل) ہو اور طہارتِ باطنی تو وہ جو توبہ و تلقین، پاکیزگی اور سلوکِ طریقت کے ساتھ (حاصل) ہو، پس جب نجاست خارج ہو جانے کے باعث شرعی وضو ٹوٹ جائے تو تازہ وضو بنانا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جس نے تازہ وضو بنایا اللہ نے اس کے ایمان کو تازگی بخشی"۔ پس جب غرور، کینہ، حسد، گھمنڈ، غیبت، جھوٹ اور خیانت یعنی آنکھ، ہاتھ پاؤں اور کان کی خیانت جیسے برے افعال اور گرے ہوئے اخلاق کے باعث باطن کا وضو ٹوٹ جائے۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں کان زنا کرتے ہیں آخر حدیث تک"، تو اخلاص کے ساتھ ان مفسدات سے توبہ کے ذریعہ اور انکی باطنی خلاف ورزیوں پہ ندامت اور استغفار کے ساتھ رجوعِ خدا ہوتے ہوئے اور باطن سے ان (مفسدات) کے قلع قمع کے ذریعہ اس (باطنی وضو) کی تجدید کرے پس عارف کو چاہیئے کہ آفتوں سے اپنی توبہ کی حفاظت کرے تاکہ اس کی نماز مکمل ہو جائے۔ ارشادِ الٰہی یہ ہے "وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہو ہر رجوع کرنے والے نگہداشت والے کیلئے"۔ پس ظاہری وضو وقتیہ (عارضی) ہے اور باطنی وضو اور اس کی نماز عمر بھر ہر شب و روز میں بلا وقفہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

الفصل الرابع عشر

في بيان صلوٰة الشريعة والطريقة

اما صلوٰة الشريعة فقد علمت من هذه الاية الكريمة "حٰفظوا على الصلوٰت والصلوٰة الوسطى وقوموا لله قانتين. بقرہ ۲۳۸" والمراد منها اركان الجوارح الظاهرة بالحركة الجسمانية مثل القيام والقراءة والركوع والسجود والقعود والصوت والاخفاء ومجيء "حٰفظوا" ب "على" لفضل الجمع واما صلوٰة الطريقة فهي صلوٰة القلب وهي مؤبدة فقد علمت من هذه يعني قوله تعالى "والصلوٰة الوسطى" ان المراد بالصلوٰة الوسطى صلوٰة القلب لان القلب خلق في وسط الجسد بين اليمين والشمال وبين العلوي والسفلي وبين السعادة والشقاوة كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "القلب بين اصبعين من اصابع الرحمٰن يقلبها كيف يشاء" والمراد من اصبعين صفة اللطف والقهر لان الله سبحانه وتعالى منزه من الاصابع فبدليل هذه الاية والحديث يعلم ان الصلوٰة الوسطى صلوٰة القلب فاذا غفل عن صلوٰته فسدت صلوٰته كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "لا صلوٰة الا بحضور القلب" لان المصلي يناجي ربه ومحل المناجاة القلب فاذا غفل القلب بطلت صلوٰة الجوارح لان القلب اصل والبواقي تابعة له كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "ان في جسد بني ادم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وهي القلب" وصلوٰة الشريعة موقتة في كل يوم وليلة خمس مرات والسنة

المؤكدة

المؤكدة ان تصلى فى المسجد بالجماعة متوجها الى الكعبة وتابعا للامام بلا رياء ولا سمعة واما صلوة الطريقة فهى مؤبدة فى عمره و مسجدها القلب وجماعتها اجتماع القوى الباطن على الاشتغال باسماء التوحيد بلسان الباطن وامامها الشوق فى الفؤاد وقبلتها الحضرة الاحدية والجمال الصمدى وهى قبلة الحقيقة والقلب والروح مشغولان بهذه الصلوة على الدوام والقلب لا ينام ولا يموت وهو مشغول بحياة القلب بلا صورة ولا قيام ولا قعود فهو مخاطب الله بقوله "اياك نعبد واياك نستعين. فاتحه" متابعا للنبى صلى الله عليه وسلم ٥

قال القاضى فى تفسير هذه الاية اشارة الى العارف وانتقاله من حالة الغيبة الى الحضرة فاستحق مثل هذا الخطاب كما قال النبى صلى الله عليه وسلم "الانبياء يصلون فى قبورهم كما يصلون فى بيوتهم" اى مشغولون بالله ومناجاته لحياة قلوبهم فاذا اجتمعت صلوة الشريعة والطريقة ظاهرا وباطنا فقد تمت الصلوة يعنى تكون صلوة تامة واجره عظيم فى القربة بروحانيته والدرجة بالجسمانية فيكون هذا الرجل عابدا فى الظاهر و عارفا فى الباطن واذا لم تحصل صلوة الطريقة بحياة القلب فهو ناقص واجره من الدرجة لا يكون من القربة ٥

اور مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا سُنت موکدہ ہے اس طرح کہ کعبہ کی جانب اپنا مُنہ کرے، اور امام کے تابع رہے جو دکھانے یا سُنانے کیلئے ہرگز نہ ہو۔ اور طریقت کی نماز تو دائمی عمر بھر کیلئے ہے اور اسکی مسجد قلب ہے اور اس کی جماعت باطن کی زبان کے ذریعہ اسماء توحید کے ذکر میں مشغول ہو کر باطنی قوتوں کا ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ اور اس کا امام دلی شوق ہے اور اس کا قبلہ احدیت کا سامنا اور صمدیت کا دیدار ہے اور یہی حقیقت کا قبلہ ہے اور قلب و روح اسی نماز میں ہمیشہ کے لئے مشغول ہیں اور قلب نہ سوتا ہے اور نہ مرتا ہے اور وہ قلب کی زندگی کے ساتھ کسی صورت کسی قیام اور کسی قعود کے بغیر ہی مشغول ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے وہ اللہ سے اسی کے اس ارشاد کے ساتھ مخاطب ہے کہ "ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔"

قاضی (عیاض رحمۃ اللہ علیہ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ (اس آیت میں) عارف کی طرف اور اس کے غیب سے حضوری کی حالت میں منتقل ہونے کی طرف اشارہ ہے تو وہ اس جیسے خطاب کا مستحق ہوا جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "انبیاء کرام اپنی قبروں میں ایسا ہی نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں" یعنی اپنے قلوب کو زندہ رکھنے کی خاطر اللہ کی اور اس سے مناجات کرنے کی جانب منہمک ہیں۔ پس جب ظاہری اور باطنی طور پر شریعت اور طریقت کی نمازیں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو نماز بے شک تمام ہوئی یعنی نماز مکمل ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب عظیم، روحانی قرب خاص اور جسمانی درجات ہیں پس یہ شخص ظاہر میں ایک عابد اور باطن میں ایک عارف ہوتا ہے۔ اور جب قلب کی زندگی کے ساتھ طریقت کی نماز حاصل نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور اس کا اجر درجہ (ثواب) کی حد تک ہے قرب خاص سے وہ ہمکنار نہیں ہوتا۔

الفصل الخامس عشر

فی بیان طہارۃ المعرفۃ فی عالم التجرید

(طہارۃ المعرفۃ) علی نوعین طہارۃ معرفۃ الصفات وطہارۃ معرفۃ الذات فطہارۃ معرفۃ الذات لا تحصل الا بالتلقین وتصفیۃ مرآۃ القلب بالاسماء من النقوش البشریۃ والحیوانیۃ فیصفو القلب وتحصل النظر بعین القلب من نور اللہ لینظر بنور الصفات ای عکس جمال اللہ تعالیٰ فی مرآۃ القلب کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "المؤمن ینظر بنور اللہ تعالیٰ والمؤمن مرآۃ المؤمن" وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام "العالم ینقش والعارف یصقل" واذا تمت التصفیۃ بملازمۃ الاسماء حصلت معرفۃ الصفات بمشاھدتہا فی مرآۃ القلب واما طہارۃ معرفۃ الذات فی السر لا تحصل الا بملازمۃ اسماء التوحید الاخیرۃ من الاسماء الاثنی عشریۃ فی عین السر بنور التوحید فاذا تجلی انوار الذات ذابت وفنیت بالکلیۃ فہذا مقام الاستہلاک وفناء بالفناء وھذا التجلی یمحو جمیع الانوار کما قال اللہ تعالیٰ "کل شیء ھالک الا وجھہ۔ قصص ۸۸" (مر تفسیرہ) فتبقی الروح القدسی ناظرا الیہ بہ منہ معہ فیہ لہ بلا کیفیۃ ولا تشبیہ لان اللہ سبحانہ وتعالیٰ "لیس کمثلہ شیء۔ شوریٰ ۱۱" فتبقی النور المطلق محضا ولا یمکن الاخبار عما وراء ذلک لانہ عالم المحو فلا یبقی ثمۃ عقل یخبر عنہ ولا ثمۃ غیر اللہ تعالیٰ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لی مع اللہ وقت (مستمر) لا یسع فیہ ملک مقرب ولا نبی

پندرہویں فصل

(عالم تجرید میں معرفت کی طہارت کے بیان میں)

یہ معرفت کی طہارت) دو قسم پر ہے (ایک) معرفت صفات کی طہارت اور (دوسری) معرفت ذات کی طہارت پس معرفت ذات کی طہارت تلقین کرنے اور اسماء کے ذریعہ آئینہ قلب کو بشری و حیوانی نقوش سے پاک صاف کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی پس قلب جلا پاتا ہے اور دل کی آنکھ کو اللہ کے نور سے بینائی نصیب ہوتی ہے تاکہ صفات کی روشنی یعنی اللہ تعالیٰ کے عکس جمال کا دل کے آئینہ میں نظارہ ہو۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور (ایک) مومن (دوسرے) مومن کا آئینہ ہے" اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "عالم نقاشی کرتا ہے اور عارف صیقل گری کرتا ہے"۔ اور جب اسماء کے دائمی ذکر کے ذریعہ پوری پاکیزگی حاصل ہو جائے تو دل کے آئینہ میں اس کے مشاہدہ کے ذریعہ صفات کی معرفت حاصل ہو جائے گی لیکن معرفت ذات کی طہارت کا مقام سر (باطن) ہے جو اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ باطنی آنکھ میں توحید کے نور کے ساتھ بارہ (۱۲) اسماء میں سے آخیر اسماء توحید کے دائمی ذکر پر پابندی نہ کی جائے۔ پس جب انوار ذات کی تجلّی ظاہر ہوتی ہے تو وہ (بشریت) بالکل معدوم اور فنا ہو جائے گی پس یہ استہلاک (فنا) اور فناء فنا کا مقام ہے اور یہ تجلّی جملہ انوار کو مٹا دیتی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "وہ اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے" (اسکی تفسیر گذر چکی) پس روح قدسی باقی رہے گی جو اس کی طرف اسکے ذریعہ اس سے اسکے ساتھ اور اس میں اور اس کیلئے دیکھتی رہے گی جسکی کوئی کیفیت نہیں اور جسکی کوئی تشبیہ نہیں اسلئے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ (کی ایسی شان ہے) کہ کوئی شئے اس (اللہ) کے مثل ہرگز نہیں پس محض نور مطلق باقی رہا اور جو کچھ اس کے ارد گرد ہے اسکی اطلاع دینا ممکن نہیں اسلئے کہ وہ عالم محو (فنا) ہے۔ پس وہاں نہ تو عقل باقی رہتی ہے اور نہ ہی کوئی غیر خدا کہ اس کا حال بیان کر سکے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "میرے لئے اللہ کی خلوت (و استمرار) ہے کہ جس میں

موصل" فهذا عالم التجرید من غیر الله تعالی کما قال الله تعالی
فی الحدیث القدسی "تجوع ترانی تجرد تصل" والمراد من
التجرد فناء الکل من الصفات البشریة فیبقی
فی عالمه بصفة الله کما قال النبی
صلی الله علیه وسلم "تخلقوا
باخلاق الله" یعنی اتصفوا
بصفات الله ٥

نہ تو کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہے، اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی تو یہ غیر خدا سے تجرید تنہا ہو جانے کا عالم ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے "تو جو کا ہو گا تو مجھے دیکھے گا، تجرد حاصل کرے گا تو وصال پائے گا۔" اور تجرد سے مراد بشری صفات کا بالکلیہ فنا ہو جانا ہے پس اللہ کی صفت سے متصف ہو کر اسی کے عالم میں بقا حاصل کرلیتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اللہ کے اخلاق سے اپنے اخلاق کو آراستہ کرو یعنی صفاتِ الٰہی سے متصف ہو جاؤ۔"

الفصل السادس عشر

في بيان زكوة الشريعة والطريقة

فزكوة الشريعة فهي ان تعطي من كسب الدنيا الى مصارفه موقتة معينة في كل سنة مرة واحدة من نصاب معين واما زكوة الطريقة فهي ان تعطي من كسب الآخرة كله في سبيل الله تعالى الى فقراء الدنيا والمساكين الاخروية والزكوة سميت صدقة تصل الى يد الله تعالى قبل ان تصل الى يد الفقراء والمراد منه قبول الله تعالى لان الله تعالى منزه عن اليد وزكوة الطريقة فهي مؤبدة وهو ان يعطي ثواب الآخرة للعاصين لرضاء الله تعالى فيغفر الله تعالى لهم بسبب ذلك الثواب مثل ثواب الصلوة والصوم والزكوة والحج وثواب التسبيح والتهليل وثواب تلاوة القرآن وثواب السخاوة وغير ذلك من الحسنات فلا يبقى لنفسه شيء من ثواب حسناته فتبقى نفسه مفلسة فالله سبحانه وتعالى يحب السخاوة والافلاس كما قال النبي صلى الله عليه وسلم "المفلس في امان الله في الدارين" فالعبد وما في يده كان لمولاه اذا كان يوم القيامة اعطى الله تعالى لكل حسنة عشر امثالها وفي معنى الزكوة ايضا تزكية القلب من صفات النفس كما قال الله تعالى "من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له اضعافا كثيرة. بقره ٢٤٥" والمراد من القرض ان يعطي ما له من الحسنات في سبيل الله تعالى احسانا الى خلقه لوجهه شفقة بلا منة كما قال الله تعالى "لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والاذى. بقره ٢٦٤" ولا طلب عوضا في الدنيا وهذا من قسم الانفاق في سبيل الله كما قال الله تعالى "لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون. آل عمران ٩٢"

سولھویں فصل

(شریعت اور طریقت کی زکوٰۃ کے بیان میں)

پس شریعت کی زکوٰۃ وہ ہے کہ دنیاوی کمائی میں سے سال میں ایک مرتبہ مقررہ نصاب کے بموجب اسکے مصارف (مستحقین) کو ادا کی جائے جو وقتیہ اور معین ہے اور لیکن طریقت کی زکوٰۃ وہ ہے جو خدا کی راہ میں سب کی سب آخرت کی کمائی سے دنیا کے فقراء اور آخرت کے مساکین کو ادا کی جاتی ہے۔ اور زکوٰۃ جس کو صدقے کا نام دیا گیا ہے وہ فقیروں کے ہاتھ تک پہنچنے سے پہلے خدا کے دستِ قدرت تک رسائی کر لیتا ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبولیت حاصل کرتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ سے پاک وصاف ہے اور طریقت کی زکوٰۃ تو دائمی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے گنہگاروں کو آخرت کا ثواب عطا کرنا پس اللہ تعالیٰ اس ثواب کے سبب انہیں معرفت عطا فرماتا ہے جو کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تسبیح و تہلیل، تلاوت قرآن اور سخاوت وغیرہ نیکیوں کے ثواب کی طرح ہے پس اپنی نیکیوں سے اسکے نفس کے لئے ثواب باقی نہیں رہتا پس اس کا نفس بالکل مفلس ہو جاتا ہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سخاوت اور افلاس کو پسند فرماتا ہے چنانچہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "دارین (دنیا و آخرت) میں ایک مفلس اللہ کی امان میں ہوتا ہے" پس ایک بندہ اور جو کچھ بھی اسکے ہاتھ (اختیار) میں ہے سب اسکے مولیٰ کیلئے ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر ایک نیکی کیلئے اس جیسی دس نیکیاں عطا فرمائے گا اور زکوٰۃ کے معنی نفس کی صفات سے قلب کی پاکیزگی بھی ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "وہ کوئی جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تو اللہ کیلئے کئی گنا بڑھا دے" اور قرض سے مراد وہ مال دنیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسکی ذات اور اسکی محبت کی خاطر اپنی نیکیوں کے ذریعہ بہتر طریقہ پر اسکی مخلوق کو احسان جتائے بغیر دیا جائے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "تم اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان جتا کر اور ایذا دے کر" دنیا میں کوئی بدلہ طلب نہ کرے اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جبتک تم اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

الفصل السابع عشر

في بيان صوم الشريعة والطريقة

فصوم الشريعة ان يمسك من الماكولات والمشروبات ومن وقع النساء في النهار واما صوم الطريقة فهو ان يمسك جميع اعضائه من المحرمات والنواهي والذمائم مثل العجب والكبر والبخل وغير ذلك ظاهرا وباطنا فكلها يبطل صوم الطريقة فصوم الشريعة موقت وصوم الطريقة مؤبد في جميع عمره فلذالك قال صلى الله عليه وسلم "ورب صائم ليس له من صيامه الا العطش والجوع" فلذلك قيل كم من صائم مفطر وكم من مفطر صائم اي يمسك اعضاءه عن الاثام وايذاء الناس بالجوارح كما قال الله تعالى في الحديث "الصوم لي وانا اجزي به" وكما قال صلى الله عليه وسلم "للصائم فرحتان فرحة عند الافطار وفرحة عند رؤية جمال الله تعالى" قال اهل الشريعة المراد من الافطار الاكل والشرب عند غروب الشمس ومن الرؤية رؤية الهلال في ليلة العيد وقال اهل الطريقة الافطار الاكل عند دخول الجنة مما فيها من النعم وفرحة عند الرؤية اي عند لقاء الله تعالى يوم القيمة بنظر السر معاينة واما صوم الحقيقة فهو امساك الفؤاد عن محبة ما سوى الله تعالى وامساك السر عن محبة مشاهدة غير الله كما قال الله تعالى في الحديث القدسي "الانسان سري وانا سره" والسر من نور الله تعالى فلا يميل الى غير الله تعالى وليس له سواه محبوب ومرغوب ومطلوب في الدنيا والاخرة فاذا وقع فيه محبة غير الله تعالى فسد صوم الحقيقة فله قضاء صومه وهو ان يرجع الى الله تعالى ولقائه وجزاء هذا الصوم لقاء الله تعالى في الاخرة ۝

سترھویں فصل

(شریعت اور طریقت کے روزہ کے بیان میں)

پس شریعت کا روزہ یہ ہے کہ دن میں کھانے پینے کی چیزوں اور عورتوں کی مباشرت سے رکے رہے اور لیکن طریقت کا روزہ یہ ہے کہ جملہ اعضاء کو ان کے محرکات اور ممنوعات اور برائیوں مثلاً گھمنڈ، غرور، کنجوسی اور ایسی ہی دوسری برائیوں سے ظاہری اور باطنی طور پر باز رہے کہ یہ ساری باتیں طریقت کے روزہ کو باطل کردیتی ہیں تو شریعت کا روزہ وقتیہ معین (عارضی) ہے۔ اور طریقت کا روزہ اس کی عمر بھر کیلئے دائمی (مستقل) ہے پس اسی لئے فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اکثر روزہ دار کو اسکے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ملتا"۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ جو افطار کرنے (روزہ کھولنے) والے ہیں اور کتنے ایسے افطار کرنے (روزہ کھولنے) والے ہیں جو (حقیقی) روزہ دار ہیں یعنی (جو) اپنے اعضاء کو گناہوں سے اور جوارح کو لوگوں کی ایذا رسانی سے باز رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث (قدسی) میں ارشاد الٰہی ہے "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا"۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور (دوسری) اللہ کے جمال کے دیدار کے وقت" اہل شریعت نے فرمایا ہے کہ افطار سے مراد غروب آفتاب پر کھانا اور پینا ہے اور رویت سے مراد عید کی شب چاند کا دیکھنا ہے اور اہل طریقت نے فرمایا ہے کہ افطار سے مراد جنت میں داخل ہونے کے وقت اس میں کی نعمتوں سے افطار کرنا ہے اور رویت کے وقت کی خوشی سے مراد قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کی ملاقات کے وقت راز کی آنکھوں سے دیدار کرنا ہے لیکن حقیقت کا روزہ تو بس غیر اللہ کی محبت سے دل کو روکے رکھنا اور باطن کو غیر اللہ کے مشاہدہ کی محبت سے باز رکھنا ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے "انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں" اور راز اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے پس اللہ کے سوا وہ کسی دوسرے کی جانب مائل نہیں ہوتا اور اسکا دنیا و آخرت میں اس (اللہ) کے سوا کوئی دوسرا محبوب، مرغوب اور مطلوب نہیں ہے پس جب اسمیں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی محبت واقع ہوتی تو حقیقت کا روزہ ٹوٹ گیا پس اسکے لئے اس کے روزہ کی قضا ہے اور وہ یہ کہ اللہ اور اس کے دیدار کی جانب رجوع کرے اور جس کی جزا آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے۔

الفصل الثامن عشر

فی بیان حج الشریعة وحج الطریقة

فحج الشریعة لبیت الله تعالی بشرطه وارکانه حتی یحصل ثواب الحج فاذا نقص بشیء من شرائطه نقص ثواب الحج لان الله تعالی امرنا باتمام الحج بقوله تعالی "واتموا الحج والعمرة لله. بقرہ ۱۹۶" فمن شرائطه الاحرام اولا ثم دخول مکة ثم طواف القدوم ثم الوقوف بعرفة ثم الوقوف بمزدلفة ثم ذبح الاضحیة فی منی ثم دخول الحرم ثم طواف الکعبة سبعة اشواط ثم شرب ماء زمزم ثم یصلی رکعتین للطواف مقام ابراهیم علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام ثم یحل ما حرم الله تعالی علیه من الصید ونحوه فجزاء هذا الحج العتق من الجحیم والامن من القهر کما قال الله تعالی "ومن دخله کان امنا. بقرہ ۹۷" ثم طواف الصدر ثم الرجوع الی وطنه واما بیان حج الطریقة فزاده وراحلته اولا المیل الی صاحب التلقین واخذه منه ثم ملازمة الذکر باللسان وملاحظة معناه حتی یحصل حیاة القلب له ثم یشتغل بذکر الباطن حتی یصفیه بملازمة اسماء الصفات فتظهر کعبة السر بانوار الصفات کما امر الله تعالی ابراهیم واسمعیل علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء افضل الصلوة والسلام بتطهیر الکعبة اولا فقال تعالی "وعهدنا الی ابراهیم واسمعیل ان طهرا بیتی للطائفین. بقرہ ۱۲۵" فکعبة الظاهر تطهیرها للطائفین من المخلوقات وکعبة الباطن تطهیرها لنظر الخالق مما اخذ هذه التطهیر مما سواه ثم احرم بنور الروح القدسی ثم دخل کعبة القلب ثم طاف طواف القدوم بملازمة الاسم الثانی

اٹھارویں فصل

(شریعت اور طریقت کے حج کے بیان میں)

پس شریعت کا حج اسکی شرط اور ارکان کے ساتھ بیت اللہ کیلئے ہے یہاں تک کہ حج کا ثواب حاصل ہو جائے پس جب شرائط میں سے کوئی بھی شرط ناقص ہو جائے تو حج کے ثواب میں کمی ہوگئی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حج پورا کرنے کا حکم فرمایا بموجب ارشادِ الٰہی "اور حج اور عمرہ اللہ کیلئے پورا کرو" پس شرائط میں سے سب سے اوّل احرام ہے پھر مکہ میں داخل ہونا پھر طواف قدوم پھر عرفات میں ٹھہرنا پھر مزدلفہ میں ٹھہرنا پھر منیٰ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا پھر حرم میں داخل ہونا پھر کعبہ کا سات چکروں میں طواف کرنا پھر آب زم زم پینا پھر مقام ابراہیم علیہ السلام میں دوگانہ طواف ادا کرنا پھر تمکار اور ایسی ہی باتیں حلال ہو جاتی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے (حالت احرام میں) حرام فرمایا تھا پس اس حج کی جزاء دوزخ سے آزادی اور (اللہ کے) قہر سے امان ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور جو اس میں داخل ہوا امن میں ہوگیا" پھر طواف صدر کرنا پھر وطن کو واپس ہونا اور لیکن طریقت کے حج کا بیان کہ اس کا سامانِ سفر اور اسکی سواری کا جانور پہلے یہ ہے کہ کسی صاحب تلقین (پیر و مرشد) کی طرف توجہ کرے اور اس سے (تلقین) حاصل کرے پھر زبان کے ذکر دائمی پر پابندی کرنا اور اسکے معنیٰ (مقصد) کا ملاحظہ کرنا یہاں تک کہ اسکے ذریعہ قلب کی زندگی حاصل ہو جائے پھر باطن کے ذکر میں مشغول ہو یہاں تک کہ اسماء صفات کے ذکر دائمی پر پابندی کے ذریعہ اس (قلب) کو پاکیزہ بنائے تو صفاتِ الٰہی کے انوار کے ساتھ باطن کا کعبہ ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کو (ہمارے نبیوں پر اور جملہ انبیاء پر افضل درود و سلام ہو) پہلے کعبہ پاک و صاف کرنے کیلئے حکم فرمایا چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے "اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف والوں کیلئے خوب ستھرا کرو" پس ظاہری کعبہ وہ ہے جس کا پاک و صاف کرنا مخلوقات میں سے طواف کرنے والوں کیلئے ہے اور باطن کا کعبہ وہ ہے کہ جسکو خالق کی ایک نگاہ سے ایسی پاکی و صفائی ملے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے ایسی پاکی حاصل ہی نہ ہو سکے پھر روحِ قدسی کا احرام پہنے پھر قلب کے کعبہ میں داخل ہو پھر اسم دوّم کے دائمی ذکر کے ذریعہ طوافِ قدوم کرے۔

ثم ذهب الی عرفات القلب وهی موضع المناجاة فوقف بملازمة الاسم الثالث و الرابع ثم ذهب الی مزدلفة الفؤاد وجمع بین الاسم الخامس والسادس ثم ذهب الی منی السر وهو ما بین الحرمین توقف بینهما ثم ذبح النفس المطمئنة بملازمة الاسم السابع لانه اسم الفناء ورافع حجاب الکفر کما قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم "الکفر والایمان مقامان من وراء العرش وهما حجابان بین العبد وبین الحق تعالی احدهما اسود والثانی ابیض" ثم حلق رأس الروح من الصفات البشریة بملازمة الاسم الثامن ثم دخل حرم السر بملازمة الاسم التاسع ثم وصل رؤیة العاکفین واعتکف فی بساط القربة والانس بملازمة الاسم العاشر ثم رأی جمال الصمدیة بلا کیف ولا تشبیه ثم طاف سبعة اشواط بملازمة الاسم الحادی عشر ومعه ستة اسماء من الفروعات ثم یشرب من ید القدرة کما قال اللہ تعالی "وسقاهم ربهم شرابا طهورا. دہر ۲۱" بقدح الاسم الثانی عشر ثم یرفع برقع الوجه الباقی المقدس فینظر الیه بنوره وهذا معنی قوله تعالی "ما لا عین رأت" یعنی لقاء اللہ تعالی "ولا اذن سمعت" یعنی کلام اللہ بلا واسطة الحروف والصوت "ولا خطر علی قلب بشر" یعنی ذوق الرؤیة والخطاب ثم حلل ما حرم اللہ تعالی بتبدیل السیئات الی الحسنات بتکرار اسماء التوحید کما قال اللہ تعالی "من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتهم حسنات. فرقان ۷۰" ثم العتق من التصرفات النفسانیة ثم الامن من الخوف والحزن کما قال اللہ تعالی "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون. یونس ۶۲" بفضله وکرمه ٥

پھر قلب کے عرفات کی طرف جائے اور وہ مناجات کا مقام ہے تب تیسرے اور چوتھے اسم کے دائمی ذکر کے ذریعے ٹھہرے پھر دل کے مزدلفہ کی طرف جائے اور پانچویں اور چھٹے اسم کو جمع کرے پھر باطن کے منیٰ کی طرف جائے اور وہ دونوں حرم کے درمیان ہے پس ان دونوں کے بیچ ٹھہرے پھر ساتویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ نفس مطمئنہ کو ذبح کرے اسلئے کہ وہ اسم فنا والا اور کفر کا حجاب اٹھانے والا ہے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "کفر اور ایمان عرش کے اطراف دو مقامات ہیں اور وہ دونوں بندے اور حق تعالیٰ کے بیچ دو حجابات (پردے) ہیں ان دونوں میں سے ایک (حجاب) سیاہ رنگ کا ہے اور دوسرا سفید" پھر آٹھویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ بشری صفات سے روح کے سر کا حلق (سر کے بال منڈوانا) کرے پھر نویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ باطن کے حرم میں داخل ہو پھر اعتکاف کرنے والوں کو دیکھے اور دسویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ قرب وانس کے مقام میں اعتکاف کرے پھر کسی کیفیت یا کسی تشبیہ کے بغیر جمالِ صمدیت کا دیدار کرے پھر گیارھویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ سات چکروں میں طواف کرے اور اسی کے ساتھ سات اسماء فروعات ہیں۔ پھر بموجب ارشادِ الٰہی "اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی" بارھویں اسم کے ساغر سے قدرت کے ہاتھوں (شراب طہور) پیئے گا پھر باقی رہنے والی پاکیزہ ذات کی رفعت کے ساتھ بلند ہو گا پس اسی کے نور کے ذریعہ اسی کی طرف دیکھے گا۔ اور یہی معنیٰ ہے اس ارشادِ الٰہی کا کہ "کوئی آنکھ ایسی نہیں کہ دیکھی ہو" یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار اور ارشادِ الٰہی "کوئی کان ایسا نہیں کہ سنا ہو" یعنی حرف اور آواز کے واسطے کے بغیر اللہ کا کلام اور ارشادِ الٰہی "اور اس کا خیال کسی بشر کے دل میں نہیں ہوا" سے مراد ذوقِ دیدار و خطاب ہے۔ پھر اسماء توحید کی تکرار سے برائیوں کو نیکیوں سے بدلیں تو وہ سب باتیں حلال ہوئیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا تھا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے کہ "جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔ پھر نفسانی تصرفات سے آزادی (مل جاتی ہے) پھر خوف و غم سے امن (حاصل ہو جاتا ہے) جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے" اسی کے فضل و کرم سے،

ثُمَّ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ بِتَكْرَارِ الْاَسْمَاءِ كُلِّهَا ثُمَّ الرُّجُوْعُ اِلٰى وَطَنِهِ الْاَصْلِیِّ
فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ بِمُلَازَمَةِ الْاِسْمِ الثَّالِثَ عَشَرَ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِعِلْمِ الْيَقِيْنِ وَهٰذِهِ
التَّاوِيْلَاتُ فِیْ دَائِرَةِ اللِّسَانِ وَالْعَقْلِ وَاَمَّا مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ فَلَا يُمْكِنُ الْاِخْبَارُ
عَنْهُ لِاَنَّهُ لَا يُدْرِكُهُ الْاَفْهَامُ وَالْاَذْهَانُ وَلَا يَسَعُ الْخَوَاطِرُ فِیْ ذٰلِكَ
كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ
لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ فَاِذَا نَطَقُوْا لَمْ يُنْكِرْهُ اِلَّا اَهْلُ الْغِرَّةِ"
فَالْعَارِفُ يَقُوْلُ مَا دُوْنَهُ وَالْعَالِمُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ مَا فَوْقَهُ وَاِنَّ
عِلْمَ الْعَارِفِ سِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ كَمَا
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ" بقرہ ۲۵۵
مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "اِنَّهُ
يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى.
طٰہٰ ۸"۔

پھر جملہ اسماء کی تکرار کے ذریعہ طوافِ صدر ادا کرے پھر تیرھویں اسم کے دائمی ذکر کے ذریعہ بہترین صورت میں اپنے اصلی وطن کی جانب واپسی ہے اور وہ علم یقین سے متعلق ہے اور سب تاویلات زبان اور عقل کے دائرہ میں ہیں اور لیکن جو (بات) اس سے آگے ہے تو اس کی خبر (اطلاع) دینا ممکن نہیں کیونکہ وہ عقلوں میں اور ذہنوں میں نہیں آسکتی اور وہ دلوں میں نہیں سما سکتی جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "یہ علم ایک پوشیدہ حالت میں ہے جس کو علماءِ حق کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا پس جب وہ (علماء) اس کے ساتھ کچھ بولتے ہیں تو اہلِ غیرت (نخوت یا حسد کرنے والے) کے سوا کوئی بھی اس سے انکار نہیں کرتا"۔ پس عارف اس کی گہرائی کی بات کہتا ہے اور عالم ربانی اس کے اوپر کی (سطحی) بات کہتا ہے پس بے شک عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا بھید ہے کہ اس کو کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے" (یعنی) انبیاء اور اولیاء میں سے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "وہ بے شک وہ (اللہ) بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے اللہ کے سواء کسی کی بندگی نہیں سب اچھے نام اسی کے ہیں۔"

الفصل التاسع عشر

فی بیان الوجد وصفاته

قال الله تعالیٰ "تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم و قلوبهم الی ذکر الله. زمر ۲۳" وقال الله تعالیٰ "افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله. زمر ۲۲" و قال النبی صلی الله علیه وسلم "من لا وجد له لا دین له".

قال الجنید رحمة الله تعالیٰ علیه "الوجد مصادفة الباطن من الله تعالیٰ تورث سرورا او حزنا فالوجد علی نوعین الوجد الجسمانیة النفسانیة والوجد الروحانیة الرحمیة فالوجد النفسانیة تتوجد بقوة الجسم لغیر قوة الجذبة الغالبة الرحمانیة مثل الریاء والسمعة والشهرة وهذا القسم کله باطل لان اختیاره غیر مغلوب ومسلوب فلا تجوز الموافقة بمثل هذا الوجد واما الوجد الروحانیة بقوة الجذبة بمثل قراءة القرآن بصوت حسن وشعر موزون او ذکر مؤثر فلا یبقی للجسم قوة ولا اختیار وهذا الوجد روحانیة ورحمانیة فتستحب موافقته والیه اشارة فی قوله تعالیٰ "فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه. زمر ۱۸" وکذا اصوات العشاق والطیور والحان الاغانی فی کل ذلک قوة الروح لا مدخل للنفس والشیطن فی مثل هذا الوجد لان الشیطن یتصرف فی الظلمات النفسانیة ولا تصرف له فی النورانیة والروحانیة لانه لا یذوب فیها کما یذوب الملح فی الماء وکذا فی الحدیث لانه علیه السلام

انیسویں فصل

(وجد اور اس کی صفات کے بیان میں)

ارشادِ الٰہی ہے "دوہرے بیان والی آیتیں ان کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا (کی رغبت) میں" ارشادِ الٰہی ہے "تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں" اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ "جس کو وجد نصیب نہیں اسکو دین بھی حاصل نہیں"

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "وجد اللہ کی جانب سے باطن میں جگہ پاتا ہے تو خوشی یا غم کا اثر رونما ہوتا ہے" پس وجد دو اقسام پر ہے (ایک) وجد جسمانی نفسانی اور (دوسرا) وجد روحانی رحمی۔ پس وجد نفسانی غالب جذبہ روحانی کی قوت کے بغیر جسمانی قوت سے پیدا ہوتا ہے جیسے دکھانے کیلئے سنانے کیلئے اور شہرت کیلئے اور اس قسم کا وجد بالکل باطل ہے اسلئے کہ اس کا اختیار مغلوب یا سلب نہیں ہوتا اور اس قسم کے وجد کی موافقت جائز نہیں ہے۔ اور لیکن وجد روحانی قوتِ جذبی سے ہے جیسے قرآن کو خوش آواز سے پڑھنے پڑھانے یا موزوں شعر یا مؤثر ذکر سے پیدا ہوتا ہے کہ (جسمیں) جسمانی طور پر نہ کوئی قوت باقی رہتی ہے نہ کوئی اختیار۔ اور یہ وجد روحانی و رحمانی ہے پس اسکی موافقت مستحب (پسندیدہ) ہے اور اس ارشادِ الٰہی میں اسی طرف اشارہ ہے کہ "تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سُنیں پھر اسکی بہتری پہ چلیں۔"

اور اسی طرح عاشقوں اور بیماروں کی (اثر یلی) آواز اور باجوں کی موسیقی ہے کہ ان سب میں ایک روحانی قوت ہے اور نفس و شیطان کا اس وجد میں کوئی دخل ہی نہیں اس لئے کہ شیطان نفسانی ظلمات میں تصرف کرتا ہے اور نورانیت اور روحانیت میں اس کو تصرف حاصل نہیں اس لئے کہ وہ اس میں ایسا گھُل جاتا ہے جیسا کہ پانی میں نمک گھُل جاتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) یوں

قال "قراءة القرآن واشعار الحكمة والمحبة والعشق والاصوات الجذبية"
قوة نورانية للروح فالوجدان يصل النور الى النور وهو الروح كما قال الله تعالى
"الطيبات للطيبين. نور ٢٦" اما اذا كان الوجد نفسانيا وشيطانيا لا يكون فيه
نور بل يكون ظلمانيا وكفرا وظلمة يصل الى الظلماني وهو النفس فيقوى بجنسه كما
قال الله تعالى "الخبيثات للخبيثين. نور ٢٦" وليس فيها للروح قوة فحركات الوجد
نوعان اختيارية واضطرارية ٥ فالاختيارية كحركة الانسان الصحيح ليس في
جسده الم ولا مرض ولا سقم فهذه الحركة غير مشروعة كما مر والاضطرارية
هي الحركة التي تحصل بسبب آخر مثل قوة الروح فلا تقدر النفس على منعها لان هذه
الحركات غالبة على الحركات الجسمانية مثل حركة الحمى لانه اذا غلبت الحمى على
احد عجز نفسه عن تحملها فلا اختيار للنفس حينئذ فالوجد اذا غلبت عليه
الحركات الروحانية يكون حقيقيا والوجد والسماع المحركة كما في قلوب
العشاق والعارفين وطعام المحبين ومقوي الطالبين وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم
"ان سماع الصوت الحسن المشروع لقوم فرض ولقوم سنة ولقوم بدعة" الفرض
للخواص والسنة للمحبين والبدعة للغافلين ولذلك كانت الطيور تقف على
رأس داود على نبينا وعليه افضل الصلاة والسلام لاستماع صوته ٥ وحركة الوجد
على عشرة اوجه بعضها جلي يظهر اثرها في الحركات وبعضها خفي لا يظهر اثرها في
الجسد كميل القلب الى ذكر الله تعالى وقراءة القرآن بالصوت الحسن ومنها البكاء
والتألم والخوف والحزن والتأسف والحيرة عن ذكر الله تعالى والتجرد والنصرة
والتغير في الباطن الظاهر ومنها الطلب والشوق والحرارة والعرق.

فرمایا کہ " قرآن کا پڑھنا اور حکمت محبت اور عشق کے اشعار اور جذباتی آوازیں روح کے لئے نورانی قوت ہیں ." پس وجد کی کیفیت یہ ہے کہ (ایک) نور (دوسرے) نور سے جا ملتا ہے : اور وہ ہے روح ۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے " ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لئے ہیں " مگر وجد جب نفسانی اور شیطانی ہوتا ہے تو اس میں نور نہیں ہوتا بلکہ وہ کفر و ظلمت بھرا ہوتا ہے ۔ اور ظلمت ظلمانیت سے جا ملتا ہے اور وہ ہی نفس ہے کہ اس کو اپنی ہی جنس سے تقویت پہنچتی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے کہ " گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں " جس میں روح کے لئے کوئی قوت نہیں ہے ۔ پس وجد کی حرکات دو قسم پر ہیں (ایک) اختیاری اور (دوسری) اضطراری ۔ اختیاری تو صحیح (تندرست) انسان کی حرکت کی طرح ہے کہ اس کے بدن میں نہ دکھ ہے نہ بیماری ہے نہ بیگانگی ہے تو یہ حرکت غیر شرعی ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور اضطراری وہ حرکت ہے جو دوسرے سبب جیسے روحانی قوت سے حاصل ہوتی ہے ۔ پس نفس میں اس کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں اسلئے کہ یہ حرکات جسمانی حرکتوں پر غالب ہیں جیسے بخار کی حرکت کہ جب کسی پر بخار غالب ہو تو اس کا نفس اس کو برداشت کرنے سے عاجز ہوتا ہے پس نفس کو اس وقت کوئی اختیار حاصل نہیں رہتا ۔ پس وجد جبکہ اس پر روحانی حرکات غالب آجائیں حقیقی ہوتا ہے ۔ اور وجد و سماع عاشقوں اور عارفوں کے دلوں میں تحریک پیدا کرنے کا ذریعہ اور محبت کرنے والوں کیلئے غذا ہے اور طالبوں کیلئے قوت بخشنے والے ہوتے ہیں ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیگئی ہے کہ شرع کے موافق خوش آواز سماع بیشک ایک قوم کیلئے سنت اور ایک قوم کیلئے بدعت ہے (یعنی) خاصانِ خدا کیلئے فرض، اہل محبت کیلئے سنت اور غافلوں کیلئے بدعت ہے اور اسی لئے پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے سر پر ٹھہر (بیٹھ) جاتے تھے تاکہ آپ کی آواز کو سنیں ۔ حالت وجد کی دس وجوہات ہیں جن میں سے بعض جلی (ظاہر) ہیں جن کا اثر حرکات میں ظاہر ہوتا ہے اور ان میں سے بعض خفی (پوشیدہ) ہیں جن کا اثر بدن میں ظاہر نہیں ہوتا جیسے اللہ کے ذکر کی طرف دلی توجہ اور خوش آواز سے قرآن پڑھنا اور ان ہی وجوہات میں سے ہیں رونا، دکھ کا اظہار کرنا، اور خوف و غم کرنا اور افسوس کرنا اور حیرت کرنا جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو نیز تجرد (تنہائی) نصرت اور ظاہر و باطن میں تغیر ہونا اور ان ہی وجوہات میں سے ہیں طلب، شوق، گرمی اور پسینہ کا پیدا ہونا ۔

الفصل العشرون

فی بیان الخلوة والعزلة

وهی علی وجهین ظاهر و باطن فالخلوة الظاهریة عزل نفسه وحبس بدنه عن الناس کیلا یؤذی الناس بأخلاق الذمیمة ویترك النفس مع مالوفاتها ویحبس حواسها الظاهریة لفتح الحواس الباطنیة بنیة الاخلاص والموت بالارادة ودخول القبر ویکون نیته فی ذلك رضاء الله تعالی ورفع شر نفسه عن المسلمین کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "المسلم من سلم المسلمون من یده ولسانه وکف لسانه عما لا یعنیه" وکما قال النبی صلی الله علیه وسلم "سلامة الانسان من قبل اللسان وکف عینیه عن الخیانة والنظر الی الحرام وکذا کف اذنیه ویدیه ورجلیه" وکما قال النبی صلی الله علیه وسلم "العینان تزنیان" و یحصل من کل زنا من هذه الاعضاء شخص قبیح فی الصورة الخبیثة یقوم معه یوم القیمة ویشهد علیه عند الله تعالی ویأخذ صاحبه فیعذب به فی النار فاذا تاب وحبس نفسه تتبدل الصورة الخبیثة الی صورة امرد ملیح ویأخذ صاحبه الی الجنة کما قال الله تعالی "ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی" نازعات ۴۰-۴۱ فکانت الخلوة حصنة عن المعاصی فینبغی ان یعمل صالحا ویکون محسنا کما قال الله تعالی "ان رحمت الله قریب من المحسنین. اعراف ۵۶" وکما قال الله تعالی "فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا. کهف ۱۱۰" واما خلوة الباطن ان لا یدخل فی قلبه من التفکرات النفسانیة والشیطانیة

بیسویں فصل

(خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں)

اور وہ دو صورتوں پر ہے ظاہر اور باطن۔ پس ظاہری خلوت اپنے نفس کی گوشہ نشینی ہے اور وہ لوگوں سے اپنے جسم کا میل جول بند رکھنا ہے تاکہ وہ اپنے بُرے سلوک سے لوگوں کو نہ ستا سکے اور نفس کی پسندیدہ باتوں (خواہشات) کو ترک کر دے اور ظاہری حواس پر پابندی عائد کر دے تاکہ اخلاص نیّت، موتِ ارادی اور قبر میں داخل ہونے کے خیال سے باطنی حواس کھل جائیں اور اس سلسلہ میں اس کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مسلمانوں سے نفس کی بُرائی کو دور کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "مسلمان وہی ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور وہ اپنی زبان کو لایعنی (فضول) باتوں سے روکے" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "انسان کی سلامتی کا تعلق زبان کی طرف سے ہے اور اپنی دونوں آنکھوں کو خیانت سے اور حرام کی جانب نظر کرنے سے باز رکھے نیز اسی طرح اپنے دونوں کانوں، ہاتھوں اور پاؤں کو بھی (حرام سے) روکے رکھے" جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں" اور ان اعضاء کے زنا کا انجام ایک بدصورت حبشی (سیاہ صورت والا) انسان وہ بری شخصیت بنتی ہے جو قیامت کے دن اس (زانی) کے ساتھ کھڑا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس پر گواہی دے گا اور (زنا) والے کو پکڑے گا پھر اس کو آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا پس جب توبہ کرے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے تو اسکی بدصورت، ایک بے ڈاڑھی مونچھ نمکین چہرہ والے لڑکے کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا اور اسکو پکڑ کر جنّت کی طرف لے جایا جائے گا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے"۔ پس خلوت گناہوں سے بچانے والا قلعہ ہے۔ پس اسکو چاہیئے کہ نیک کام کرے اور وہ نیک خصلت ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے" اور ارشادِ الٰہی ہے "تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیئے کہ نیک کام کرے"، اور البتہ باطنی خلوت یہ ہے کہ اپنے قلب میں نفسانی و شیطانی خطرات کا گزر نہ ہو۔

مِثْلَ مَحَبَّةِ المَاكُولَاتِ وَالْمَكْسُوبَاتِ وَالْمَشْرُوبَاتِ وَمِثْلَ مَحَبَّةِ الْاَهْلِ وَالْعِيَالِ وَمِثْلَ مَحَبَّةِ الْحَيَوَانَاتِ وَالرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ وَالشُّهْرَةِ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الشُّهْرَةُ اٰفَةٌ وَكُلُّ مَا يَتَمَنَّاهَا الْخُمُولُ رَاحَةٌ" وَكُلُّ مَا يَتَوَقَّاهَا وَلَا يَدْخُلُ فِیْ قَلْبِهٖ بِاخْتِيَارِهٖ مِثْلَ الْكِبْرِ وَالْعُجُبِ وَالْبُخْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الذَّمَائِمِ فَاِذَا دَخَلَ فِیْ قَلْبِ الْخَلْوَتِیْ مِنْ هٰذِهِ الذَّمَائِمِ فَسَدَتْ خَلْوَتُهٗ وَقَلْبُهٗ وَفَسَدَ مَا فِیْ قَلْبِهٖ مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ وَالْاِحْسَانِ فَيَبْقَى الْقَلْبُ بِلَا مَنْفَعَةٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ" يونس ۸۱ فَكُلُّ مَنْ كَانَ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الْمُفْسِدَاتِ فَهُوَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ وَاِنْ كَانَ فِیْ ظَاهِرِ الصُّوْرَةِ مِنَ الصَّالِحِيْنَ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ" وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا" وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا" وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْبَخِيْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَوْ كَانَ عَابِدًا اَوْ زَاهِدًا" وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ وَتَرْكُهٗ كَفَارَةٌ" وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلنَّمَّامُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ" وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ فِی الْاَخْلَاقِ الذَّمِيْمَةِ فَهٰذَا الْاِحْتِيَاطُ فَالْمَقْصُوْدُ مِنَ التَّصَوُّفَاتِ تَصْفِيَةُ الْقَلْبِ لَهَا وَقَلْعُ الْاَهْوَاءِ النَّفْسَانِيَّةِ عَنْ اَصْلِهَا بِالْخَلْوَةِ وَالرِّيَاضَةِ وَالصَّمْتِ وَمُلَازَمَةِ الذِّكْرِ بِالْاِرَادَةِ وَالْمُحَبَّةِ وَالْاِخْلَاصِ وَالتَّوْبَةِ وَالْاِعْتِمَادِ الصَّحِيْحِ السُّنِّیِّ تَبَعًا عَلٰى اٰثَرِ السَّلَفِ مِنَ الصُّلَحَاءِ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ وَمِنَ الْمَشَائِخِ الصَّالِحِيْنَ فَاِذَا جَلَسَ الْمُؤْمِنُ الْمُوَحِّدُ فِی الْخَلْوَةِ بِالتَّوْبَةِ وَالتَّلْقِيْنِ وَمَعَ هٰذِهِ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ خَلَّصَ اللّٰهُ عَمَلَهٗ وَنَوَّرَ قَلْبَهٗ وَلَيَّنَ جِلْدَهٗ وَطَهَّرَ لِسَانَهٗ وَجَمَعَ حَوَاسَّهٗ مِنَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ

مثلاً کھانے، کمانے، پینے کی چیزوں سے محبت اور جیسے بیوی بچوں سے محبت اور جیسے جانوروں سے محبت (اور دکھانے سنانے اور شہرت حاصل کرنے کی باتیں۔ جیسا کہ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "شہرت اور شہرت حاصل کرنے کی ہر تمنا ایک آفت ہے اور گمنامی اور اس سے ہم آہنگ ہر بات راحت ہے اور غرور، گھمنڈ، کنجوسی وغیرہ جیسی برائیاں اس کے قلب میں اپنے اختیار سے آنے نہ پائیں"۔ پس جب ان برائیوں میں سے کوئی ایک کسی خلوت والے شخص کے قلب میں داخل ہو تو اس کی خلوت اس کا دل اور اس کے دل میں موجود نیک اعمال اور بھلائی سب رائیگاں ہو گئے پس قلب کو کوئی فائدہ حاصل کئے بغیر باقی رہا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "بے شک اللہ مفسدوں کے کام کو نہیں سنوارتا" پس ہر وہ بات جو اس (دل) میں ان مفسدات میں سے موجود ہو وہی مفسدوں سے ہے اگرچہ وہ ظاہری صورت میں نیک لوگوں کی طرح نظر آئے جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح کہ آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے" اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے"۔ اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ "فتنہ سونے والی (بلا) ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جس نے اس (سوتے فتنے) کو جگایا"۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "بخیل جنت میں داخل نہ ہوگا اگرچہ کہ وہ عابد یا زاہد بھی ہو"، اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "ریا (دکھاوا) شرک ہے اور اس کا ترک کر دینا کفارہ ہے"، اور فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"، اور اسی طرح کی دیگر احادیث بری عادتوں کے بارے میں ہیں پس یہ احتیاط (کا مقام) ہے پس تصوف سے مقصود یہی ہے کہ برے قلب کی صفائی ہو اور اخلاق بھی صاف کیا جائے اور نیک اخلاق، ریاضت، خاموشی ارادۃً دائمی ذکر پر پابندی، محبت واخلاص، توبہ اور صحیح وروشن اعتقاد کے ذریعہ نفسانی خواہشات کا جڑ پیڑ سے قلع قمع کر دیا جائے جو کہ صالحین، صحابہ، تابعین اور باعمل علماء اور برگزیدہ مشائخ جیسے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے سے نصیب ہوگا پس ایک توحید کا متوالا مومن توبہ وتلقین اور بیان کردہ شرائط کے ساتھ جب خلوت نشینی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو خالص کر دیتا ہے اور اسکے دل کو روشن کر دیتا ہے اور اسکی جلد کو ملائم کر دیتا ہے اور اسکی زبان کو پاک کر دیتا ہے اور اسکے ظاہری وباطنی خواص کو ساتھ جمع فرما دیتا ہے۔

ورفع عمله الی حضرته وسمع دعائه کما یقول سمع الله لمن حمده ای قبل الله دعوته وثنائه وتضرعه وانال عوضه وتوبته الی عبده من القربة والدرجة کما قال الله تعالی "الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه. فاطر ١٠"
والمراد من الکلم الطیب ان یحفظ لسانه من اللغویات بعد کونه الة لذکر الله تعالی وتوحیده کما قال الله تعالی "قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون. مومنون ١-٣" فرفع العمل والعلم والعامل الی رحمته وقربته ودرجاته بالمغفرة والرضوان واذا حصل للخلوتی هذه المقامات کان قلبه کالبحر لا یتغیر بایذاء الناس کما قال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم "کن بحرا لا یتغیر" فیموت البریات النفسانیة کما غرق فرعون واله علیهم ما یستحقون فی البحر ولم یفسد البحر ثم تکون سفینة الشریعة سلیمة جاریة علیه ویکون الروح القدسی غواصا الی قعره فیصل الی درة الحقیقة ویخرج منها اللؤلؤ والمرجان لان هذا البحر حصل لمن جمع بحر الظاهر والباطن فلا یمکن بعده الفساد فی القلب وتکون توبته ناصحة له وعمله نافعا له ولا یمیل الی المناهی قصدا ویکون السهو والنسیان معفوا عنه بالاستغفار والندم
ان شاء الله تعالی

○

اور اس کے عمل کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کی دعا کو سنتا ہے جیسا کہ کہتا ہے۔
"اللہ اس کو سن لیا جو بھی حمد بیان کی گئی"۔ یعنی اللہ نے اس کی پکار اس کی ثناء اور اس کے گڑگڑانے
کو قبول فرمایا اور اس کے بدلے اپنے بندے کو قرب خاص اور رتبۂ بلند سے نوازا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے
"اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے"۔ اور کلم الطیّب (پاکیزہ کلمات)
سے مراد اپنی زبان کو لغو باتوں سے محفوظ رکھنا ہے جب کہ زبان اللہ کے ذکر اور اس کی توحید کا آلہ بن جائے۔
جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "بے شک ایمان والے مراد کو پہونچے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور جو کسی بیہودہ بات کی
طرف التفات نہیں کرتے"۔ پس علم و عمل قبول کئے جاتے ہیں اور عامل کو مغفرت اور خوشنودی کے ذریعہ
اس (اللہ) کی رحمت، قرب خاص اور درجات عطا کئے جاتے ہیں۔ اور جب خلوت نشین کو یہ رتبے
حاصل ہو جائیں تو اس کا قلب سمندر کی طرح ہو جاتا ہے۔ جو لوگوں کے ایذا پہنچانے سے تغیر پذیر ہی
نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ "ایسا سمندر ہو جا جس میں تغیر نہ آئے"۔
پس نفسانی زمینیں فنا ہو جاتی ہیں جیسا کہ فرعون اور اس کی اولاد سمندر میں ڈوب گئی جس کے کہ
وہ مستحق تھے اور سمندر کا کچھ نہیں بگڑا۔ پھر شریعت کا جہاز اس میں سلامتی کے ساتھ رواں
ہوتا ہے اور روحِ قدسی اس (سمندر) کی تہہ تک غوطہ لگاتے ہوئے وہ حقیقت کے گوہر تک
جا پہنچتا ہے اور اس سے موتی اور مونگے نکال لاتا ہے اور اس لئے کہ یہ سمندر اسی نے پایا جس
نے ظاہری و باطنی سمندروں کو جمع کیا پھر اس کے بعد قلب میں کوئی فساد ممکن نہیں اور اس کی
توبہ اس کے لئے خالص ہو جاتی ہے اور اس کا عمل اس کے لئے نفع بخش ہو جاتا ہے اور ممنوعات
(شریعت کی خلاف ورزیاں) کی طرف وہ عمداً راغب نہیں ہوتا اور اگر اللہ چاہے تو استغفار
اور ندامت کے ذریعہ اس کی بھول چوک معاف ہو جاتی ہے۔

الفصل الحادی والعشرون

فی اوراد الخلوة

ینبغی للخلوتی ان یعنی للخلوة بالصوم ان استطاع ویصلی الصلوات الخمس بالجماعة فی المسجد باوقاتها مع سننها وشرائطها وارکانها علی التعدیل ویصلی اثنی عشرة رکعة بعد نصف اللیل وثلثة بنیة التهجد کما قال الله تعالی "ومن اللیل فتهجد به نافلة لک" بنی اسرائیل ۷۹ وکما قال الله تعالی "تتجافی جنوبهم عن المضاجع" سجدہ ۱۶ ویصلی رکعتین بنیة الاشراق بعد طلوع الشمس و رکعتین بعده بنیة الاستعاذة بالمعوذتین ورکعتین بنیة الاستخارة یقرأ فی کل رکعتین فاتحة الکتاب مرة وآیة الکرسی مرة وسورة الاخلاص سبعا وست رکعات بعدها بنیة الضحی ورکعتین بعدها بنیة کفارة الذنب فی کل رکعة بعد الفاتحة انا اعطینٰک سبع مرات فاذا صلی ذلک کفر ذنوب الذنب ونجا من عذاب القبر ان شاء الله تعالی کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه" ویصلی اربع رکعات بنیة صلاة التسبیح یقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة معها و یقول بعد القراءة فی القیام سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر خمس عشرة مرة ثم یکبر و یرکع و یقول فی رکوعه سبحان الله (الخ) عشر مرات ثم یکبر و یرفع رأسه ثم یقول عشر مرات ایضا

اکیسویں فصل

(خلوت کے اوراد کے بیان میں)

خلوت نشین کے شایان ہے کہ اگر سکت ہو تو خلوت (تنہائی) کو روزہ سے آراستہ کرے اور پانچوں نمازیں بہ پابندیِ وقت مسجد میں با جماعت، انکے سنّتوں کے ساتھ اور ان کے شرائط اور ارکان کے ساتھ اعتدال سے ادا کرے اور نصف و تہائی رات کے بعد بارہ رکعتیں نمازِ تہجد کی نیّت سے پڑھے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور رات کے کچھ حصّے میں تہجد کر دیہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے" اور جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "ان کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی ہیں" اور آفتاب طلوع ہونے کے بعد اشراق کی نیّت سے دو رکعت نماز پڑھے اور اس کے بعد استعاذہ کی نیّت معوذتین (سورہ فلق و ناس) کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اسکے بعد استخارہ کی نیّت سے دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی اور ساتؔ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور اس کے بعد چاشت کی نیّت سے چھؔ رکعت نماز پڑھے اور اس کے بعد کفارۂ گناہ کی نیّت سے دو رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ساتؔ بار سورۂ کوثر پڑھے پس جب یہ سب پڑھ لیا تو انشاء اللہ گناہ کے گناہوں کا کفارہ ہوا اور قبر کے عذاب سے نجات پایا۔ جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ "پیشاب سے اپنے کو پاک رکھو کہ عام لوگوں کو اسی سے عذابِ قبر ہوتا ہے" اور صلوٰۃ التسبیح کی نیّت سے چار رکعت نماز پڑھے اس طرح کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ ہو اور قرأت کے بعد قیام میں بھی "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَر" پندرہ بار کہے پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے اور رکوع میں سبحان اللہ سے آخر تک (وہی تسبیح) دسؔ بار کہے۔ پھر تکبیر کہے اور اپنا سر اُٹھائے۔ پھر دسؔ بار وہی (تسبیح) کہے۔

ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقُولُ فِي السَّجْدَةِ الْأُولَى أَيْضًا عَشَرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ عَشَرَ مَرَّاتٍ أَيْضًا وَيَسْجُدُ ثَانِيًا وَيَقُولُ فِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ عَشَرَ مَرَّاتٍ أَيْضًا ثُمَّ يَقُولُ أَيْضًا عَشَرَ مَرَّاتٍ بَعْدَ السَّجْدَتَيْنِ فَيَقُومُ وَيَقُولُ فِي رَكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْقِرَاءَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةً هٰكَذَا يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ وَيُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلٰوةَ يَعْنِي صَلٰوةَ التَّسْبِيحِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِنِ اسْتَطَاعَ وَإِلَّا فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً وَإِلَّا فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً وَإِلَّا فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَإِلَّا فَفِي عُمُرِهِ مَرَّةً وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "مَنْ صَلَّى هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوبَهُ كُلَّهَا وَإِنْ كَانَ كَثِيرًا مِنْ عَدَدِ الرِّمَالِ وَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَعَدَدِ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا وَيَنْبَغِي لِلطَّالِبِ أَنْ يَقْرَأَ دُعَاءَ السَّبْعِيِّ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَيَقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِقْدَارَ مِائَتَيْ اٰيَةٍ ثُمَّ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى كَثِيرًا أَمَّا جَهْرًا إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَهْرِ أَوْ خُفْيَةً إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْخُفْيَةِ وَمَقَامُ الْخُفْيَةِ يَكُونُ بَعْدَ حَيَاةِ الْقَلْبِ وَنُطْقُهَا بِلِسَانِ السِّرِّ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ" بقره ۱۹۸ ثُمَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ اِسْمٌ وَالتَّرْتِيبُ يَعْرِفُ أَهْلُهُ وَيَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَيَقُولُ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ أَيْضًا فِي كُلِّ يَوْمٍ إِنِ اسْتَطَاعَ إِذْ دَادَ مَا شَاءَ مِنَ النَّوَافِلِ وَالتِّلَاوَةِ وَلَا يَضِيعُ أَجْرُهُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ - هود ۱۱۵"

پھر سجدہ کرے اور اپنے پہلے سجدہ میں بھی دس بار وہی (تسبیح) کہے پھر سر اُٹھائے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی دس بار وہی (تسبیح) کہے اور دوسرا سجدہ کرے اور سجدۂ ثانی میں بھی دس بار وہی (تسبیح) کہے پھر دونوں سجدوں کے بعد بھی دس بار وہی (تسبیح) کہے پھر کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد پندرہ بار (وہی تسبیح) کہے اسی طرح دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں کرے اور یہ نماز یعنی صلوٰۃ التسبیح اگر ہو سکے تو ہر دن میں اور ہر رات میں پڑھے ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینہ میں ایک بار ورنہ ہر سال میں ایک بار ورنہ اپنی عمر میں ایک بار پڑھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا جو کوئی یہ نماز پڑھے اللہ اس کے جملہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اگرچہ (اسکے گناہ) تعداد میں سنگریزوں اور آسمان کے ستاروں اور سب اشیاء کی تعداد سے بھی زیادہ ہوں۔ اور طالب کو چاہیئے کہ روزانہ ایک بار یا دو بار دعائے سیفی پڑھے اور روزانہ قرآن میں سے تقریباً دو سو آیتیں پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے اگر جہری ذکر کا اہل ہو تو جہری (آواز سے) ذکر کرے اور اگر ذکر خفی کا اہل ہو تو خفیہ (آہستہ) ذکر کرے اور ذکر خفی والوں کا مقام قلب کے زندہ ہونے کے بعد ہے اور اس (ذکر خفی) کا ادا کرنا سر (باطن) کی زبان کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور اللہ کو یاد کرو جیسا کہ تمہیں ہدایت دی ہے"۔ پھر ہر روز کے لئے ایک نام ہے اور پروردگار ہی اسکے اہل کو جانتا ہے اور روزانہ سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد (سورۂ اخلاص) پڑھے اور سو مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور "استغفر اللّٰه و اتوب الیہ" روزانہ اتنی ہی (سو) مرتبہ پڑھے اگر ہو سکے تو نوافل اور تلاوت میں جو چاہے زیادہ کرے اور اللہ کے پاس اس کا اجر رائیگاں نہیں ہوتا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "بے شک اللہ تعالیٰ محسنوں کا اجر رائیگاں نہیں فرمائے گا۔"

(نوٹ:- صلوٰۃ التسبیح سے متعلق مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۶)

الفصل الثانی و العشرون

فی بیان الواقعات فی النوم و السنة

قال الواقعات معتبرة فی النوم و السنة کما قال الله تعالی "لقد صدق الله رسوله الرؤیا بالحق" فتح ۲۷ وکما قال النبی صلی الله علیه وسلم "لم تبق بعد النبوة الا المبشرات یراها المؤمنون او تری لهم" کما قال الله سبحانه "لهم البشری فی الحیوة الدنیا و فی الاخرة" یونس ۶۴ و المراد من الرؤیا الصالحة فی قول البعض کما قال النبی صلی الله علیه وسلم "الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعین جزءًا من النبوة" وقال النبی صلی الله علیه وسلم "من رانی فی المنام فقد رانی فی الیقظة لان الشیطان لا یتمثل بی و بمن تبعنی" ای تابعنی بنور عمل الشریعة و الطریقة و المعرفة و بنور الحقیقة و البصیرة کما قال الله تعالی "ادعوا الی الله علی بصیرة انا و من اتبعنی" یوسف ۱۰۸ فلا یتمثل له الشیطان بهذه الالوان و الانوار اللطیفة کلها.

قال صاحب المظهر هذا لیس للاختصاص بالنبی صلی الله علیه وسلم بل لا یتمثل بکل ما هو مظهر الرحمة و اللطف و الهدایة کجمیع الانبیاء و الاولیاء و الکعبة و الشمس و القمر و السحاب الابیض و المصحف و امثال ذلک لان الشیطان مظهر القهر فلا یظهر الا فی صورة اسم المضل فمن کان بمظهر اسم الهادی کیف یظهر بظهوریة الضد فان الضد لا یظهر بصورة الضد لما بینهما من التنافر و البعد و لیمیز الحق و الباطل کما قال الله تعالی "کذلک

بائیسویں فصل

(نیند اور اونگھ کے دوران ہونے والے واقعات کے بیان میں)

نیند اور اونگھ کے دوران ہونے والے واقعات معتبر ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "بے شک اللہ نے اپنے رسول کے سچے خواب کو سچ کر دیا" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "نبوت کے بعد بجز خوشخبریوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا جنھیں کہ مومنین دیکھیں گے یا انہیں دکھائی جائیں گی" جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "انکے لئے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔" اور بعض کا کہنا ہے کہ نیک خواب سے مراد جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں (۴۶) حصّہ ہوتے ہیں اور فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جس نے خواب میں میری زیارت کی تو بیشک اُس نے بیداری میں میری زیارت کی اسلئے کہ شیطان نہ تو میری مشابہت اختیار کر سکتا ہے اور نہ اُنکی جنھوں نے شریعت، طریقت، معرفت کے عمل کے نور اور حقیقت و بصیرت کے نور کے ذریعہ میری فرمانبرداری کی یعنی مسلسل لگاتار میری پیروی کرتے رہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پہ چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں"۔ پس شیطان ان سب رنگوں اور لطیف روشنیوں کے ساتھ حضور کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا۔

صاحب مظہر نے کہا ہے کہ یہ خصوصیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ (شیطان) ہر اس (شخصیت) کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتا جو رحمت، لطف اور ہدایت کی مظہر ہو جیسے جملہ انبیاء اور اولیاء اور کعبہ، سورج، چاند، سفید بادل، صحیفہ قرآن اور ایسی ہی دیگر مثالیں۔ کیونکہ شیطان قہر کا مظہر ہے تو وہ صرف کسی گمراہ شخص ہی کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ پس جو ہدایت کی صفات کا مظہر ہو تو وہ اپنی ضد کی شکل میں کس طرح ظاہر ہو گا۔ پس بے شک ضد، ضد کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں کے درمیان نفرت اور دوری ہے اور حق و باطل میں تمیز کے لئے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اللہ بتاتا ہے کہ

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ. رعد‏ وَاَمَّا تَمَثُّلُهٗ يَكُوْنُ فِیْ صُوْرَةِ الرُّبُوْبِيَّةِ وَدَعْوَی الرُّبُوْبِيَّةِ
تَجِیْءُ لَا فَاَمَّا صِفَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی جَلَالًا وَّجَمَالًا وَالشَّيْطَانُ يَتَمَثَّلُ بِصِفَةِ الْجَلَالِ
لِاَنَّهٗ مَظْهَرُ الْقَهْرِ فَظُهُوْرُ تَمَثُّلِ رُبُوْبِيَّتِهٖ وَدَعْوَاهُ مِنْ اِسْمِ الْمُضِلِّ فَقَطْ
كَمَا وَلَا يَظْهَرُ فِیْ صُوْرَةِ اِسْمِ الْجَامِعِ لِمَا فِيْهِ مِنْ مَعْنَی الْهِدَايَةِ وَفِيْهِ
كَلَامٌ كَثِيْرٌ يَطُوْلُ شَرْحُهٗ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی "عَلٰی بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ.
يوسف ۱۰۸" اِشَارَةٌ اِلٰی وَارِثِهِ الْكَامِلِ الْمُرْشِدِ اَیِ الْاِرْشَادِ بَعْدِیْ لِمَنْ
لَهٗ بَصِيْرَةٌ بَاطِنِيَّةٌ مِثْلُ بَصِيْرَتِیْ مِنْ وَجْهٍ وَالْمُرَادُ مِنَ الْوَلَايَةِ الْكَامِلَةِ
كَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ "وَلِيًّا مُرْشِدًا. كهف ۱۷" اِعْلَمْ اَنَّ الرُّؤْيَا عَلٰی نَوْعَيْنِ
اٰفَاقِیٌّ اَوْ نَفْسِیٌّ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰی نَوْعَيْنِ فَالْاَنْفُسِیُّ اَمَّا مِنَ الْاَخْلَاقِ
الْحَمِيْدَةِ اَوِ الذَّمِيْمَةِ فَالْحَمِيْدَةُ مِثْلُ رُؤْيَةِ الْجِنَانِ وَالْحُوْرِ وَالْقُصُوْرِ وَ
الْغِلْمَانِ وَالصَّحْرَاءِ النُّوْرَانِیِّ الْاَبْيَضِ وَمِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُوْمِ
وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ وَفِی الْجُمْلَةِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْقِنْدِيْلِ وَالزُّجَاجِ وَالْمَسْجِدِ وَ
النُّوْرِ وَالسِّرَاجِ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِحَالِ الْقَلْبِ ثُمَّ اِذَا رَاَی السَّمَآءَ ذَاتَ
الْكَوَاكِبِ وَهُوَ اَيْضًا حَالُ قَلْبِهٖ يَتَنَوَّرُ بِنُوْرِ الذِّكْرِ وَاِذَا رَاَی الْقَمَرَ
وَهُوَ اَيْضًا حَالُ قَلْبِهٖ وَيُعَبَّرُ الصَّفَا وَعَدَمُهٗ. وَاِذَا رَاَی الشَّمْسَ فَهُوَ
صُوْرَةُ الرُّوْحِ وَاِذَا رَاَی الزُّهَرَةَ قِبَالَ عَيْنِهٖ مِنْ بَعِيْدٍ عَلٰی وَصْفِ
الصَّفَا فَهُوَ كَوْكَبُ سِرِّهٖ وَقِسْ عَلٰی هٰذِهٖ فَاِذَا سَرَی التَّذَكُّرُ اِلَی الْعَنَاصِرِ
فَتَارَةً يَرٰی اَنَّهٗ يَمْشِیْ فِیْ بَرِيَّةٍ وَتَارَةً يَطِيْرُ فِی الْهَوَآءِ اَوْ يَسْبَحُ فِی الْبِحَارِ
اَوْ يَدْخُلُ النَّارَ اَوْ يَدُوْرُ حَوْلَ النَّارِ اِلَی اخْتِلَافِ الْعَنَاصِرِ اَمَّا

حق اور باطل کی یہی مثال ہے" البتہ (شیطان) رب تعالیٰ کی مشابہت اختیار کر سکتا ہے اور اس سے دعویٰ ربوبیت بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ (ربوبیت) اللہ تعالیٰ کی صفت جلالی اور جمالی ہے اور شیطان جلال کی صفت کے ساتھ رب تعالیٰ کی مشابہت میں ظاہر ہو سکتا ہے اسلئے کہ وہ قہر کا مظہر ہے پس ربوبیت کی مشابہت اختیار کرنا اور دعویٰ ربوبیت کرنا محض گمراہی کی صفت کے ساتھ خاص ہے جس طرح کہ وہ تمام صفات کی جامع صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس میں ہدایت کی صفات کا معنیٰ ہی نہیں ہے اور اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جس سے اس کی تفصیل طویل ہو جائے گی اور ارشادِ الٰہی" میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں" سے اس کے ایسے وارث کامل (یعنی) مرشد کی طرف اشارہ ہے جو میرے بعد ارشاد کا شایان ہو اور ایک طرح سے میری بصیرت کی جیسی اسکو باطنی بصیرت حاصل ہو اور اس سے مراد ولایت کاملہ ہے جس کی طرف اس (اللہ) نے اپنے ہی ارشاد جیسا کہ (حمایتی اور راہ دکھانے والا) میں ارشاد فرمایا۔ جان لو کہ خوابوں کی دو قسمیں ہیں آفاقی اور انفسی، اور ان دونوں میں سے ہر ایک دو اقسام پر ہے۔ پس انفسی خواب وہ جو نیک اور برے اخلاق کے لحاظ سے ہوتے ہیں مثلاً جنت، حور، محلات، غلمان اور سفید نورانی صحرا اور آفتاب اور چاند اور تاروں کے مثل اور ان سے مشابہہ چیزوں کو دیکھنا نیز وہ تمام چیزیں جو قندیل شیشہ اور مسجد اور روشنی اور چراغ سے نسبت رکھتے ہیں ان سب کا خواب میں دیکھنا نیک ہے اور اس کا تعلق دل کے حال سے ہے پھر جب تاروں والے آسمان کو دیکھے وہ بھی اس کے دل کے حال سے متعلق ہے جو ذکر کے نور سے روشن ہوتا ہے اور جب چاند کو دیکھے تو وہ بھول کے حال سے متعلق ہے جو صفائی اور اس کے معدوم ہونے کی تعبیر دیتا ہے۔ اور جب سورج کو دیکھے تو وہ روح کی صورت ہے اور جب زہرہ کو دور سے صفائی کی خوبی کے ساتھ اپنی آنکھ کے روبرو دیکھے تو وہ اسکے باطن کا ستارہ ہے اور اسی طرح قیاس کرو پس جب ذکر عناصر کی جانب سیر کرے تو وہ دیکھیگا کہ ایک بار وہ صحرا میں چہل قدمی کرتا ہے اور ایک بار خلاء میں پرواز کرتا ہے یا سمندروں میں تیرتا ہے یا آگ میں داخل ہوتا ہے یا آگ کے اطراف چکر لگاتا ہے عناصر کے اختلاف کے لحاظ سے تو

مُتعلقٌ بالقلب وامّا مُتعلقٌ بالنفس المُطمئنّة منها مثل ما يأكل لحمه من الحيوانات والطيور لانّ معيشة المطمئنّة في الجنّة تكون بهذه الاشياء كشوى الغنم والطيور واما البقر فهو اتى من الجنّة لآدم على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام لاجل زراعته في الدّنيا والابل ايضاً منها لاجل سفر كعبة الظاهر والباطن والخيل ايضاً اتى منها وهو آلة الجهاد الاصغر والاكبر وكل ذلك للاخرة وفي الحديث انّ الغنم خلق من عسل الجنّة والبقر من زعفرانها والابل من نورها والخيل من ريحها واما البغل فمن اذنى صفة المطمئنّة من راها في المنام فتعبيره ان يكون الرائي كسلاً في القيام والقعود ولا يكون في كسبه نتيجة في الحقيقة الّا ان تاب وعمل صالحاً فله جزاء الحسنى والحمير من حجارتها لاجل مصلحة ادم وزينته لكسب الاخرة في الدّنيا وبشر يرى الشهوة المطمئنّة في صورة الغنم ويرى الاستبداد بالرّأي وعدم الالتفات الى قول احد بصورة الثور ويرى كثرة الاكل في هذه الصورة ويرى العقد في صورة الجمل اذا كان يدسّه او يعضّه او يخاف منه واذا كان حمله فهو لطبع له يدلّ على تسليم نفسه وتحمل عباء الطريقة اذا كان عريانا احمر اللون اسود العين وهو مستأنس يدلّ على شوقه والحمار يدلّ على الشهوة الفرحة فاذا كان يؤذى به او يهرب منه او كان سميناً لا يمكن تحميله يدلّ على غلبة شهوة الفرج على السالك فعليه بادامة السهر والصوم وتقليل الغذاء واكل اغذية تطفئ نار الشهوة وان

وہ دل کے ساتھ ہی متعلق ہے ۔ اور البتہ ان میں سے جو نفس مطمئنہ سے متعلق ہے وہ اس طرح کہ مثلاً حیوانوں اور پرندوں کا گوشت کھانا اسلئے کہ جنت میں مطمئنہ کی گذر بسر ان جیسی اشیاء پر ہوتی ہے مثلاً بھنی ہوئی بکری و پرندے اور جو گائے ہے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے دنیوی کھیتی باڑی کرنے کے لئے جنت سے آئی اور اونٹ بھی ظاہری یا باطنی کعبہ کے سفر کی خاطر آیا ہے اور گھوڑا بھی چھوٹے جہاد اور بڑے جہاد کیلئے بطور ذریعہ ہے اور وہ سب کچھ آخرت کیلئے ہے اور حدیث میں ہے کہ بے شک بکری جنت کے شہد سے پیدا کی گئی اور گائے کو اس (جنت) کے زعفران سے اور اونٹ کو اس (جنت) کے نور سے اور گھوڑے کو اس (جنت) کی خوشبو سے اور البتہ خچر تو ادنیٰ صفت مطمئنہ ہے اسکو جس نے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا قیام وقعود میں کاہل (سست) ہے اور اس کے کسب (اعمال) کا درحقیقت کوئی نتیجہ نہیں نکلتا البتہ اگر توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو اس کی جزا بھلائی ہے اور گدھے کو اس (جنت) کے سنگریزوں سے حضرت آدم علیہ السلام اور انکی اولاد کی بہتری کی خاطر (پیدا کیا گیا) تاکہ دنیا میں آخرت کی پونجی کمائیں ۔ اور آدمی شہوت مطمئنہ کو بکری کی صورت میں دیکھتا ہے ہٹ کرنا اور کسی ایک بات پر (خواب) دیکھنے والے کے ساتھ بے التفاتی کا اظہار کرنا بیل کی صورت میں دیکھتا ہے اور اس صورت میں بیار خوری دیکھتا ہے اور مشکل کام کو اونٹ کی صورت میں دیکھتا ہے جبکہ وہ اسے روندے یا کاٹے یا اس سے خوف کھائے اور جب اس کو اٹھالے جائے تو وہ اسکی طبعیت کے موافق ہے جو اس کے نفس کو تسلیم کرنے اور طریقت کے بوجھ برداشت کرنے پر دلالت کرتا ہے ۔ جب وہ (اونٹ) برہنہ پشت، سرخ رنگ اور سیاہ آنکھ والا ہو اور وہ مانوس ہے تو یہ اس کے شوق (میلان) پر دلالت کرتا ہے اور گدھا فرج کی شہوت پر دلالت کرتا ہے پس جب وہ اس کوستاتا ہے یا اس سے دور بھاگ جاتا ہے یا وہ اتنا موٹا ہو کہ اسکو اٹھا کر نہیں لے جاسکتا تو یہ سالک پر شہوت فرج کے غالب ہونے کی دلیل ہے تو اس پر شب بیداری، روزہ اور کم خوراکی اور شہوت کی آگ کو بجھانے والی غذاؤں کا کھانا ہمیشہ لازم ہے ۔

اور اگر دیکھے کہ وہ (گدھا) مرگیا یا اتنا وزنی بوجھ اُٹھایا کہ اسکے ساتھ چل نہیں سکتا تو یہ اس پر اپنی شہوت پر غالب ہو جانے کی دلیل ہے اور البتہ اسکی روح کے ساتھ جو نسبت ہے تو وہ اس بے ریش خوب رو نوجوان کی طرح ہے جس پر انوارِ الٰہی جلوہ گر ہوں اسلئے کہ جنت والے سب کے سب اسی صورت پر ہیں۔ چنانچہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جنت والے تنہا ہیں بے ریش ہیں اور سرمگیں آنکھ والے ہیں" اور جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "میں نے اپنے رب کو بے ریش خوبرو نوجوان کی صورت میں دیکھا ہے" اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس صورت سے مراد حق کی وہ تجلی ہے جو ربوبیت کی صفت کے ساتھ روح کے آئینہ پر اپنی عظمت کی روشنی سے جگمگا اُٹھے اور وہی ہے جس کو وہ طفل معانی کا نام دیتے ہیں۔ اسلئے کہ وہی جسم (وجود) کی پرورش کرنیوالا ہے اور نیز اسکے اور اس کے رب کے درمیان جوڑنے (ملانے) کا ذریعہ ہے۔ اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مربی (تربیت دینے والا) نہیں ہوتا تو میں اپنے رب کو نہیں پہچانتا اور وہی مربی باطن کا رب ہے اور وہ بے تک تلقین کے ذریعہ ظاہری مربی کی بدولت ہی حاصل ہوتا ہے پس انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضی اللہ عنہم قالبوں (وجودوں) کی پرورش کرنے والے اور دلوں کی تربیت کرنے والے ہیں۔ اور جوان کی تربیت سے اور روح کے ملنے سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں جس پر چاہے اپنے حکم سے جان ڈالتا ہے" اور اسی روح (کے حصول) کی خاطر ہی مرشد کی تلاش ضروری ہے جو قلب کی زندگی عطا کرتے اور اپنے رب کو پہچاننے کا ذریعہ ہے پس سمجھ لو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (خواب) میں پروردگار کو اخروی جمیل صورت میں دیکھنے کا جواز بیان کردہ اسی تاویل سے حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ مثلاً دیکھی جانے والی چیز ایک مثال ہے کہ جس کو (خواب) دیکھنے والے کی سکت اور مناسبت کے مطابق اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور وہ حقیقتِ ذات (کردار) ہرگز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صورت (شکل) سے پاک ہے یا دنیا میں اسکی ذات کو نبی کریم کی رویت کی جیسا دیکھے اور اسی قیاس پر درست ہے کہ دیکھنے والے کی صلاحیت کے مطابق (حضور کو) مختلف صورتوں میں دیکھا اور حقیقت محمدی کو اس شخص کے سوائے کوئی نہیں دیکھ سکتا جو ظاہری و باطنی طور پر آپکی مال میں نہیں بلکہ آپکے علم و عمل حال اور بصیرت میں وارث کامل ہو اور اسی طرح مسلم شریف کی شرح میں ہے۔

رأى انه مات او حمل حملا ثقيلا لا يمشي به يدل على غلبة على شهوته
واما ما يتعلق منها بالروح فكالشاب الامرد تجلى عليه الانوار الالهية
لان اهل الجنة كلهم على هذه الصورة كما قال النبي صلى الله عليه وسلم
اهل الجنة جرد مرد مكحول وكما قال النبي صلى الله عليه وسلم رأيت ربي
بصورة شاب امرد. وقال بعضهم المراد من هذه الصورة تجلي الحق جلت
عظمته بصفة الربوبية على مرآة الروح وهو الذي يسمونه بطفل المعاني
لانه مربي الجسد ووصلة بينه وبين الرب **وقال علي** رضي الله عنه لو لا
المربي لما عرفت ربي وهذا المربي رب الباطن وهو انما يحصل بسبب المربي
الظاهري بالتلقين فالانبياء عليهم السلام والاولياء رضي الله عنهم مربي
القوالب ومربي القلوب ما يحصل من تربيتهم ومن القاء الروح كما قال الله تعالى
"يلقي الروح من امره على من يشاء من عباده" مومن ۱۵ وطلب المرشد لاجل
هذه الروح الذي يحيي به القلب ويعرف به ربه فافهم **قال الغزالي** رحمة الله
عليه "يجوز ان يرى الرب في المنام على صورة جميلة اخروية" وعلى هذا
التأويل المذكور قال لان مثل المرئي مثال ما خلق الله تعالى على قدر
استعداد الرائي ومناسبته وليس الحقيقة الذاتية لان الله تعالى
منزه عن الصورة او يرى بذاته في الدنيا كرؤية النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم وعلى هذا القياس يجوز ان يرى في صور مختلفة في قدر مناسبة
استعداد الرائي ولا يرى الحقيقة المحمدية الا الوارث الكامل في علمه
وعمله وحاله وبصيرته ظاهرا وباطنا لا في ماله وكذا في شرح مسلم

يجوز رؤية الله تعالى فى الصورة البشرية النورانية على التاويل المذكور والقياس عما تجلى كل صفة على هذا النهج كما تجلى على موسى على نبينا وعليه افضل الصلوة والسلام فى صورة النار من شجرة العناب كما قال الله تعالى حكاية عن موسى "فقال لاهله امكثوا انى آنست نارا لعلى آتيكم منها بقبس. طٰہٰ" ومن صفة الكلام كما قال الله تعالى "وما تلك بيمينك ياموسى. طٰہٰ" وكانت تلك النار نورا لكن سميت نارا على زعم موسى و طلبه وليس الانسان ادنى مرتبة من الشجرة فلا عجب ان يتجلى بصفة من صفات الله تعالى فى الحقيقة الانسانية بعد التصفية من صفات الحيوانية الى الانسانية كما تجلى لبعض الاولياء كابى **يزيد البسطامى** رحمة الله عليه حيث قال "سبحانى ما اعظم شانى" وكالجنيد رحمة الله عليه حيث قال "ليس فى جبتى سوى الله" ونحو ذلك وفى هذا المقام لطائف عجيبة لاهل التصوف بطول شرحها ثم فى التربية لابد من المناسبة بينه وبين الله تعالى وبين نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم فاحتاج لامحالة الى تربية ولى ا و لا لان للولى مناسبة بينه وبين المبتدى من جهة البشرية كما للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم حال حياته فان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى الحياة الدنيا لما احتاج الى احد غيره فاذا انتقل الى الآخرة انقطع من صفة التعلق ووصل الى محض التجرد وكذا الاولياء اذا انتقلوا الى الآخرة لا يحصل احد منهم الارشاد فافهم اذا كنت من اهل الفهم بالرياضة النورانية الغالبة على النفسانية الظلمانية لان الفهم يحصل بالنورانية لا

بیان کردہ تاویل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نورانی بشری صورت میں درست ہے اسی طریقہ پر ہر صفت کی تجلی کے بارے میں بھی قیاس یہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انگور کے درخت سے آگ کی صورت میں تجلی ظاہر فرمائی جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے" تو اپنی بی بی سے کہا ٹھیرو مجھے ایک آگ دکھائی دی ہے شائد میں تمھارے لئے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں" اور یہ (اللہ تعالیٰ کی) صفت کا کلام (تھا) جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے" اور اے موسیٰ! یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے" اور وہ آگ (دراصل) نور ہی تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال اور تلاش کی مناسبت سے اسکو نار سے موسوم کیا گیا اور انسان کا مرتبہ اس درخت سے کمتر ہرگز نہیں ہے تو عجیب نہیں کہ حیوانی صفات کی انسانی صفات کے ذریعہ پاکیزگی کے بعد حقیقت انسانی میں اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی صفت کی تجلی ظاہر ہو جیسا کہ بعض اولیاء پر تجلی ظاہر فرمائی مثلاً **حضرت بایزید بسطامی** رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں فرمایا" پاکی ہے میری (ذات کے لئے جو میری شان بھی کتنی بڑی ہے" اور **حضرت جنید بغدادی** رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جبکہ فرمایا" میرے جبہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں" اور اسی طرح (کے دیگر اقوال بھی ہیں) اور اس مقام میں اہل تصوف کیلئے عجیب باریکیاں ہیں اسکی تفصیل طویل ہے پھر تربیت میں اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مناسبت ناگزیر ہے۔ پس سب سے پہلے ولی کی تربیت ضروری ہے کیونکہ ولی کیلئے بشری لحاظ سے اسکے اور مبتدی کے درمیان مناسبت ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آپ کی حیات (ظاہری) کا حال ہے تو بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی زندگی میں اس (اللہ) کے سوا کسی دوسرے کی (تربیت کی) ضرورت لاحق نہیں ہوئی پس جب آخرت کی جانب انتقال فرما چکے تو وہ تعلق کی صفت ٹوٹ گئی اور آپ خالص تجرد (تنہائی) کے مقام پر فائز ہو گئے اور اسی طرح اولیاء جب آخرت کی جانب انتقال فرماتے ہیں تو (منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے کوئی بھی انکو تلقین و ہدایت نہیں کرتا اگر تو سمجھدار ہے تو اس نورانی ریاضت کے ذریعہ سمجھ جو ظلمت بھری نفسیات پر غالب ہو اس لئے کہ سمجھ تاریکی سے نہیں بلکہ نورانیت سے حاصل ہوتی ہے۔

بالظلمانية لان النور لا يجئ الا بموضع يكون مضيئا مشرقا فلم يبق للمبتدئ مناسبة له واما الولى الذى يكون فى الحيوة فله مناسبة لان له جهتين التعلقية الجسمانية والتجرد الروحانى من جهة الرؤية الكاملة فيلق اليه مدد الولاية النبوية من النبى صلى الله عليه وسلم ويتعرف بها الناس فافهم فان وراء ذلك سرا عميقا يدركه اهله قال الله تعالى "ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين. منافقون ۸" واما تربية الارواح فى الباطن فالروح الجسمانى مربٍ فى الجسم اولا ثم الروح الروحانى مربٍ فى القلب ثم الروح السلطانى مربٍ فى الفؤاد ثم الروح القدسى مربٍ فى السر وهو الواسطة بينه وبين الحق تعالى ومترجم من الحق الى الخلق لانه اهل الله ومحرمه واما الرؤية التى من الاخلاق الذميمة فهى من صفة الامارة واللوامة والملهمة فهى من السباعات كالنمر والاسد والدب والذئب والكلب والخنزير ومثل الهرة والارنب والثعلب والفهد والحية والعقرب والزنبور وغير ذلك من الموذيات فهذه من الصفات الذميمة التى يجب الاحتراز عنها واذا التهاعن طريق الروح واما النمر فهو من صفة العجب على الله تعالى واما الاسد من صفة الكبر على الخلق واما الدب من صفة الغضب والغلب على من فى تحت يده واما الذئب من صفة اكل الحرام والغضب والقهر لاجلها واما الخنزير من صفة الحقد والحسد والحرص على الشهوات واما الارنب من صفة الخيانة والمكر بالمعاملات الدنيوية واما الثعلب كذلك ولكن فى الارنب الغفلة غالبة واما الفهد من صفة الغرة الجاهلية

کیونکہ نور جس مقام پر آتا ہے وہ مقام چمکدار اور جگمگاتا ہو جاتا ہے پس مبتدی کو اس سے مناسبت نہیں رہتی اور البتہ وہ ولی جو زندہ موجود ہے اسکو اس سے مناسبت ہوتی ہے کیونکہ اس (ولی) کیلئے دو طرفہ (تصرفات) ہیں جو جسمانی تعلق اور روحانیت کامل کی صورت میں روحانی تنہائی ہے پس اسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے وہ ولایت حاصل ہوتی ہے جس سے لوگ واقف ہوتے ہیں۔ پس خوب سمجھ لے کہ اس کے آگے ایسا راز سربستہ ہے جسکو اس کے اہل ہی جانتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے "اور عزت تو اللہ اسکے رسول اور مومنوں کیلئے ہی ہے" اور البتہ روحوں کی تربیت باطن میں ہوتی ہے۔ پس جسمانی روح کی تربیت پہلے جسم کے اندر ہوتی ہے پھر روحانی روح کی تربیت قلب میں ہوتی ہے پھر روح سلطانی فواد (دل کے گوشہ) میں تربیت پاتی ہے پھر روح قدسی سر (باطن) میں تربیت پاتی ہے اور وہی اس (بندے) کے اور حق تعالیٰ کے بیچ واسطہ ہے اور خلق کی طرف حق تعالیٰ کا ترجمان ہے اسلئے کہ وہ اللہ والا اور اللہ کا راز دار ہے اور البتہ وہ خواب جن کا تعلق بری عادتوں سے ہے وہ نفس امارہ، لوامہ اور ملہمہ کی صفت سے نسبت رکھتے ہیں۔ پس وہ درندوں سے ہیں جیسے تیندوہ (بور بچہ) شیر، ریچھ، بھیڑیا، کتا اور سوّر اور بلی، خرگوش، لومڑی، چیتا، سانپ، بچھو اور شہد کی مکھی وغیرہ کی مثال تو وہ موذی جانوروں سے ہیں۔ پس یہ سب بری عادتوں سے ہیں جن سے پرہیز کرنا اور روحانی طریقہ سے اس کا ازالہ کرنا بے حد ضروری ہے، اور تیندوہ (خواب میں دیکھنا) اللہ تعالیٰ کے مقابل گھمنڈ کی صفت ہے اور شیر (کا دیکھنا) مخلوق کے مقابل غرور کی صفت ہے اور ریچھ (کا دیکھنا) اپنے ماتحت اور محکوم پر غضب اور غلبہ کی صفت ہے اور بھیڑیا (دیکھنا) حرام روزی اور اسکے سبب سے غضب و قہر کی صفت ہے اور سوّر (کا دیکھنا) کینہ، حسد اور شہوانی خواہشات پر حرص کی صفت ہے اور خرگوش (کا دیکھنا) خیانت اور دنیاوی معاملات میں مکر کی صفت ہے اور لومڑی (کا دیکھنا) بھی اسی (خرگوش) کی طرح ہے لیکن خرگوش میں غفلت (کی صفت) غالب ہے۔ چیتا (دیکھنا) جاہلیت کے شکار ہونے

وحب الرياسة واما الذرة من صفة البخل والنفاق واما الحية من صفة الايذاء باللسان كالشتم والغيبة والكذب ويرى في هذه السباع في المعنى حقيقة يدركها اهلها بالبصيرة واما العقرب من صفة الغمز والنميمة والهمز واما الزنبور من صفة ايذاء الناس باللسان خفياً وقد تدل الحية على العداوة مع الناس فاذا راى السالك انه يحارب مع المؤذيات ولم يغلب عليها بعد الرؤية فليجتهد بالعبادة والذكر حتى يغلب عليها ويقهرها بقتلها او يبدلها الى الصورة البشرية فان قهرها وقتلها بالكلية فهو من معنى تكفير السيئات كما قال الله تعالى في حق بعض التائبين "كفر عنهم سيئاتهم واصلح بالهم. محمد" وان رأى انها تبدلت الى الصورة الانسانية فهو معنى تبديل السيئات الى الحسنات كما قال الله تعالى في حق التوابين "من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات. فرقان" فقد خلص منها هذه المرة فينبغي ان لا يأمن منها بعد ذلك لانه اذا ذهب النفس مرة من خبائث العصيان والنسيان تقوت غلبة على المطمئنة وكذلك امر الله يجتنب من المناهي في جميع الاوقات وقد يرى ذات النفس الامارة على صورة الكفار واللوامة على صورة اليهود والملهمة على صورة النصارى وكذا في صورة المبتدعة.

●

اور ریاست سے محبت کی صفت ہے اور بلی (دیکھنا) کنجوسی اور نفاق کی صفت ہے اور سانپ (دیکھنا) زبان کے ذریعہ ایذارسانی جیسے گالی گلوچ اور غیبت اور جھوٹ کی صفت ہے اور ان درندوں (کو خواب میں دیکھنے) کے معنی (تعبیر) حقیقت میں صحیح ہوتے ہیں جنکو اس کے اہل ہی بصیرت کے ذریعہ خوب جانتے ہیں اور رہاں بچھو (دیکھنا) اشاروں کے ذریعہ چغل خوری اور عیب جوئی کی صفت ہے اور شہد کی مکھی (دیکھنا) لوگوں کو زبان کے ذریعہ پوشیدہ طور پر ایذا پہنچانے کی صفت ہے اور بے شک سانپ (دیکھنا) لوگوں سے دشمنی پر دلیل رکھتا ہے پس سالک جب (خواب میں) موذی جانوروں سے خود کو لڑتا ہوا دیکھے اور ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکے تو (اللہ) کی عبادت اور ذکر کے ذریعہ پوری کوشش کرے تاکہ اس (کے برے اثرات) کے خاتمہ کے ذریعہ اس پر غلبہ اور فتح حاصل کرے یا اس کو بشری (صفت کی) صورت میں تبدیل کر دے تو بیشک پوری طرح ان پر غلبہ اور ان کا خاتمہ دوسرے معنی میں برائیوں کا خاتمہ ہے جیسا کہ بعض توبہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے " (اللہ نے) ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں" اور اگر (خواب میں) دیکھے کہ وہ (درندہ صفت) انسانی صورت میں تبدیل ہو گئی ہے تو اس کا معنیٰ برائیوں کی نیکیوں میں تبدیلی ہے جیسا کہ بہت توبہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے "جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا"، پس بے شک اس مرتبہ وہ اس سے نجات پا گیا لہٰذا اس کے بعد ضروری ہے کہ وہ اس (برائی) سے مطمئن ہو کر نہ بیٹھے کیونکہ جب نفس گناہ اور بھول کی گندگیوں سے آلودہ قوت سے ملوث ہو جاتا ہے تو (نفس) مطمئنہ پر اس کا غلبہ تقویت پا جاتا ہے اور اور اسی واسطے اللہ کا حکم ہے کہ جملہ اوقات میں ممنوعات سے پرہیز کرے اور کبھی نفس امارہ کو کافروں کی صورت میں اور (نفس) لوامہ کو یہودیوں کی صورت میں اور (نفس) ملہمہ کو نصرانیوں کی صورت میں اور اسی طرح نئی نئی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔

تیئیسویں فصل

(اہلِ تصوّف کے بیان میں)

اور وہ (اہلِ تصوف) علیحدہ علیحدہ بارہ گروہ میں ہیں۔

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ ان کے افعال اور اقوال، شریعت و طریقت سے ہم آہنگ ہیں اور وہ (گروہ) اہلِ سُنّت والجماعت ہے کہ ان میں سے بعض کسی حساب کے بغیر ہی جنّت میں داخل ہونگے اور ان میں سے بعض، اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا ویسے عذاب کے بعد اس (جنت) میں داخل ہونگے اور باقی جتنے گروہ ہیں وہ سب بدعتی ہیں ان میں سے ۲) حلویہ ۳) حالیہ ۴) اولیائیہ ۵) شمراخیہ ۶) حبیبیہ ۷) حوریہ ۸) اباحیہ ۹) متکاسلہ ۱۰) متجاہلہ ۱۱) واقفیہ ۱۲) الہامیہ ہیں۔

پس حلویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ عورتوں اور (بغیر داڑھی مونچھ) لڑکوں کے خوبصورت چہرہ پر نظر کرنے کو حلال کہتے ہیں کہ اس میں حق (اللہ) کی صفت ہے وہ لوگ رقص کرتے ہیں اور بوس و کنار اور گلے ملنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ تو بالکل کفر ہے۔

اور جو "حالیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ رقص اور دستک (تالی بجانا) حلال ہے اور کہتے ہیں کہ شیخ کیلئے ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ اس پر شریعت کا اعتبار نہیں ہوتا اور یہ تو بدعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں ہرگز شامل نہیں ہے۔

اور جو "اولیائیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ بندہ جب اولیاء کے مرتبہ پر پہونچے تو اس سے شریعت کی زحمتیں برخواست ہو جاتی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ایک ولی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے ہے اور ولی کا علم جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے اور یہ تاویل سخت غلطی ہے اور وہ لوگ اسی اعتقاد کے سبب ہلاک ہوئے اور یہ (عقیدہ) بھی کفر ہے۔

الفصل الثالث والعشرون

في بيان اهل التصوف

وهم اثنا عشر نفرا

واحدهم مستنبئون افعالهم واقوالهم فوقفه المشريعه والطريقة وهو اهل السنة والجماعة بعضهم يدخلون الجنة بغير حساب و بعضهم يدخلونها بعد العذاب كيف ما يشاء الله تعالى والبواقى يدعون منهم الحلولية والحالية والاولياثية والشمراخية والحبية والحورية والاباحية والمتكاسلة والمتجاهلة والواقفية والهامية.

فاما مذهب الحلولية فانهم يقولون ان النظر الى الوجه الجميل من النساء والامرد حلال وفيه صفة الحق فيرقصون ويدعون الى التقبيل والمعانقة وهذا كفر محض.

واما الحالية فانهم يقولون الرقص وضرب اليد حلال ويقولون للشيخ حالة لا يعبر عنه الشرع وهذا بدعة ليس فى سنة الرسول صلى الله عليه وسلم

واما الاولياثية فانهم يقولون اذا وصل العبد الى مرتبة الاولياء سقط عنه تكاليف الشرع ويقولون الولى افضل من النبى صلى الله عليه وسلم لان علم النبى بواسطة جبرئيل عليه وعلى نبينا افضل السلام وعلم الولى بغير واسطة جبرئيل وهذا التاويل خطاء وهم هلكوا

تیئیسویں فصل

(اہلِ تصوّف کے بیان میں)

اور وہ (اہلِ تصوف) علیحدہ علیحدہ بارہ گروہ میں ہیں۔

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ ان کے افعال اور اقوال، شریعت و طریقت سے ہم آہنگ ہیں اور وہ (گروہ) اہلِ سُنت والجماعت ہے کہ ان میں سے بعض کسی حساب کے بغیر ہی جنّت میں داخل ہونگے اور ان میں سے بعض، اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا ویسے عذاب کے بعد اس (جنت) میں داخل ہونگے اور باقی جتنے گروہ ہیں وہ سب بدعتی ہیں ان میں سے ۲) حلویہ ۳) حالیہ ۴) اولیائیہ ۵) شعمراخیہ ۶) حبیبہ ۷) حوریہ ۸) اباحیہ ۹) متکاسلہ ۱۰) متجاہلہ ۱۱) واقفیہ ۱۲) الہامیہ ہیں۔

پس حلویہ کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ عورتوں اور (بغیر داڑھی مونچھ) لڑکوں کے خوبصورت چہرہ پر نظر کرنے کو حلال کہتے ہیں کہ اس میں حق (اللہ) کی صفت ہے وہ لوگ رقص کرتے ہیں اور لوس و کنار اور گلے ملنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ تو بالکل کفر ہے۔

اور جو "حالیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ رقص اور دستک (تالی بجانا) حلال ہے اور کہتے ہیں کہ شیخ کیلئے ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ اس پر شریعت کا اعتبار نہیں ہوتا اور یہ تو بدعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت میں ہرگز شامل نہیں ہے۔

اور جو "اولیائیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ بندہ جب اولیاء کے مرتبہ پر پہونچے تو اس سے شریعت کی زحمتیں برخواست ہو جاتی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ایک ولی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے ہے اور ولی کا علم جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے اور یہ تاویل سخت غلطی ہے اور وہ لوگ اسی اعتقاد کے سبب ہلاک ہوئے اور یہ (عقیدہ) بھی کفر ہے۔

بِذٰلِكَ الْاِعْتِقَادِ وَهٰذَا كُفْرٌ اَيْضًا.

وَاَمَّا الشَّمْرَاخِيَّةُ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اَلصُّحْبَةُ قَدِيْمَةٌ وَبِهَا يَسْقُطُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ وَيُحِلُّوْنَ الدُّفَّ وَالطَّنْبُوْرَ وَبَاقِي الْمَنَاهِي شَرْعًا بَيْنَهُمْ مِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ وَهُمْ كُفَّارٌ وَاِرَاقَةُ دَمِهِمْ مُبَاحَةٌ.

وَاَمَّا الْحُبِّيَّةُ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِذَا وَصَلَ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكَالِيْفُ وَلَا يَسْتُرُوْنَ عَوْرَتَهُمْ بَيْنَهُمْ.

وَاَمَّا الْحُوْرِيَّةُ فَاِنَّهُمْ كَالْحَالِيَّةِ لٰكِنْ يَدَّعُوْنَ وَطْيَ الْحُوْرِ فِيْ حَالَاتِهِمْ فَاِذَا اَفَاقُوْا اِغْتَسَلُوْا فَكَذَبُوْا وَهَلَكُوْا بِهٖ.

وَاَمَّا الْاِبَاحِيَّةُ فَيَتْرُكُوْنَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُحِلُّوْنَ الْحَرَامَ وَ يُبِيْحُوْنَ النِّسَاءَ.

وَاَمَّا الْمُتَكَاسِلَةُ فَيَتْرُكُوْنَ الْكَسْبَ وَيَسْاَلُوْنَ مِنَ الْاَبْوَابِ وَ يَدَّعُوْنَ اَنْفُسَهُمْ تَرْكَ الدُّنْيَا وَهَلَكُوْا بِهٖ.

وَاَمَّا الْمُتَجَاهِلَةُ فَيَلْبَسُوْنَ لِبَاسَ الْفَسَادِ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَيَدَّعُوْنَ فِيْ بَوَاطِنِهِمْ وَهَلَكُوْا بِهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ ہود ۱۱۳"

وَاَمَّا الْوَاقِفِيَّةُ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَا يَعْرِفُ اللّٰهَ تَعَالٰى غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى قَطُّ وَيَتْرُكُوْنَ طَلَبَ الْمَعْرِفَةِ وَهَلَكُوْا بِذٰلِكَ الْجَهْلِ.

وَاَمَّا الْهَامِيَّةُ فَيَتْرُكُوْنَ الْعِلْمَ وَيَنْهَوْنَ عَنِ التَّدْرِيْسِ وَيُتَابِعُوْنَ الْحُكَمَاءَ وَيَقُوْلُوْنَ اَلْقُرْاٰنُ حِجَابٌ وَالْاَشْعَارُ قُرْاٰنُ الطَّرِيْقَةِ وَاعْتَقَدُوْا

اور جو "شمراخیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ محبت قدیم ہے اور اس سے امر و نہی ساقط ہو جاتے ہیں اور دف طنبورہ اور عورتوں کے تعلق سے دیگر شرعی ممنوعات کو وہ لوگ حلال جانتے ہیں اور وہ سب کفار ہیں اور ان کا خون بہانا مباح ہے۔

اور جو "حبیبیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے پاس محبت کے درجہ تک پہنچتا ہے تو اس سے تکالیف برخواست ہو جاتی ہیں اور آپس میں وہ لوگ اپنی شرمگاہ کو نہیں ڈھانکتے ہیں۔

اور جو "حوریہ" ہیں تو وہ حالیہ کی طرح ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے وجد میں حور سے وطی (مباشرت) کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں پھر جب ہوش میں آجاتے ہیں تو غسل کرتے ہیں پس وہ جھوٹے ہوئے اور اس (عقیدہ) کے سبب وہ ہلاک ہوئے۔

اور جو "اباحیہ" ہیں تو امر بالمعروف کو ترک کرتے اور حرام کو حلال اور عورتوں کو (ناجائز طریقہ پر) مباح جانتے ہیں۔

اور جو "متکاسلیہ" ہیں تو یہ کہ وہ کسب (محنت کی کمائی) کو ترک کرتے ہیں اور دربدر مانگتے پھرتے ہیں اور ترکِ دنیا کا اپنا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ لوگ اس کے سبب ہلاک ہوئے۔

اور جو "متجاہلہ" ہیں وہ فساد کی پوشاک زیبِ تن کرتے ہیں اور اپنے باطن میں (اصلاح کا) دعویٰ کرتے اور وہ اسی کے سبب ہلاک ہوئے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے "اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھو دے گی"۔

اور جو "واقفیہ" ہیں تو ان کا کہنا (عقیدہ) ہے کہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی نہیں ہوتی اور (اسلئے) طلبِ معرفت نہیں کرتے اور وہ لوگ اس جہل کے سبب ہلاک ہوئے (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآنی آیت "وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ" سے استدلال کرتے ہیں)

اور جو "الہامیہ" ہیں تو وہ علم کو ترک کرتے ہیں اور درس و تدریس سے منع کرتے ہیں اور حکماء (دنیاوی فلسفیوں) کی پیروی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن حجاب ہے اور شاعری ہی کو طریقت کا قرآن جانتے ہیں۔

بِذٰلِكَ الْقَوْلِ وَيَتْرُكُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْاَشْعَارَ عَلٰى اَوْلَادِهِمْ وَهَلَكُوْا بِذٰلِكَ وَفِىْ اَنْفُسِهِمُ الْبَاطِلُ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَيْسُوْا مِنْهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا اَهْلَ الْجَذْبَةِ بِقُوَّةِ صُحْبَةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْتَشَرَتْ تِلْكَ الْجَوَاذِبُ بَعْدَ عَلِیٍّ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) اِلٰى مَشَايِخِ الطَّرِيْقَةِ ثُمَّ انْشَعَبَتْ اِلٰى سَلَاسِلَ كَثِيْرَةٍ حَتّٰى ضَعُفَتْ عَنْ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَبَقِیَ مِنْهُمُ الرُّسُوْمُ فِىْ صُوْرَةِ الشَّيْخُوْخَةِ بِلَا مَعْنًى ثُمَّ تَشَعَّبَتْ مِنْهُمْ اَهْلُ الْبِدْعَةِ ثُمَّ انْتَسَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى قَلَنْدَرَ وَبَعْضُهُمْ اِلٰى حَيْدَرَ وَبَعْضُهُمْ اِلٰى اَدْهَمَ وَغَيْرِ ذٰلِكَ يَطُوْلُ شَرْحُهَا ـ فَفِىْ هٰذَا الزَّمَانِ اَهْلُ الْفَقْرِ وَالْاِرْشَادِ اَقَلُّ مِنَ الْقَلِيْلِ وَ يُعْلَمُ اَهْلُ الْحَقِّ بِشَاهِدَيْنِ اَحَدُهُمَا ظَاهِرٌ وَالْاٰخَرُ بَاطِنٌ ـ فَالظَّاهِرُ الْاِسْتِحْكَامُ عَلَى الشَّرِيْعَةِ اَمْرًا وَنَهْيًا وَالْبَاطِنُ اَنْ يَكُوْنَ سُلُوْكُهُ عَلٰى مُشَاهَدَةِ الْبَصِيْرَةِ فَيَرٰى مَنْ يَقْتَدِیْ بِهٖ وَهُوَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُوْنُ وَاسِطَةً بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبَيْنَ رُوْحَانِيَّةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِسْمَانِيَّتِهٖ فِىْ مَجْلِسِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِ مَا يَسْتَحِقُّ لَا يَتَمَثَّلُ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُوْنُ مِنْهُ اِشَارَةٌ اِلَيْهِ وَاِلٰى مَنْ يُرِيْدُ بِهِ السَّالِكِيْنَ فَلَا يَكُوْنُ سُلُوْكُهُمْ عَلَى الْعُلَمَاءِ وَهٰهُنَا دَقَائِقُ الْعَلَامَاتِ فِى التَّمْيِيْزِ لَا يُدْرِكُهَا اِلَّا الْقَلِيْلُ.

اسی قول پر عقیدہ رکھتے ہوئے قرآن کو ترک کر دیتے ہیں اور اپنی اولاد کو اشعار سکھاتے ہیں اور وہ اسی سبب ہلاک ہوئے اور انکے نفسوں میں باطل (بات) ہے کہتے ہیں کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں حالانکہ ان کا ان (اہل سنت والجماعت) سے تعلق ہی نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت کا کہنا (عقیدہ) ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی قوت کے سبب صحابہ رضی اللہ عنہم اہل جذبہ (روحانی) تھے پھر یہ جذبات (روحانی) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد مشائخ طریقت تک وسعت پائے پھر کئی سلسلوں تک شاخوں میں بٹ گئے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کمزور پڑ گئے تو ان میں سے ضعیفی کی شکل میں یعنی رسوم باقی رہ گئے پھر ان کی شاخیں نکلیں، اہل بدعت ان ہی میں سے ہیں پھر ان میں سے بعض قلندر سے اور بعض حیدر سے اور بعض ادھم، وغیرہ سے وابستہ ہوگئے، جن کی تفصیل طویل ہے۔ پس اس زمانہ میں اہل فقر و ارشاد کی تعداد کم سے بھی کمتر ہے اور اہل حق (جن) دو شواہد کے ذریعہ (ان کو) جانتے ہیں ان میں سے ایک ظاہر ہے اور دوسرا باطن ہے پس شریعت میں امر (جس کا حکم فرمایا گیا) اور نہی (جس سے منع فرمایا گیا) پر مضبوطی سے پابند رہنا "ظاہر" ہے اور بصیرت (دل کی آنکھ) سے راہ سلوک کا ایسا مشاہدہ کرنا "باطن" ہے کہ وہ اس ذات پاک کو اپنی چشم بصیرت سے دیکھ لے جس کی کہ وہ اقتدا کرتا ہے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت و جسمانیت کے درمیان آپ کی ہم نشینی میں واسطہ ہو جائے پس یقیناً شیطان نہ تو اس کا مستحق ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر سکتا ہے تو اس کے لئے اور ان کے لئے جو اس کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ایک اشارہ ملتا ہے کہ ان کا راستہ علماء کرام (کے راستہ) پر نہیں اور تمیز و امتیاز کے لئے یہ سب ایسے باریک سے باریک علامات ہیں کہ جن سے صرف معدودے چند لوگ ہی آشنا ہیں۔

الفصل الرابع والعشرون

في بيان الخاتمة

ينبغي ان (يكون) السالك فطنا بصيرا ناظرا الى خواتيم الامور ومفكرا في ادبارها ولا يغتر بظاهر حلاوة الاحوال فقد اتفقوا اهل التصوف ان السالك الى الاحوال يغفل عن محوه لها كما قال الله تعالى "فلا يأمن مكر الله الا القوم الخسرون. اعراف ۹۹" وكذلك قال الله تعالى في الحديث القدسي "يا محمد بشر المذنبين باني غفور وانذر الصالحين الصادقين باني غيور" فان كرامات الاولياء غير مامونة من المكر والاستدراج بخلاف معجزة الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانها مامونة من ذلك ابدا وقيل خوف سوء الخاتمة سبب النجاة من سوء الخاتمة غالبا لئلا تخدعه البشرية فينقطع سبيله من حيث لا يشعر به قالوا في الصحة يكون الخوف غالبا وفي المرض يكون الرجاء غالبا قال النبي صلى الله عليه وسلم "لو وزن خوف المؤمن ورجاءه بفضل الله تعالى ليستويان" واما في حالت النزع فينبغي للمؤمن ان يكون بفضل الله تعالى اغلب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لا يموتن احدكم الا وهو يحسن الظن بالله تعالى" يعني بتفكره بسبقة رحمته على غضبه وبصفة رحمته واستعانته انه ارحم الراحمين

چوبیسویں فصل

(خاتمہ کے بیان میں)

پس سالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ ذہین ہو، دور اندیش ہو اور معاملات کے انجام پر اسکی نظر ہو اور انکے زوال کے بارے میں فکر مند رہتا ہو اور احوال کی ظاہری لذت کے فریب میں نہ آجائے پس اہل تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک سالک احوال کے بارے میں اس کے ماحول سے بے خبر رہنا چاہئے کہ ارشادِ الٰہی ہے "تو کی پوشیدہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے" اور اسی طرح حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گناہگاروں کو اس بات کی خوشخبری دیجئے کہ میں یقیناً بخشش فرمانے والا ہوں اور نیک اور سچے لوگوں کو اس بات سے ڈرائیے کہ میں یقیناً غیرت والا ہوں" تو بیشک اولیاء کی کرامات، مکر اور استدراج سے غیر محفوظ ہیں۔ اسکے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کا معجزہ ان باتوں سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہے اور فرمایا گیا کہ خاتمہ برا ہونے کا خوف کرنا غالباً خاتمہ برا ہونے سے نجات پانے کا سبب ہے تاکہ بشریت اسکو کہیں دھوکہ نہ دیدے اور کسی ایسی وجہ سے اسکی راہ چھوٹ نہ جائے جس کا اسکو شعور ہی نہ ہو فرمایا کہ تندرستی کی حالت میں خوف غالب ہوا کرتا ہے اور بیماری کی حالت میں اُمید غالب ہوا کرتی ہے۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "اگر مومن کے خوف اور فضل الٰہی پر اسکی اُمید کو تولا جائے تو دونوں برابر ہونگے" اور ہاں البتہ نزع کی حالت میں مومن کو چاہیئے کہ (خوف پر) اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی اُمید زیادہ غالب رکھے۔ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں مرے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ اتفاق (بہتر عقیدہ) نہ رکھے" یعنی اس (اللہ) کے غضب پر اسکی رحمت کے سبقت لیجانے اور اسکی رحمت و دستگیری کی صفت کا خیال ذہن نشین کرے کہ بے شک وہ ارحم الراحمین ہے

ويفر من قهره الى لطفه ويفر منه اليه منذللا متضرعا متعذرا
متملقا معترفا بذنوبه في بابه فيوقع
فيقر الطافه ورحمته على
ذنوبه ان الله هو
البر الرحيم والجواد الكريم
اللهم هادي المضلين ويا راحم المذنبين
علمك كاف عن المقال وكرمك كاف عن السؤال
اللهم صل على سيدنا وسيد المرسلين محمد
وعلى اله وصحبه اجمعين تمت الرسالة
بتوفيق رب العالمين وسميته ببيان الاسرار
لطالبين والاسماء التسعة للمتصوفية من
عالم الدرجات الى عالم القربة ثم يفتح لهم
باب التوحيد ويعلم علم التوحيد بسبب
الاسماء الثلاثة من اسماء التوحيد
فيكون الاسماء اثنى عشر
اسما وهذه اصول
الاسماء.

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين وسلم.

اور اس کے غضب سے دور ہو کر اس کے لطف کی طرف بڑھے اور ذلیل بن کر
گڑگڑاتے ہوئے عذر خواہ بن کر خوشامدی بن کر اور اپنے گناہوں
کا اعتراف کرنے والا بن کر اس کی چوکھٹ
پر اسی کی طرف اسی سے
رجوع کرے اپنے گناہوں پر اس
(اللہ) کی مہربانیاں اور رحمت غالب ہوں گی۔

بیشک اللہ مہربان رحم والا بخشش والا اور کرم والا ہے۔ یا اللہ!
اے گمراہوں کو راہِ راست پر لانیوالے اے گنہگاروں پر رحم فرمانیوالے تیرا علم
سب باتوں کیلئے کافی ہے اور تیرا کرم سب سوالوں کیلئے کافی ہے۔ یا اللہ ہمارے آقا
اور رسولوں کے سردار (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپکی آل (پاک) اور آپکے جملہ صحابۂ (کرام) پر
درود بھیج رب العالمین کی توفیق سے رسالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اس کو طالبوں کیلئے
اسرار کے بیان سے اور عالم درجات سے عالم قرب تک متصف ہونیوالوں کیلئے نو (۹)
ناموں (کے بیان) سے موسوم کیا پھر اُن کیلئے توحید کا دروازہ کھلے گا اور اسماءِ
توحید میں سے تین ناموں کی بدولت علم توحید سے آشنائی ہوگی تو
(اس طرح) یہ اسماء جملہ (۳+۹) بارہ ۱۲ نام ہوں گے
اور یہی اسماء کے
اصول ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپکی آل (پاک) پر اور آپ کے جملہ صحابہ کرام
پر درود و سلام بھیجے

الله :۔ لغوی معنی معبود، لائق پرستش، پوجا لینے والا۔ اصل میں یہ لفظ پہلے کیا تھا اور کس سے مشتق ہوا اس میں اختلاف رائے ہے اس لئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فیصلہ فرما دیا کہ اللہ خود اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کی ذات میں تغیر ہی نہیں پس اس کے اسم ذات کے لفظ میں بھی تغیر نہ کرنا چاہیئے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں اللہ اس ذات کا نام ہے جو تمامی صفات کا مستجمع ہے یعنی اسم اللہ خاص ذات اور مجمل صفات و کمال کا جامع ہے اس کا اطلاق تین مقامات پر کیا جاتا ہے۔ مقام لاتعین۔ مقام وحدت اور مقام واحدیت۔

ازل :۔ وہ زمانہ جس کی ابتدا نہ ہو یا جس کا اول نہ ہو۔ ازلی وہ چیز جسکے پہلے عدم نہ ہو گویا ابد کے مقابل ازل ہے۔

ابد :۔ وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو جس کا کوئی آخر نہیں۔ اگر آخر ہو گا تو وہ ابد نہ ہو گا۔

ازلی وابدی :۔ موجود تین طرح پر ہے یا تو وہ ازلی و ابدی ہے اور یہ صرف ذات واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے وہ چیز جو نہ ازلی ہو نہ ابدی اور یہ دنیا یا کائنات ہے جس کا اول بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ تیسرے وہ جو ازلی تو نہیں ہے لیکن ابدی ہے اور یہ عالم آخرت ہے کہ ازلی تو نہیں ہے لیکن ابدی ہے کہ اس کا آخر نہیں۔

ذات :۔ لغت میں بمعنیٰ صاحب، خداوند، ہستی، ہر چیز کی حقیقت، ہر شے کی روح، طرف یا جانب ہے، اصطلاح میں ذات، وجود کو کہتے ہیں اور وجود، ذات، ہستی اور ہست سب ایک ہے۔

برزخ :۔ وہ چیز جو دو متخالف چیزوں کے درمیان حائل ہو برزخ کہتے ہیں خواہ ان دونوں چیزوں میں مناسبت

ہو یا نہ ہو جیسا کہ اعراف برزخ ہے بہشت اور دوزخ کے درمیان یا بندر دوزخ ہے انسان اور حیوان کے درمیان موت نیز قیامت کے درمیانی زمانہ کو بھی برزخ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں برزخ وہ عالم مشہود ہے جو عالم معانی اور عالم اجسام کے درمیان ہو صوفیائے کرام کے نزدیک برزخ کا استعمال مختلف جگہ استعمال ہوتا ہے۔

۱۔عالم مثال کو برزخ کہتے ہیں ۔جو عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ہو۔ (۲) ممتنع الوجود کو بھی برزخ کہتے ہیں جو عالم ارواح اور اعیان ثابتہ کے درمیان ہیں۔ (۳) دل کو بھی برزخ کہتے ہیں جو روح اور مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کے درمیان ہے۔ (۴) صدر کو بھی برزخ کہتے ہیں جو دماغ اور دل کے درمیان ہے۔ (۵) وحدت کو بھی برزخ کہتے ہیں جو حقیقت محمدی احدیت اور واحدیت کے درمیان برزخ ہے اور اسی کو برزخ البرازخ یا برزخ کبریٰ بھی کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔اس نے دو دریا چلا دیئے جو باہم ملتے ہیں ان کے درمیان ایک برزخ ہے وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ (۶) علم کو بھی برزخ کہتے ہیں جو عالم اور معلوم کے درمیان ہے اور یہ بھی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ ہے۔ (۷) اسماء کو بھی برزخ کہتے ہیں جو اعیان ثابتہ اور وجود کے درمیان ہیں۔

بقا۔ لغت میں بمعنی "قائم رہنا" یا "رہنا اور فانی نہیں ہونا" ہے۔
صوفیہ کے پاس "بقا" عارف کے لئے ایک مقام ہے جہاں اس کے لئے رویت حق میں کسی چیز کا حجاب نہیں اور رویت حجاب رویت اشیاء نہیں ہے۔ وہ عالم کو معدوم اور حق کو موجود دیکھتا ہے۔

تجرید۔ لغت میں بمعنی "برہنہ کرنا" "نیام سے تلوار باہر نکالنا" "جھاڑ کی شاخ کاٹنا تاکہ بڑا ہو"۔
صوفیہ کے پاس اپنی خودی اور بیگانگی سے دور ہونے کو تجرید کہتے ہیں یعنی اپنی خودی کو مٹا کر حق تعالیٰ کی خودی میں مل جانا گویا بقا سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ہر چیز کو فنا کر دے اور خود کو صرف اللہ کے لئے باقی رکھے۔

فَنَا و فِنَا:۔ لغت میں بکسر اول فِنا بمعنی گرداگرد، نواحی (کونے) اور بفتح اول فَنا بمعنی تمام ہونا اور ہلاک ہونا صوفیہ کے پاس ایک تو اوصاف مذمومہ کا اپنی ذات سے نکال دینا فنا ہے جو کثرت ریاضت سے حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ فنا کی دوسری قسم یہ ہے کہ عالم ملک و ملکوت کا احساس باقی نہ رہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں فرد عظمت الہٰی اور مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ صوفیہ اسی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

فنا و بقا:۔ فنا کا مطلب یہ ہے کہ لذات کو اس طرح فنا کردینا کہ بندے کے لئے کسی چیز میں کوئی حظ باقی نہ رہے نیز ذات خدا میں ایسا فنا ہوجانا کہ ہر چیز سے مشغولیت فنا ہوجائے مثلاً شیخ عامر بن عبداللہؒ نے فرمایا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا کسی دیوار کو۔ پس ایسا شخص ہر وقت تمام مخلوقوں سے کٹ کر یاد الہٰی میں مصروف رہتا ہے اور اسی فنا کے پیچھے بقا ہوتی ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اپنی ہر چیز کو فنا کردے اور خود کو صرف اللہ کے لئے باقی رکھے۔

حق کے ساتھ معدوم رہنے کا نام فنا اور حق کے ساتھ موجود رہنے کا نام بقا ہے۔ (شیخ خرازؒ)

علم فنا و بقا کا دارومدار مخلصانہ وحدانیت اور صحیح بندگی پر ہے اور جو اس کے علاوہ بیان ہو وہ محض مغالطہ اور کفر والحاد ہے۔ (شیخ ابراہیم بن شیبانؒ)

الغرض حال بقا تک رسائی کرنے والا "باقی" ایسے مقام پر فائز ہوتا ہے جہاں حق اور مخلوق میں حجاب باقی نہیں رہتا۔

مَنزِل:۔ لغوی معنی "اترنے کی جگہ" لیکن اکثر اس جگہ کے معنی میں مستعمل ہے جہاں مسافر لوگ سونے اور آرام کرنے کے لئے اترتے اور قیام کرتے ہیں۔

صوفیہ کی اصطلاح میں منزل چار ہیں جن کو ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کہتے ہیں۔ لغت میں عالم ذات الہٰی کو لاہوت کہتے ہیں جہاں سالک کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے اور مرتبۂ صفات

کو جبروت اور مرتبہ اسماء کو ملکوت کہتے ہیں۔
منزل ناسوت = جسم ہے یعنی اس جسم کو فنا کر کے مثال میں آنا۔
منزل ملکوت = جسم مثال ہے اس کو فنا کر کے جبروت میں آنا یعنی روح میں آنا۔
منزل جبروت = روح ہے اس کو فنا کر کے اعیان میں آنا۔
حضرت شیخ اکبرؒ نے شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ صاحب قوت القلوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ عالم عظمت ہے ائمہ مشائخ و اولیاء اس کو "عالم وسط" فرماتے ہیں۔
منزل لاہوت = اعیان ہے۔ اعیان کو لاہوت تینوں مراتب ذاتی یعنی احدیت، وحدیت اور واحدیت کے سبب سے کہتے ہیں جو ایک ہیں۔

لاہوت :۔ لغت میں عالم ذات الٰہی ہے جس میں سالک کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے اور مرتبہ صفات کو جبروت مرتبہ اسماء کو ملکوت کہتے ہیں۔ لاہوت اصل میں لاھوا لاھو ہے اور حرف تا زائد ہے اور عرب کا دستور ہے کہ جب کلمات مغلقہ کہتے ہیں تو کچھ حذف کرتے ہیں اور کچھ زیادہ کرتے ہیں تاکہ ناواقف اس کی حقیقت سے واقف نہ ہوں۔ اصطلاح میں گنج مخفی اور مقام محویت کو کہتے ہیں۔
سِر :۔ لغت میں راز یا بھید کے معنی لکھے گئے ہیں۔ اصطلاح میں نام کو اور اس کے ظہور کی کیفیت کو کہتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔ "تحقیق انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اور لوتھڑے میں دل ہے اور دل میں روح ہے اور روح میں نور ہے اور نور میں سر ہے اور سر میں میں ہوں۔
سر باطن کے بارے میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ یہ روح سے پہلے اور قلب کے بعد

کا درجہ ہے۔ بعض نے اس کو روح کے بعد بلکہ اس سے اعلیٰ و لطیف تر قرار دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ سر باطن مشاہدہ کا اور روح محبت کا اور قلب معرفت کا مقام و محل ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "دوستی کا حال پوشیدہ رکھنا سر ہے"۔

ایک حدیث شریف میں ہے۔ المعرفۃ سری یعنی معرفت میرے رازہائے سربستہ ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ السلام کا راز ذات الٰہی کی معرفت ہے کیونکہ نفس السر ایسا وصف ہے جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

تجلّی:- لغوی معنی آشکارا کرنا، روشن کرنا، جلوہ کرنا ہے۔ صوفیہ کے پاس تجلّی سے مراد خاصانِ خدا کے دل پر انوارِ حق کا اثر انداز ہونا ہے جس کے باعث ان کے قلوب اپنے اندر مشاہدۂ حق کرنے کے قابل بن جاتے ہیں۔ اصطلاح میں تعین اور لباس کو تجلّی کہتے ہیں وحدت کو تجلّی اول، واحدیت کو تجلّی ثانی اور تمام تعینات کو تجلّی کہتے ہیں۔ اور سالکین کے پاس سالک کے دل پر انوار الٰہی سے تجلّی نوری وارد ہوتی ہے جو سبز، سیاہ، سفید، سرخ رنگوں کے لحاظ سے تجلّی مرشدی، تجلّی نفسی، تجلّی شیطانی، تجلّی روحی، تجلّی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور تجلّی ذاتی کی اقسام پر مشتمل ہے۔

جسم:- لغت میں اسم عام ہے کہ ہر ایک چیز جو لمبائی، چوڑائی اور اونچائی یا گہرائی رکھتی ہے۔ جسم چار عناصر یعنی پانی، آگ، ہوا، اور مٹی سے مرکب ہے۔ اور یہ جسم دو قسم پر منقسم ہے ایک جوہر اور دوسرا عرض ہے۔

جوہر:- جوہر وہ چیز ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو یعنی اپنے قیام میں دوسرے کی محتاج نہ ہو۔ مثلاً دیوار اور سایہ ان دونوں میں دیوار جوہر ہے کہ وہ اپنے قیام میں سایہ کی محتاج نہیں۔ خواہ سایہ رہے نہ رہے وہ اپنی جگہ قائم ہے۔

عرض:- وہ چیز جو اپنے قائم رہنے میں دوسرے کی محتاج ہو مثلاً دیوار اور سایہ ان دونوں میں سایہ عرض

ہے کہ وہ اپنے قیام میں دیوار کا محتاج ہے اگر دیوار نہ ہو تو سایہ کا وجود بھی نہ ہوگا۔

رُوح :- لغت میں بمعنی جان، رحمت، قرآن، نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام اور جبرئیل علیہ السلام نام بھی ہے۔ الہ[illegible] ایک لطیفہ [illegible] ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور جو زندگی اور حس و حرکت کا باعث ہوتا ہے [illegible] لطیفہ عروق کے ذریعہ دل سے تمام جسم میں جاری و ساری ہے چونکہ یہ حیات جسمانی کا ذریعہ اور سبب ہے اس لئے اس کو "روح حیوانی" کہتے ہیں حضرات صوفیہ کے یہاں روح سے مراد "لطیفہ مدرکہ انسانی" ہے جو "قل الروح من امر ربی" کے حکم کا مصداق ہے اور یہ عالم امر سے ہے اس معنی کے لحاظ سے روح اسرار قلب سے ہے۔ روح پانچ قسم پر ہے۔ (۱) روح جمادی (۲) روح نباتی (۳) روح حیوانی (۴) روح انسانی (۵) روح قدسی اور روح قدسی اعیان کی طرح بصورت جو خارج میں آتی ہے اور لطیف ہوتی ہے نہ نزدیک ہوتی ہے نہ دور نہ سیدھی جانب نہ بائیں جانب ہوتی ہے نہ اوپر ہوتی ہے نہ نیچے۔ چنانچہ حضرت شیخ محمود جشتری گلشن راز میں فرماتے ہیں ؎

چہ می گویم کہ ہست این نکتہ باریک شب روشن میان روز تاریک

یعنی کیا کہوں میں کہ یہ باریک نکتہ ہے گویا تاریک دن میں روشن رات ہے۔ اور اسی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے۔ ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔

احوال ومقاماتِ صوفیہ کرام

شریعت:۔ لغت میں بمعنی بڑی نہر اور پانی بہنے کی جگہ یا پانی کا وہ کنارہ جہاں سے مخلوق پانی پیتی ہے اور عام مفہوم میں دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بندوں کے لئے عادات اور معاملات میں خدا کا پیدا کیا ہوا راستہ مراد ہے۔

علوم شریعت کی تدوین واشاعت میں جو بزرگان سلف مشغول ہوئے وہ علماء کے مقدس لقب سے مشہور ہوتے بعد میں ان کی خدمات کی خصوصیت کے لحاظ سے وہ مفسرین محدثین فقہا اور متکلمین وغیرہ مختلف ناموں سے موسوم ہوگئے۔

طریقت:۔ لغوی معنی راستہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطوار ہیں عام اصطلاح میں تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کو کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "رشحات العیون" میں فرماتے ہیں کہ شریعت احکام کے ظاہری احوال کا نام ہے اور انہیں احکام پر دل جمعی کے ساتھ عمل کرنا طریقت ہے۔

حقیقت:۔ لغت میں ہر چیز کی اصل' ہر چیز کی ماہیت' ہستی اور ہر چیز کی ذات کو حقیقت کہتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کا لفظ مختلف جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک تو یہ ہے کہ لفظِ حقیقت کو مجاز کے مقابلہ میں لاتے ہیں ہر جا ظہور سے بطون تک یعنی ذات سے ظہور صفات تک۔ جیسے عالم مثال مجاز ہے اور اس کی حقیقت عالم ارواح ہے۔

دوسرے حقیقت سے مراد حق تعالیٰ کی ذات جو تمام کی حقیقت اور حقیقت الحقائق ہے کہ

ہر ایک کی حقیقت اس سے ثابت ہوتی ہے۔
رشحات العیون میں حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت کی جمعیت و دل جمعی میں رسوخ و ملکہ (مہارت) پیدا ہو جانے کے مرتبہ کا نام حقیقت ہے۔
امام قشیریؒ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ خدا کی بندگی کو لازم پکڑنا شریعت ہے اور اسکی ربوبیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے لہٰذا جو شریعت اس کی تائید کے بغیر ہو وہ نامقبول ہے اور جس حقیقت کے ساتھ شریعت کی قید نہ لگی ہو وہ لاحاصل ہے۔
طریقت و حقیقت جس سے صوفیہ ممتاز ہوئے دونوں شریعت کے خادم ہیں لہٰذا ان دونوں کے حاصل کرنے سے شریعت ہی کی تکمیل مقصود ہے۔

معرفت:۔ لغوی معنی پہچاننا ہے۔ اصطلاحی معنی خدا شناسی ہے۔ صوفیہ کے پاس ذات کو ذات اور صفات کو صفات اور ذات کو صفات کے ساتھ اور صفات کو ذات کے ساتھ پہچاننا معرفت ہے۔
جو دانش یا واقفیت اکتساب اور لکھنے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے صوفیہ اس کو علم کہتے ہیں اور وہ دانائی جو اس علم کے علاوہ ہے اور صرف صوفیہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کو "معرفت" یا "عرفان" کہتے ہیں۔
ایک صوفی کا اعتقاد ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی کشف کے ذریعہ براہ راست حاصل ہوتی ہے۔ یہ علم معرفت عقل و منطق اور مدرسہ میں بحث و درس سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل پر منحصر ہے جو کہ حق تعالیٰ اپنے کرم سے ان ہی لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن میں معرفت اخذ کرنے اور حقیقت وصول کرنے کی صلاحیت موجود ہے
حدیث شریف میں آیا ہے۔ المعرفتہ اسرار سری یعنی معرفت میرا بھید ہے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید یا راز حق تعالیٰ کی ذات ہے ۔ معرفت کی تین قسم ہیں ۔ عقلی، علمی اور کشفی ۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی ۔ یہی بات ہے جو سعدی شیرازی نغمہ طرازی کرتے ہیں ۔

نہ ادراک در کنہہ ذاتش رسد نہ فکرت بغور صفاتش رسد

اس (حق تعالیٰ) کی ذات کی یاد بھی تک عقل کو رسائی حاصل نہیں اور اس کی صفتوں میں غور و فکر کو رسائی حاصل نہیں

دوسرے الفاظ میں حق تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے سے عقل عاجز ہے اور اس کی صفتوں کے بارے میں سوچنے سے فکر قاصر ہے ۔

تصوّف :- لغوی معنی پشمینہ پہننا ہے ۔ صُوف بمعنی ریشم سے ماخوذ ہے اور اصطلاحی معنی تزکیۂ نفس یعنی خواہش نفسانی سے پاک ہونا ۔ دوسری صدی ہجری میں صوفیہ ایک مخصوص گروہ کی شکل میں ظہور میں آئے جس کا مخصوص نام "صوفی" رکھا گیا اور ان کے مسلک کو تصوف کہا جاتا ہے ۔ حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں ۔ "ظاہری و باطنی آداب شریعت سے آگاہی حاصل کرنا تصوف ہے ۔ اس سے مراد اخلاق الٰہیہ ہیں کبھی کلمۂ تصوف مکارم اخلاق کے مترادف استعمال ہوتا ہے ۔ تصوف بُرے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے تاکہ تجلیات الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے" المختصر صوفیائے کرام خلائق سے منہ موڑ کر حق تعالیٰ کی طرف ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ اپنی خبر تک نہیں رکھتے اور اپنے میں حق تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرتے ہیں اور تخلقوا باخلاق اللّٰہ "یعنی اللہ کے اخلاق سے متصف ہو جاؤ کے حکم کا یہی معنی ہے ۔

اخلاص :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اخلاص کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جسے میں اس شخص کے دل میں رکھ دیتا ہوں جس سے

میں محبت کرتا ہوں۔
اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل میں سوائے حق کے اور کوئی مشاہدہ طلب نہ کرے۔
شیخ فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی خاطر سے ترکِ عمل ریا ہے اور ان کے لحاظ و خاطر سے کسی عمل کا بجا لانا شرک ہے۔ ان دونوں سے خلاص ہونا اخلاص ہے۔
حضرت ابوعلی دقاقؒ فرماتے ہیں۔ "صرف حق تعالیٰ کے لئے بالارادہ عبادت گزاری کا نام اخلاص ہے"
حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے ظاہر و باطن اعمال میں یکسانیت ہو جائے۔
حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں۔ "جب بندے میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے تو وسوسوں کی کثرت اور ریا (دکھاوے کا کام) اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔
حضرت ذوالنون مصریؒ تین باتوں کو اخلاص کی علامات قرار دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ بندے کے نزدیک عوام کی تعریف و مذمت یکساں ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اعمال میں اپنے اعمال کو دیکھنا بھول جائے اور تیسرے یہ کہ یہ بھی بھول جائے کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب چاہتا ہے

اُنس:- مقربینِ بارگاہِ الٰہی کے لئے مخصوص ایک حالِ روحانی ہے جو بندہ کے دل پر جمالِ حق کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ روحانی حال اس وقت ظہور میں آتا ہے جب باطن بالکل پاک و صاف ہو۔
حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔" اس دل میں جس کے اندر آتشِ محبت سے روشن ہو اور اس دل میں جو نورِ مشاہدہ سے روشن ہو بہت فرق ہوتا ہے۔
بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہیبت عارفوں کا ایک درجہ ہے اور اُنس مریدوں کا درجہ ہے۔
ہیبت کے وجود کے ساتھ حشمت کا اٹھا دینا اُنس ہے۔ (جنید بغدادیؒ)
عاشق و معشوق ایک دوسرے سے بے تکلف ہو جائیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ "الٰہی مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے" یا حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا۔ "الٰہی میں تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں اپنا جلوہ دکھا۔"

قُرب:۔ لغت میں نزدیکی کا معنیٰ ہے۔ اس کی ضد بُعد یعنی دوری ہے۔ اور حالِ قرب بندہ کے احوال سے ایک حال ہے جس میں وہ اپنے قلب میں حق تعالیٰ سے نزدیکی کا مشاہدہ کرتا ہے۔
صوفیہ کے پاس اِن قرآنی آیات سے قرب کی دلیل لی جاتی ہے۔
وفی انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی اور خود تمھارے میں، تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔
ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ یعنی اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔
واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ یعنی اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں

توبہ:۔ لغوی معنی گناہ پلٹنا ہے۔ غفلت و بے خبری سے روح کا اس طرح بیدار ہونا کہ گنہگار ان غلط راستوں سے آگاہ ہو جائے جن پر وہ چل رہا تھا اور گذشتہ بُرے کاموں سے نادم ہو اور ان گناہوں کو بالکلیہ ترک کردے اور آئندہ ان کا ہرگز ارتکاب نہ کرنے کا خاص لحاظ رکھے تو یہ توبہ دائمی ہے۔
اصطلاح میں اپنی ہستی اور اپنی خودی سے روگرداں ہونا توبہ ہے جو تین قسم پر ہے۔
ایک شریعت کے گناہ مثلاً حرام کام زنا، شراب خوری، قتل ناحق، گالی دینا وغیرہ سے پرہیز کرنا جس کا تعلق جسم سے ہے۔
دوسرے طریقت کے گناہ مثلاً حسد، بغض، غرور، کینہ وغیرہ سے اجتناب کرنا جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔
تیسرے حقیقت کے گناہ سے پرہیز کرنا ہے کہ وہ اپنی ہستی سے چھٹکارا پاتا ہے۔
حضرت ذوالنون مصری ؒ فرماتے ہیں۔ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ

غفلت سے ہے ؎

عام را توبہ زکار بد بود   خاص را توبہ زدید خود بود

شیخ حسن المغازلی رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار پر توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائیں ایک توبۂ انابت کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس لئے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے۔

اور دوسری توبۂ استجابت کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے شرماؤ کہ وہ تم سے قریب ہے اسی لئے بزرگوں نے فرمایا وجودک ذنب لایقاس ذنب یعنی تمہاری ہستی بذاتِ خود ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے گناہ کا قیاس کرنا ہی عبث ہے۔

فقر:- لغت میں فقیر ایسے درویش کو کہتے ہیں جو چند روزہ روزی اور اپنے کنبہ کی پرورش کی اہلیت رکھتا ہو اور فقیر کی اسی حالت کو فقر کہتے ہیں گویا فقر ضد ہے غنا یا تونگری کی۔

صوفیہ کی اصطلاح میں فقر صرف غنا کے فقدان ہی کو نہیں کہتے بلکہ غنا سے رغبت اور میلان کے فقدان کا نام فقر ہے یعنی صوفی کے قلب کو آرزو سے بالکل خالی ہونا چاہیئے۔ گویا فقیر وہ ہے جو خلق سے التفات نہ رکھتا ہو۔ اور قناعت و فقر اختیار کر کے تنہائی اختیار کیا ہو اور کسی چیز کا محتاج نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقر فخری والفقیر منی یعنی فقر میرے لئے موجب فخر ہے اور فقیر مجھ سے ہے۔ آپ ہی نے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا۔ "فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے جو آخرت کا نصف دن ہوگا۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فقیر نہ اپنی ذات کی طرف محتاج ہوتا ہے اور نہ اپنے غیر کی طرف۔

حضرت ابن جلا رحمۃ اللہ علیہ سے فقر کے متعلق استفسار پر آپ نے خاموشی اختیار کی پھر نماز پڑھ کر باہر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر فرمایا کہ میرے پاس ایک درہم موجود تھا اللہ سے

شرم آئی کہ میں فقیر کی بات کروں۔ لہذا آپ نے وہ درہم خرچ کر دیا اور پھر کہیں بیٹھ کر فقیر پر گفتگو کی۔

حضرت ابوبکر وراق ؒ فرماتے تھے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ فقیر کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ دنیا میں بادشاہ اس سے خراج نہیں لیتا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے حساب نہیں لے گا۔

صَبُر :۔ لغت میں ایک قسم کی تلخ دوا کو کہتے ہیں باء کو ساکن کر کے صَبْر بھی کہنا جائز ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں خدا کی محبت اور طلب میں ثابت رہنے اور حق تعالیٰ کو پانے کی جستجو میں مشقت کرنے اور محنت پر نالاں نہ ہونے کا نام صبر ہے۔

صبر کی فضیلت میں ارشاد ربانی ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں استفسار پر آپ نے فرمایا "صبر و تحمل کا نام ایمان ہے" اور دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا "صبر کرنے والے فقراء قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے۔"

حضرت عمرو بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "احکام الٰہی پر ثابت قدم رہنا اور اللہ کی آزمائش کو خندہ پیشانی اور سکون کے ساتھ قبول کرنا صبر ہے۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ناک بھوں چڑھائے بغیر کڑوا گھونٹ پی جانا صبر ہے"

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ صبر کے بارے میں استفسار کے جواب میں گفتگو کر رہے تھے کہ اس دوران ان کے پاؤں پر ایک بچھو چڑھ گیا اور متعدد بار ان کے ڈنک مارا۔ لوگوں نے دیکھ کر کہا آپ اس کو نکال کیوں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں جس کیفیت (یعنی صبر) کے بارے میں بیان کروں اور پھر خود اپنے عمل سے اس کے خلاف عمل کروں (یعنی بے صبری کا مظاہرہ کروں)

توکل: لغوی معنی خدا کو سونپنا اور اسباب دنیا سے دل اٹھالینا اور مسبب الاسباب کی طرف توجہ کرنا ہے اصطلاح میں غیر حق تعالیٰ کو نظر میں نہ لانا اور حق تعالیٰ کے سوائے کسی اور کے ساتھ مشغول نہ ہونا اور خود کو فانی اور حق تعالیٰ کو باقی جاننا۔ گویا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں جو کچھ ہے اسی کا امیدوار رہنا اور ان چیزوں سے ناامید ہونا جو لوگوں کے پاس ہیں۔ توکل صوفیہ کے مقاماتِ عالیہ سے ایک مقام ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک ناقہ سوار آیا اور عرض کیا "یارسول اللہ! کیا میں اس اونٹنی کو باندھوں یا اللہ پر بھروسہ کرکے یوں ہی کھلا چھوڑ دوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کو پہلے باندھ پھر اللہ پر بھروسہ کر"

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رح فرماتے ہیں کہ توکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اور کسب کرنا آپ کی سنت تھی لہذا جو شخص حضور کے حال پر ہو اس کو آپ کی سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے کہ "توکل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسے غسال کے ہاتھوں میں مردہ ہوتا ہے کہ وہ اسے جس طرح چاہتا ہے الٹتا پلٹتا ہے مگر مردہ حرکت کر سکتا ہے نہ تدبیر۔"

حضرت ابوبکر شبلی رح کے پاس کسی نے اپنے کثیر العیال ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا "گھر جا کر ان تمام لوگوں کو گھر سے نکال دو جن کا رزق اللہ کے ذمے نہیں ہے"

قوت و اختیار کو ترک کر دینے کا نام توکل ہے (سری سقطی رح)

توکل یہ ہے کہ تم اللہ کے سامنے اس طرح رہو گویا تمہارا وجود ہی نہیں اور اللہ تمہارے سامنے ابدی و ازلی صفات کے ساتھ ہے (جنید بغدادی رح)

توکل اس کا نام ہے کہ ایک دن کی (آج کی) روزی رکھی جائے اور کل کی فکر نہ کی جائے (شیخ ابوبکر الزقاق رح)

رضا: لغت میں بکسر یعنی رِضا بمعنی خوشنودی اور بفتح و مد یعنی رَضا بمعنی خوشنود ہونا ہے اصطلاح میں رضا سے مراد بندہ کو قضاء الٰہی سے جو کچھ پہونچے اس سے خوشنودی کرنا یعنی قضاء پر راضی ہونا اور اس پر

بھروسہ کرنا۔ صبر کا مرتبہ رضا سے کمتر اور تسلیم کا مرتبہ رضا سے بالاتر ہے۔ رضا سالک کے مقاماتِ عالی سے ہے اور مقامات کا منتہا ہے یعنی اس کے ماوراء کوئی اور مقام نہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے " اے اللہ میں تجھ سے قضا کے بعد رضا مانگتا ہوں" اس کی تشریح میں حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قضا سے پہلے ہی رضا پر عزم کرنا ہے اور حقیقی رضا تو قضا کے بعد ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "موسیٰ! میری رضا تو اسی میں ہے کہ تم میری قضا پر راضی رہو"

حضرت بوعلی دقاقؒ نے فرمایا " رضا یہ نہیں کہ تم مصیبت کا احساس نہ کرو بلکہ رضا یہ ہے کہ تم اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرو" بی بی رابعہ بصریؒ سے پوچھا گیا کہ "بندہ کب راضی برضا کہلانے کا حق دار ہے؟"

بی بی نے فرمایا " جب وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے جس طرح آرام میں خوش تھا"

خوف : لغوی معنی ڈر اور اندیشہ ہے۔ اصطلاح میں کسی امر مکروہ کے پیش آنے سے ڈرنا یا کسی امرِ مستحسن کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا ڈر ہونا۔ خوف سالک کے علم و معرفت سے پیدا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف حکمت کا سرچشمہ ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ خوف دراصل "یقین و معرفت" کا اول مقام ہے۔ معرفت کے حصول کے بعد خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور خوف سے زہد صبر اور توبہ پیدا ہوتے ہیں۔

اسی کی جانب قرآن میں اشارہ ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبان علم ہیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں عاشق کو جام محبت اس وقت دیا جاتا ہے جب خوف اس کے دل

کو پختہ اور مضبوط بنا دیتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ خائف وہ نہیں ہے جو خوف سے ڈرتا ہے اور اپنی آنکھوں سے آنسو پوچھتا رہے بلکہ حقیقی خائف وہ ہے کہ وہ اس چیز کو ترک کر دے جو اس کے لئے عذاب کا موجب ہو۔ خائف وہی ہے جو اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے لاخوف علیھم کی شان خاصان خدا کی ہی ہوتی ہے۔

حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "خوف" دل کا چراغ ہے جس کے ذریعہ دل کے خیر و شر کو دیکھا جا سکتا ہے

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "خوف ایک فرشتہ ہے جو صرف متقی کے دل میں رہتا ہے"

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہو گئے تو آپ کے قارورہ (پیشاب) کو دیکھ کر ایک عیسائی طبیب نے کہا کہ "اس شخص کا جگر خوف کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اس کے بعد آپ کی نبض دیکھ کر کہا مجھے معلوم نہ تھا کہ اس قسم کے لوگ بھی مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں"

حضرت ابوالقاسم حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے تو وہ اس سے بھاگتا ہے مگر جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بھاگ کر اللہ ہی کی طرف آتا ہے"

رَجاء :۔ لغت میں بالفتح اور آخر میں ہمزہ کے ساتھ بمعنی امید یا امید رکھنا اور ڈرنا ہے۔ بالکسر یعنی رِجاء پڑھنا خطا ہے۔ اصطلاح میں رجاء سے مراد حق تعالیٰ سے مقام احدیت کو اپنی محویت کے واسطے سے ہمیشہ طلب کرنا۔

رَجاء و خوف میں یہ فرق ہے کہ رَجاء محبت سے پیدا ہوتی ہے جبکہ خوف سالک کے علم و معرفت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح رجاء و تمنا میں یہ فرق ہے کہ رجاء عمل پر اکساتی ہے اور تمنا سے سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کی طرف نگاہ رکھنے کا نام رجاء ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا" مجھے اپنے جلال و عزت کی قسم کہ میں اس شخص کو جو مجھ پر دن رات کی کسی ایک ساعت میں بھی ایمان لائے اس کو میں اس شخص

کے برابر قرار نہیں دوں گا جو مجھ پر (باطل) ایمان نہیں لایا"

حضرت شجاع کرمانی رح فرماتے ہیں کہ رجا کی علامت حسن طاعت ہے۔

شیخ ابو علی رود باری رض فرماتے ہیں کہ "خوف اور رجا پرندے کے دو بازوؤں کی طرح ہیں۔ جب دونوں بازو برابر ہوتے ہیں تو پرندہ اوپر چڑھتا ہے اور اس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ جب ایک بازو کم ہو تو پرواز میں نقص پیدا ہوتا ہے اور اگر دونوں بازو جاتے رہیں تو پرندے کی حالت نیم مردہ کی سی ہو جاتی ہے"

اس لئے حضرت ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہیں "جس نے خود کو صرف رجا پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا۔ اور جس نے صرف خوف پر رکھا تو وہ مایوس ہوا۔ انسان کو کچھ رجا اور کچھ خوف کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ البتہ کوئی دانستہ گناہ پر گناہ کئے چلا جائے اور کہے مجھے مغفرت کی امید ہے تو یہ جھوٹا ہے ؎

مئے بھی پیتے ہیں تو بہ کرتے ہیں یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے

شکر: لغت میں سپاس اور ثنا کہنے کو شکر کہتے ہیں۔ اصطلاح میں "انعام کرنے والے کی نعمت و بخشش کا اظہار و اعتراف نہایت عاجزی کے ساتھ کرنے کو شکر کہتے ہیں۔ خیابان میں لکھا ہے کہ شکر ایک فعل ہے جو منعم کی تعظیم پر اس کے انعام کے سبب سے دلالت کرتا ہے خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے ہو خواہ ارکان و جوارح یعنی ہاتھ اور پاؤں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے اور اپنی بخشش کے لئے کسی کو وسیلہ یا سبب بنا دیتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس درمیانی واسطہ کا بھی شکر ادا کرے اور ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی۔ ورنہ جیسا کہ فرمایا جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ اور جب ایک نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس نعمت میں مزید نعمتوں سے اضافہ اور زیادتی ہی فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو تمہیں اور زیادہ

دیا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک نادار عورت کے فرزندوں میں سے پہلے فرزند کے نام بیت المال سے وظیفہ جاری فرما دیا جس پر اس نے شکرِ الٰہی کرتے ہوئے الحمد للہ کہا تو آپ نے اس کے دوسرے بیٹے کے نام پر بھی وظیفہ جاری کر دیا اس طرح وہ الحمد للہ کہہ کر نعمت پر اللہ کا شکر کرتی جاتی اور آپ اسکے بعد کے بیٹے پر وظیفہ جاری کرتے جاتے۔ جب آخری فرزند باقی رہ گیا تھا تو عورت نے الحمد للہ کے بجائے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگی آپ نے اپنا رجسٹر فوراً بند کر دیا۔ عورت کی درخواست پر کہ آخری ایک بیٹا اور باقی رہ گیا ہے اس کے نام کیوں وظیفہ جاری نہیں فرمایا تو آپ نے جواب دیا جب تک تو اللہ کا شکر ادا کرتی جارہی تھی تیری نعمت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا اور جب تو نے اللہ کا شکر ادا کرنا بند کر دیا تو اس نے بھی تیرے انعام میں اضافہ کو روک دیا۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت اور تکلیف میں (یعنی ہر حال) اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں ہم نے ایک رباعی میں اس طرف اشارہ کیا ہے ؎

دولت سے کوئی خوش ہے کوئی مال سے خوش اور کوئی فقط زلف و خط و خال سے خوش
اللہ کا اعظم یہ کرم ہے کتنا جو حال ہو، رہتا ہے اسی حال سے خوش

زُہد:۔ لغت میں دنیا کی خواہش و رغبت نہ رکھنے والے کو زاہد اور اس کے اس وصف کو زہد کہتے ہیں زہد سالک کو مقاماتِ طریقت سے ہر مقام کے حصول کے لئے مستعد کرتا ہے اور زاہد دنیا سے علاقہ کو ہر خطا کا سرچشمہ شمار کرتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اپنے اپنے الفاظ میں زہد کی علیحدہ علیحدہ تعریف فرمائی ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف حرام چیزوں سے بچنا زہد ہے کیونکہ حلال چیزوں کی اجازت تو

حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حرام کے متعلق زہد واجب ہے اور حلال چیزوں میں زہد افضل ہے۔

حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ زہد کی تین قسمیں بیان فرماتے ہیں ایک تو عوام کا زہد جو کہ حرام چیزوں کا ترک کرنا دوسرے خواص کا زہد جو کہ حلال چیزوں سے فضولیات کو ترک کرنا ہے۔ تیسرے عارفین کا زہد جو کہ ان تمام چیزوں کو ترک دنیا ہے جو بندے کو اللہ سے غافل کر دیتی ہیں۔

حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں بندگانِ خدا کا خدا کی طرف متوجہ ہونا زہد ہے

شیخ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ "زہد دنیا میں ٹاٹ پہننے اور جو کی روٹی کھانے کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا سے دل نہ لگانا اور امیدوں و آرزوں کا کوتاہ کرنا زہد ہے"۔

شیخ یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زہد میں تین حرف (ز، ہ، د) ہیں "ز" سے مراد ترک زینت ہے "ہ" سے مراد ترک ہوا (خواہشات) ہے اور "د" سے مراد ترک دنیا ہے۔

ذکر:۔ لغت میں یاد کرنے کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں خدائے تعالیٰ کا نام لینا اور اس میں فکر کرنا ذکر کہلاتا ہے۔ ذکر کو عبادت میں افضل اور معاملاتِ بندگی میں اشرف قرار دیا گیا ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سب سے افضل ذکر ہے۔ اگر زبان کے تلفظ کے ساتھ ذاکر ذکر کرے تو اس کو ذکرِ جلی کہتے ہیں۔ اور اگر صرف دل سے ان الفاظ کو ادا کیا جائے مگر زبان سے ادا نہ ہو تو یہ ذکرِ خفی کہلاتا ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک بہترین ذکر وہ ہے کہ زبان اور دل دونوں ذکر میں مشغول ہوں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی اُمّت کو جو کچھ دیا ہے وہ کسی اور اُمّت کو نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا کیا چیز ہے تو جبرئیل نے کہا فاذکرونی اذکرکم یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ یہ بلاشبہ اللہ

نبی کسی اور امت سے نہیں کہی ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون یعنی "اور اللہ کی بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی "سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے"

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم

یعنی (عقلمند) وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی رہے گا تو اس وقت تک قیامت بپا نہ ہوگی۔

امام قشیریؒ فرماتے ہیں "زبان کے ذکر کے ذریعہ سے ہی دل کے ذکر کو ہمیشہ قائم رکھ سکتا ہے مگر دل کے ذکر کی تاثیر ہوتی ہے۔"

حضرت ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں "اللہ کی راہ میں ذکر ایک مضبوط ستون ہے بلکہ اسی پر سارا دارومدار ہے اور ذکر دائمی کے بغیر کوئی شخص اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔"

حضرت ابو محمد جریریؒ فرماتے ہیں "ہمارے مریدوں میں سے ایک شخص کثرت سے اللہ اللہ کا ذکر کرتا تھا۔ ایک دن اس کے سر پہ شہتیر گرا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا اور خون زمین پہ بہنے لگا جس سے زمین پہ اللہ اللہ لکھا ہوا تھا۔"

حضرت سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین ہموار ہے جب ذاکر ذکر کرتا ہے تو فرشتے اس میں درخت لگاتے ہیں۔ جب کوئی فرشتہ درخت لگاتے لگاتے رک جاتا ہے تو دوسرے فرشتے پوچھتے ہیں کہ تو کیوں رک گیا وہ کہتا ہے میرا آدمی (ذاکر) سست ہو گیا ہے۔

ورع: ۔ ورع کے لغوی معنی پرہیزگاری ۔ اور اصطلاح میں "ورع" سے مراد ہے کہ شبہات سے اس طرح پرہیز کرنا کہ کہیں حرام باتوں میں سے کوئی بات واقع نہ ہو جائے وہی ورع

کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ملاک دینکم الورع ۔ تمہاری دینداری کی اصل پرہیزگاری پر ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ "ہر مشتبہ چیز کو چھوڑ دینا ورع ہے۔"

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں "ورع یہ ہے کہ تم شبہات سے بالکل پاک وصاف بچ کر نکل آؤ اور ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔"

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ورع سے زیادہ آسان چیز نہیں دیکھی۔ جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو یہی ورع ہے۔"

حضرت بشر حافیؒ کی بہن امام احمد حنبلؒ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں "ہم اپنے مکان کی چھت پر سوت کاتتے ہیں تو طاہریہ نامی ظالم لوگوں کی جو مشعلیں سامنے سے گزرتی ہیں ان کی شعاعیں چھت پر پڑتی ہیں۔ کیا ان مشعلوں کی روشنی میں سوت کاتنا جائز ہے؟"

حضرت امام احمد حنبلؒ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا "تمہارے ہی گھر سے تو سچی پرہیزگاری (ورع) نکلتی ہے۔ اس روشنی میں تم سوت نہ کاتا کرو۔"

نفسانی خواہشات اور بُرے اخلاق

نَفَسْ :- لغت میں بفتحتین یعنی نَفَسْ بمعنی دم، سانس اور وہ ہے راحتِ دل اور دفعِ بخار کے لئے ناک یا منہ کے راستے سے ہوا کا کھینچنا اور چھوڑنا اس کی جمع انفاس ہے۔

اور فاء کو سکون کے ساتھ یعنی نَفْس بمعنی جان، روح، ہستی اور شئی کی حقیقت ہے اس کی جمع نفوس ہے۔

نفسِ اَمّارَہْ :- نفس چار قسم پر ہے۔ امارہ، لوامہ، مطمئنہ اور ملہمہ۔ عام طور پر نفس سے مراد انسان میں ایک عنصر بد و فاسد ہوتا ہے جو سرمایۂ ہوا و ہوس یا منبع شہوت ہوتا ہے۔ یہی نفس انسان کو لذات اور شہوات کی پیروی پر اُبھارتا ہے۔ اس نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کی اصل اور ان کا راز ہے اس کی موافقت ہلاکت ہے اور مخالفت نجات ہے۔ عارفوں اور صوفیوں کے ملفوظات اسی نفس کی مخالفت کی تعلیمات سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی نفس کو نفسِ امارہ کہتے ہیں۔

(۱) ایک نفس اَمّارہ ہے جو لذائد اور حظوظِ فانی کی طرف شدت سے اکسانے والا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان النفس لامارۃ بالسوء یعنی بے شک نفس بدی کی طرف کھینچنے والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المجاھد من جاھد نفسہ یعنی درحقیقت مجاہد تو وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے ؎

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ اَمّارہ کو گر مارا

اور اسی مجاہدۂ نفس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "جہاد اکبر" قرار دیتے ہوئے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔"

حضرت ابو عثمان مغربیؒ فرماتے ہیں "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مجاہدے کے بغیر ہی طریقت کے کچھ اسرار اس پر کھل جائیں گے یا کچھ امور اس پر واضح ہو جائیں گے تو وہ سراسر غلطی پر ہے۔"

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر سب سے پہلا فضل یہ فرمایا کہ نفس کے خس و خاشاک کو میرے سامنے سے دور کر دیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ "مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ اندیشہ خواہشات کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوؤں سے ہے" جس کی تشریح میں امام قشیریؒ فرماتے ہیں "مخالفت کی تلوار سے نفس کو ذبح کرنے کا نام ہی اسلام ہے"

نفسِ لوّامہ:۔ جو دل کے نور ہدایت کے ذریعہ اپنے آپ کو گناہوں میں مرتکب ہونے پر بہت ملامت کرتا ہے یعنی جب دل کے واسطے سے نفس پر انوار چمکتے ہیں تو اس کو اپنی خرابیوں اور کمزوریوں کا ادراک ہونے لگتا ہے اور بدی پر ملامت کے ذریعہ وہ گناہوں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ اور جب گناہ ہوتا ہے تو منفعل اور شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور یہ نفس صلحا اور اولیاء کو حاصل ہے جس کا اشارہ قرآن میں ہے لا اقسم بالنفس اللوامہ یعنی میں قسم نہیں کھاتا ہوں نفس لوامہ (ملامت کرنے والے) کی۔

نفسِ مطمئنّہ:۔ جو صفات ذمیمہ سے صاف اور اخلاق حمیدہ سے متصف قرب الٰہی میں فائز ہو کر اطمینان کو پہونچتا ہے یعنی جب نفس میں جب الہامی کیفیت دائم و قائم ہو جاتی ہے اور وہ اصلاح کے اعلیٰ مدارج پر پہونچ جاتا ہے اور اس کو یہ اطمینان ذکر الٰہی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ذکر الٰہی سے دلوں کو اطمینان

نصیب ہوتا ہے۔ جب یہ اطمینان حاصل ہوگیا تو پھر انسان کو مقام عبودیت اور مقام رضا حاصل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔ "اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف پھر جا اس حال میں کہ خوش اور پسندیدہ ہے"۔

نفس ملہمہ :۔ جس میں خیر و تقویٰ پر اکساہٹ پیدا ہوتی ہے تو دل میں الہامی طور پر مختلف ارادے گزرتے ہیں۔ جن پر عمل کرنا بے حد مفید ہوتا ہے۔ یہی نفس ملہمہ کی قسم ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نیکی وہی ہے جس کے اندر یہ تین خاص باتیں پائی جائیں ایک تو یہ کہ کسی تاخیر کے بغیر فوراً اس کو روبہ عمل لایا جائے دوسرے یہ کہ نیکی کو معمولی سمجھا جائے۔ تیسرے یہ کہ نیکی کو پوشیدہ طور پر کیا جائے۔"

بخل :۔ لغوی معنی کنجوسی یا تنگ دلی ہے اور اصطلاح میں یہ صفت سخاوت کی ضد ہے جس کے سبب اللہ کی کارسازی پر سے بخیل کا بھروسہ ختم ہوجاتا ہے۔ بخل کئی برائیوں اور بداخلاقیوں کی ماں ہے مثلاً تنگ نظری لالچ، کم ظرفی، بے رحمی اور کمینہ پن وغیرہ سفلی عادتیں اسی بخل کی پیداوار ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سخی اللہ سے بھی قریب ہوتا ہے نیز لوگوں سے بھی اور جنت سے بھی قریب ہوتا ہے لیکن دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل وہ ہے جو اللہ سے بھی دور ہوتا ہے لوگوں سے بھی اور جنت سے بھی دور ہوتا ہے لیکن دوزخ سے قریب ہوتا ہے۔ اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔"

صوفیۂ کرام نے ہمیشہ سخاوت فیاضی اور کشادہ دلی کو ہی اپنایا۔ اور بخل کو قریب پھٹکنے تک نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ حضرت بشر بن الحارث رح تو فرماتے ہیں کہ "بخیل کو دیکھنا دل کو سخت کردیتا ہے"۔

حضرت لیث بن سعد رحمتہ اللہ علیہ سے کسی عورت نے ایک پیالہ بھر شہد مانگا تو آپ نے اس کو شہد کا پورا شیشہ دیدیا۔ اس پر کسی کے اعتراض پر فرمایا "اس نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگا اور میں نے اس انعام کے مطابق دیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے"۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ایک بار روتے لگے۔ استفسار پر فرمایا کہ "سات دن سے میرے پاس کوئی مہمان نہیں آیا مجھے اندلیشہ ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے کہیں ذلیل تو نہیں کر دیا۔"

بُغض :- لغوی معنی کینہ، کپٹ، کھوٹ، نفاق، دشمنی یا بیر ہیں۔ دل میں عداوت کا جذبہ جب جڑ پکڑ لیتا ہے تو دشمنی میں یہ شدت کی کیفیت بغض یا کینہ کہلاتی ہے جو دراصل دل کے کھوٹ کا نتیجہ ہے۔ دل میں جب یہ کھوٹ اور کدورت جم جاتی ہے تو نیکی اور صفائی کو آنے نہیں دیتی جس کے سبب وہ آدمی بداخلاق ہو کر رہ جاتا ہے۔ دل میں ایسے میل اور بیر کے سدباب کے طور پر اسلام میں سلام، مصافحہ اور معانقہ کی ترغیب ہی نہیں بلکہ احکام دیئے گئے ہیں اور اس کا بڑا ثواب بتایا گیا ہے تاکہ ملتے جلتے سے بغض کا آغاز ہی نہ ہونے پائے یا اگر کچھ میل ہو تو دل سے دور ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے دوشنبہ پنجشنبہ کو اعمال پیش ہوتے ہیں جس نے مغفرت مانگی اس کو مغفرت اور جس نے توبہ کی اس کی توبہ کو قبولیت عطا ہوتی ہے لیکن بغض و کینہ رکھنے والوں کے اعمال ان کے بغض کے سبب جب تک کہ اس سے وہ باز نہ آجائیں واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ بدنصیب اعظم ہے وہ جس کے دل میں بھی کینہ رہے ؎ ہے مرا آئین سینہ مثلِ آئینہ رہے

حَسَد :- لغوی معنی "کسی کی نعمت کا زوال چاہنا" ہے اور اصطلاح عام میں خداداد نعمت کے سبب کسی کا پھلنا پھولنا دیکھ کر اس پر جلنا اور کڑھنا نیز اس کے زوال پر خوش ہونا حسد کہلاتا ہے۔ حسد کرنے والا شخص کتنا بدنصیب ہوتا ہے کہ اپنے دل میں خود ہی حسد کی آگ سلگاتا ہے اور خود ہی اس میں جلتا رہتا ہے اور حسد کے سبب کبھی ایسے ایسے سنگین گناہوں کا بھی ارتکاب کر بیٹھتا ہے کہ بحکم الٰہی اس کو سزا کے طور پر دوزخ کی آگ میں بھی جلنا پڑتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حسد سے بچو کیونکہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک کو حسد نے اکسایا تو اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں ہر انسان کو راضی کر سکتا ہوں سوائے حاسد کے کیونکہ وہ مجھ سے نعمت زائل ہوئے بغیر مجھ سے راضی ہونے کا نام نہیں لیتا۔"

حرص:۔ لغوی معنی لالچ، طمع، ہوس، بے حد آرزو یا خواہش کرنا ہے اور اصطلاح میں اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش رکھنا حرص کہلاتا ہے جو دنیا سے بے حد رغبت اور محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دو بھوکے بھیڑوں کو بکریوں میں چھوڑ دینے سے اس قدر نقصان نہیں ہوتا جتنا کہ دین کو مال و عزت کی حرص خراب کر دیتی ہے" دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے "میری امت کے اولیاء مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ دنیا سے ان کی خواہش صرف اتنی ہو گی کہ بھوک دفع ہو جائے اور ستر پوشی ہو جائے" یہی نسبت ہے کہ صوفیا کرام نے حرص کرنے والے شخص کو ایک کتے سے بھی بدتر قرار دیا ہے کہ کتا اپنی ضرورت کی تکمیل کے بعد ہٹ جاتا ہے جبکہ حریص آدمی ایسا نہیں کرتا۔

لیکن آخرت کے معاملہ میں حریص کا جذبہ پسندیدہ ہے چنانچہ حضرت ابو بکر مراغیؒ فرماتے ہیں "عقل مند شخص وہ ہے جو دنیوی امور کی تدبیر قناعت اور پس و پیش سے کرے اور آخرت کے امور میں تدبیر حرص اور جلد بازی سے کرے اور دین کے امور میں علم و سعی کے ساتھ تدبیر کرے"

تکبر:۔ کبر سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی غرور کرنا یا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے۔
تکبر کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنی کسی خوبی و کمال یا اپنے بلند مرتبہ کے سبب یا کسی اور وجہ سے برتری کے احساس میں اس قدر مبتلا ہو جائے کہ وہ خود کو بڑا اور برتر اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے۔ اسی غرور کے اظہار کا نام تکبر ہے۔ یہ ایک شیطانی خصلت ہے جو انسان کو اخلاق کے اعلیٰ مقام سے بد اخلاقی کی گہری پستی میں ڈھکیل دیتی ہے کیونکہ غرور و تکبر کا اولین مظاہرہ ابلیس کی طرف سے ہوا جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابل خود کو بڑا اور اعلیٰ سمجھا تو تا قیامت اس کو ذلت و لعنت ملی اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہی نے ابلیس کو اکسایا کہ آدم کو سجدہ نہ کرے"
قرآن پاک میں کئی مقامات پر تکبر کرنے والوں کے متعلق وعیدیں آئی ہیں کہ "ان اللہ لا یحب المستکبرین" اللہ تعالیٰ انہیں پسند

اور جہنم کا حق دار ٹھہرایا مثلاً سورۂ نحل میں ارشاد ربانی ہے "بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" تو دوسری جگہ سورۂ زمر میں ارشاد ہے "کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں تو تکبر کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانا ہے"۔

تکبر میں مبتلا ہونے کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ کبھی اپنے خاندان کے حسب و نسب پر کبھی اپنی عقل و فراست پر کبھی اپنے زہد و طاعت پر تو کبھی اپنے تمول و دولت پر تکبر کر کے دوسروں کو اپنے مقابل حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ متکبر آدمی اپنے احساس برتری اور غرور کے نشہ میں مست و بے خود ہو کر سینہ تان کر چلتا اور دوسروں کے ساتھ تیور چڑھا کر منہ بنا کر بات کرتا ہے قرآن نے اسکو بھی سخت منع فرمایا سورۂ بنی اسرائیل میں ہے "اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو بے شک تو اس طرح نہ تو زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ ہی پہاڑوں کی لمبائی کو پہونچ سکے گا"۔ سورۂ لقمان میں ارشاد ہوا۔ "لوگوں سے بے رخی سے پیش نہ آؤ اور زمین پر اتراکر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی گھمنڈ اور فخر کرنے والے آدمی کو پسند نہیں فرماتا"۔

اسلئے حضرت ابوسلمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جو شخص اپنے آپ کو گھٹاتا نہیں وہ دوسروں کی نظر میں بلند نہیں ہوسکتا" یہ ضرب المثل عام ہے کہ غرور کا سر بہت جلد نیچا ہو جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے۔ "تکبر میری چادر ہے جو بھی اس چادر کو کھینچے گا اس کو میں دوزخ میں جھونک دوں گا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس کی تصدیق کرتا ہے کہ "وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا"۔

تکبر کو دور کرنے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ اپنے میں عجز و انکساری اور تواضع کا وصف پیدا کریں۔ قرآن میں خود ارشاد الٰہی ہے "رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی سے چلتے ہیں" چنانچہ یہ مثل بڑی مقبول ہے کہ میوہ دار شاخ ہمیشہ جھکی ہوئی رہتی ہے بقول ایک شاعر ؎

جھک کے ملنا بڑی کرامت ہے ۔۔۔ اکڑ سے دنیا برباد ہوتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ خود اپنے گھر میں جھاڑو دیتے اپنے کپڑوں کو پیوند لگاتے، اپنا جوتا آپ سی لیتے اونٹ کے آگے چارہ ڈالتے، بکری کا دودھ خود دوھتے چھوٹے بچے سے بھی ملتے تو سلام میں خود سبقت فرماتے ان اوصاف مبارکہ میں تکبر کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے گورنر ہونے کے باوجود اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا لے کر بازار سے گزرنے میں کوئی عیب یا عار ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلہ قادریہ کی تعلیمات طریقت میں تواضع کو ایک لازمی بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے۔

غیبت: لغت اور اصطلاح میں کسی کی پیٹھ پیچھے اسکا عیب بیان کرنا غیبت ہے۔

غیبت ایک ایسی برائی ہے جو بداخلاقی کی انتہائی حدوں تک پہونچی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے عیبوں کو بیان کرنا یعنی ایسی باتیں کرنا جو اس کے سامنے کی جائیں تو اسے بُری اور ناگوار لگیں۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ تو غیبت کو" اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا" قرار دیا گیا ہے تو دوسری جگہ سورۂ حجرات "تم میں سے کوئی بھی پس پشت کسی کو برا نہ کہے" کے ارشاد کے ذریعے پس پشت کسی کی برائی کرنے یعنی غیبت کرنے سے واضح طور پر منع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ صرف غیبت سے بچنے کی تلقین فرمائی بلکہ اس کے سبب پیدا ہونے والے بُرے انجام سے بھی آگاہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑا کرو اس لئے کہ جو کوئی کسی کے چھپے ہوئے عیب کی ٹوہ میں رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریگا اس کے گھر میں اس کو ذلیل و رسوا کرے گا۔"

دوسری حدیث شریف میں حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین تر ہے"۔ لوگوں کے استفسار پر کہ یہ کیسے

ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ زناکار شرمندہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں توبہ کا طلبگار ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کا جرم اسی صورت میں معاف ہو سکتا ہے جبکہ وہ آدمی خود معاف کر دے جسکی غیبت کی گئی ہو غیبت کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جس کی وہ غیبت کرتا ہے اور اس کی برائیاں غیبت کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غیبت کے بارے میں کسی سے سنا تو آپ نے اس کے پاس بطور تحفہ طبق بھر مٹھائی بھیجدی اور کہلا بھیجا "تم نے اپنی نیکیوں کا جو تحفہ مجھے دیا ہے اس کے لئے بطور ہدیہ تشکر یہ مٹھائی حاضر ہے قبول فرمایئے۔ یہ برائی کسی میں واقعی موجود عیب تھا اگر کسی کے پس پشت ایسی بات بیان کی جائے جو اس شخص میں موجود ہی نہیں تو اس جھوٹے الزام کو بہتان کہتے ہیں۔ ایسا کرنے پر بھی سخت منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ارشادِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "جو کوئی کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کے ارادہ سے کوئی بات اس کے سر تھوپ لے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جہنم کے پل پر رکھ دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے کہے کی سزا پالے۔" اس لئے حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ "اگر تم کسی مومن کی تعریف نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی مذمت بھی مت کرو۔ اگر تم اسے فائدہ بھی نہیں پہونچا سکتے تو اس کو نقصان بھی مت پہونچاؤ۔ اگر تم اس کو خوش نہیں کر سکتے تو کم از کم اسے مغموم بھی مت کرو۔"

شہوت: لغوی معنی لذت اور منفعت حاصل کرنے کی غرض سے نفس کی آرزو یا شوق کو شہوت کہتے ہیں۔ بعض لغات میں خواہ طعام کی خواہش ہو یا جنسی خواہش دونوں کو شہوت کہتے ہیں۔ دراصل طعام اور جنس یہ دونوں انسان کی فطری خواہشیں بھی ہیں اور نفس کی تقویت کے اسباب بھی۔ چونکہ اسلام ایک فطری مذہب ہے اس لئے شریعت نے بھی فطرت کے ہی عین مطابق بقائے جسم و جان کے لئے اخلاقی حدود و قیود کے ساتھ کما حقہٗ طعام اور جنس دونوں کی خواہشوں کو جائز ہی نہیں بلکہ ضروری قرار دیا

روحانی دو کانات تیسری فصل ص ۵۷

قرآن پاک کے سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۱ میں حق تعالیٰ نے مومنوں سے خرید و فروخت کے معاملہ کا اس طرح ذکر فرمایا "ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ" یعنی "بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس کے بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے"

دنیا کی خرید و فروخت میں نفع اور نقصان دونوں ہوا کرتے ہیں لیکن ایمان کے اس سودے میں نقصان کا تصور ہی نہیں بلکہ نفع ہی نفع ہے وہ بھی جنت اور جنت میں موجود ساری نعمتوں کی صورت میں ہے اور آخرت کے ان منافع سے صرف روح ہی متمتع ہوتی ہے۔

سرالاسرار کی دوسری فصل میں پہلے یہ بیان تھا کہ کس طرح خالق اکبر نے روح قدسی کو عالم لاہوت میں بہترین صورت میں پیدا فرمایا۔ جو نزول کرتے ہوئے نیچے کے درجے یعنی عالم جبروت میں آئی تو روح سلطانی ہوئی اس کے نیچے عالم ملکوت میں آئی تو روح روحانی ہوئی اور سب سے نیچے کے درجے یعنی عالم ملک میں آئی تو عنصری لباس میں روح جسمانی کی شکل اختیار کر گئی۔ اب تیسری فصل میں بتایا گیا ہے کہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے ذریعہ باطنی کمالات حاصل ہوتے جاتے ہیں۔ جس کی بدولت سب سے نیچے کے درجہ "اسفل السافلین" سے روح جسمانی سیر اور ترقی کرتے ہوئے اسی ترتیب سے عالم ملکوت میں روح روحانی عالم جبروت میں روح سلطانی اور بالآخر مقام "اعلیٰ علیین" میں پہونچ کر روح قدسی کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اسی کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ روحانی دو کانات کی اصطلاح میں یہ واضح فرماتے ہیں کہ اس معاملت کے دوران روح کو کیا کیا کمالات، اختیارات اور تصرفات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کے منافع کیا ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ کیا ہے ذیل میں ان کو ایک جدول میں ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں سہولت ہو۔

(روح کے انواع، مقامات، تصرفات و کمالات بہ یک نظر)

نمبر شمار	روح کی نوعیت	روح کا مقام، محل	کس عالم سے نسبت ہے	سرمایہ (پونجی)	کاروبار (معاملت)	منافع	آخرت میں ٹھکانہ
۱	روحِ جسمانی	بدن (اعضائے ظاہری)	ملک	علم شریعت	ظاہری احکام کی روشنی میں فرض اعمال کی بلا شرک پابندی کرنا جو کسی کو دکھانے یا سنانے کے لئے نہ ہو	ولایت، مکاشفات عالم ملک میں تحت الثریٰ سے آسمان تک مشاہدات کرنا کرانا مثلاً پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا، دور کی بات سن لینا بدن کے راز کو دیکھ لینا وغیرہ	جنت الماویٰ جہاں حور، محل، غلمان، شراب وغیرہ کی نعمتیں ہوں گی
۲	روحِ روحانی	قلب	ملکوت	علم طریقت	بارہ[۱۲] اسماء اصول میں پہلے چار ناموں کا اس طرح ذکر و شغل جو کہ آواز و حروف سے بے نیاز ہو	قلب کی زندگی اور عالم ملکوت کا مشاہدہ مثلاً جنت کے انوار اور فرشتے وغیرہ اہل جنت کا مشاہدہ اور بلا حروف و صدا باطن کا بات چیت کرنا	جنت النعیم
۳	روحِ سلطانی	فؤاد	جبروت	علم معرفت	بارہ اسماء اصول میں سے درمیانی چار ناموں کا قلب کی زبان سے دائمی ذکر کرنا	جمالِ الٰہی کے عکس کا دیدار ہونا	جنت الفردوس
۴	روحِ قدسی	سِرّ	لاہوت	علم حقیقت	بارہ اسماء اصول میں سے آخری چار اسماء توحید کا سِر میں سِرّ کی زبان سے دائمی ذکر کرنا۔	طفلِ معانی کا ظہور اور اس کا مشاہدہ و معائنہ یعنی اللہ تعالیٰ کے جلالی و جمالی تجلیات کا نظارہ کرنا	اعلیٰ علیین

علم کی تشریح (چوتھی فصل) صـ۶۳ قرآنی آیات کی تفسیر و تاویل اور اشارات سے متعلق سورۂ آل عمران کی آیت یعنی وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم کا ذکر آیا تھا۔ قرآن میں اس آیت کے الفاظ (الا اللہ) کے بعد وقف لازم ہے جس پر ٹھہرنا چاہئے اس کے بعد ہی آیت کے آگے کے الفاظ (والراسخون فی العلم) پڑھے جائیں گے۔

لیکن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ یہاں فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق وقف کرنے کے بجائے حرف عطف (و) کے ساتھ ملا کر ایک ساتھ پڑھنے سے بلا وقف آیت اس طرح ہو جائے گی (وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم) جس کے معنے ہو جائیں گے (اللہ تعالیٰ اور علماء راسخ کے سوا اس آیت کی تاویل سے کوئی اور واقف نہیں) چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "انا من الراسخین للذین یعلم تاویلہ" یعنی میں ان (علمائے) راسخین میں ہوں جو اس کی تاویل سے واقف ہیں۔ کیونکہ مفسرین کرام نے بلحاظ معنی و مفہوم قرآنی آیات کو دو طرح پر تقسیم فرمایا ہے۔ جن آیات کے معنی بالکل واضح ہوں وہ آیات محکمات کہلاتی ہیں اور جن کا مفہوم مشتبہ (غیر واضح) ہو تو ان کو آیات متشابہات کہا جاتا ہے۔ یہاں آیات کی تاویل سے واقفیت سے ان آیات متشابہات کی تاویل مراد ہے۔

صلوٰۃ تسبیح (اکیسویں فصل) صـ۱۴۹ چونکہ اس نماز کے ہر رکن میں تیسرے کلمہ یعنی سبحان اللہ الحمد اللہ الخ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ التسبیح کہتے ہیں۔

صلوٰۃ تسبیح کے بارے میں ایک نہیں کئی احادیث موجود ہیں جن کی روایت حضرت ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابو رافع اور حضرت انس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے فرمائی۔ چنانچہ کتاب ہذا میں صلوٰۃ تسبیح کی جو ترکیب بیان کی گئی ہے وہ شافعی مذہب کے مطابق ہے اور جو ابوداؤد، ابن ماجہ، اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور ترمذی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا "چچا جان! کیا میں آپ کے ساتھ کچھ سلوک نہ کروں، کیا آپ کو کچھ تحفہ یا عطیہ نہ دوں، کیا آپ کو کچھ نفع نہ پہونچاؤں" تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور سلوک کیجئے۔ تحفہ دیجئے۔ نفع پہونچائیے" چنانچہ حضور نے چار رکعت تسبیح پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمانے کے بعد اس کی فضیلت یوں بیان فرمائی کہ "ٹیلے کی ریت کے برابر بھی اگر آپ کے گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا" نیز یہ بھی تاکید فرمائی کہ "ممکن ہو تو یہ نماز روزانہ ایک بار پڑھا کرو ورنہ ہر ہفتہ میں بروز جمعہ ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایک بار ورنہ ہر سال میں ایک بار ورنہ کم از کم عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔

مذہب حنفی کے لحاظ سے احادیث مذکورہ بالا بلحاظ اسناد زیادہ صحیح ثابت نہیں۔ علمائے احناف کے پاس حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی روایت کا اعتبار ہے جس کی رو سے صلوٰۃ تسبیح ادا کرنے کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔

احناف اور شوافع دونوں کے پاس صلوٰۃ تسبیح کی جملہ چار رکعتیں ہی مقرر ہیں نیز تسبیح کی تعداد ہر رکعت میں پچھتر اور چار رکعت میں جملہ تین سو ہونے پر بھی دونوں کا اتفاق ہے علاوہ ازیں ہر رکعت میں رکوع، قومہ، سجدۂ اول، جلسہ، سجدۂ ثانی میں دس، دس بار تسبیح پڑھنے پر بھی دونوں متفق ہیں البتہ صرف فرق یہ ہے کہ شافعی مذہب میں ہر رکعت کے قیام میں قراءت کے بعد پندرہ بار اور سجدۂ ثانی کے بعد قیام کے لئے اٹھنے سے پہلے بیٹھ کر ہی دس بار تسبیح پڑھیں۔ اس کے برخلاف حنفی مذہب میں ہر رکعت میں قیام کی حالت میں ثناء کے بعد یعنی قراءت شروع کرنے سے قبل ہی پندرہ بار اور قراءت (یعنی سورۂ فاتحہ وضم سورہ) کے بعد قیام کی حالت میں ہی دس بار تسبیح پڑھیں اس کے بعد رکوع کریں۔ سجدۂ ثانی کے بعد بیٹھیں نہیں بلکہ فوراً قیام کے لئے کھڑے ہو جائیں کیونکہ احناف کے نزدیک دوسرے سجدہ کے بعد رکن میں تاخیر کرنا روا نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ احناف صلوٰۃ التسبیح کی چاروں رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن شوافع دو رکعت علیحدہ علیحدہ دو سلاموں کے ساتھ پڑھتے ہیں مگر دونوں جملہ چار رکعات ہی ادا کرتے ہیں۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ دن کے وقت احناف ایک سلام کے ساتھ اور شوافع دو سلام کے ساتھ یہ چار رکعت پڑھتے ہیں مگر رات کے وقت دونوں کا پڑھنے کا طریقہ دو سلام کے ساتھ ہے۔

لیکن عالمگیری) اور ردالمختار میں ہے کہ ہر غیر مکروہ (ممنوع) وقت میں یہ نمازہ پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھیں [illegible] دن چاہیں پڑھیں مگر بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ سے پہلے پڑھیں کیونکہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور آپ کا اس پر عمل تھا۔

اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول جائیں یا کم تعداد میں پڑھیں تو اس سے فوری متصل دوسرے رکن میں وہ تعداد پوری کر لیں اور اگر سجدۂ سہو کی نوبت آجائے تو اس سجدۂ سہو میں یہ تسبیح نہ پڑھیں (ردالمختار)

نوٹ:۔ (۱) صلوٰۃ تسبیح کی فضیلت میں حضور کا یہ ارشاد حدیث میں نقل ہے کہ "جب تم وہ کرلو (یعنی صلوٰۃ تسبیح کی چار رکعت پڑھ لو) تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے نئے، پرانے، دانستہ، چھوٹے، بڑے، چھپے اور کھلے گناہ معاف فرمادے گا"۔ یہاں گناہ سے مراد گناہِ صغیرہ مراد ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ اور حقوق العباد تو توبہ اور حق ادا کئے بغیر معاف نہیں ہوتے اور بڑے گناہ یہاں گناہِ صغیرہ میں بھی بڑی نوعیت کے گناہ مراد ہیں۔ ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ صلوٰۃ تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ کبیرہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمادے گا جس کے سبب وہ معاف ہو جائیں گے (مراۃ المناجیح)

(۲) صرف فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ البتہ ماہِ رمضان المبارک میں تراویح کے بعد نماز عشاء میں واجب یعنی وتر کی تین رکعات بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ مستحب نماز تہجد کو بھی خصوصاً ماہِ رمضان میں باجماعت پڑھا جاسکتا ہے مگر عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ آج کل متبرک راتوں میں صلوٰۃ تسبیح کو بھی باجماعت پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جو درست نہیں صلوٰۃ تسبیح رات کے وقت پڑھیں بھی تو اپنے طور پر فرداً فرداً پڑھ لے سکتے ہیں۔

کرامت استدراج اگر کسی متقی مومن سے کوئی ایسی خارق عادت یا تعجب خیز بات صادر ہو جو عام طور پر واقع نہیں ہوتی تو اسکو "کرامت" کہتے ہیں۔ ایسے ہی خوارق عادات انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے بھی صادر ہوتے ہیں جو اعلان نبوت سے قبل ظاہر ہوں تو "ارہاص" اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو "معجزہ" کہلاتے ہیں۔ ایسی ہی تعجب خیز بات اگر مومن سے واقع ہو تو اسکو "معونت" اور اگر کسی کافر سے اس کی خواہش کے مطابق واقع ہو جائے تو اس کو "استدراج" کہا جاتا ہے

اولیاء کی کرامت حق اور حقیقت ہیں جنکا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن کے سورۂ نمل کی آیت ۴۰ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ولی (آصف برخیا) کی کرامت کا بیان ہے کہ انھوں نے سینکڑوں میل دور سے بلقیس کا تخت پلک مارنے سے پہلے لاکر حاضر کر دیا تھا۔

اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت ۳۷ میں بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی کرامت کا ذکر ہے کہ بوقت ضرورت کھانا پانی ان کے سامنے آجاتا تھا

نوٹ: ولایت کیلئے کرامت کا ظاہر ہونا کچھ ضروری نہیں سینکڑوں صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ایسے تھے جن سے ایک بھی کرامت مروی نہیں۔ اس سے ان کے قرب الٰہی کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

رضی اللہ عنہ کا استعمال قرآن مجید میں چار جگہ "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" یعنی (اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی) کے الفاظ فرمائے گئے ہیں۔ یہ الفاظ سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ میں مہاجرین و انصار صحابہ اور ان کے پیروکاروں کی شان میں، سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱۹ میں صادقین کی شان میں، سورۂ مجادلہ کی آیت ۲۲ میں مخلص مومنین کی شان میں اور سورۂ بینہ کی آیت ۸ میں خوف خدا کرنے والے مومنوں کی شان میں ارشاد فرمائے گئے ہیں

جس سے بخوبی واضح ہے کہ رضائے الٰہی کی یہ خوشخبری قرآن میں صرف صحابہ کرام کیلئے خاص نہیں ہیں بلکہ یہ بشارت سچے، مخلص، خدا کا خوف کرنے والے اور صحابہ کرام کے پیروکار مومنین کیلئے بھی ہے۔ (تفسیر نعیمی)

لہٰذا "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ صحابہ کے علاوہ ہر سچے مخلص متقی، مومن یعنی اولیاء اللہ علماء حق، صالحین اور بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ سورۂ بینہ میں ان الفاظ کے آگے "ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ" ہے جس میں الفاظ "مَنْ خَشِیَ" عام ہیں اس لئے ہر ولی بزرگ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہا جاسکتا ہے (اس کے علاوہ بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ، رحمۃ اللہ علیہ، قدس سرہ وغیرہ کے الفاظ بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی صحابیہ یا متقیہ خاتون ہو تو ہ کی جگہ ھا کی مونث ضمیر لکھی جاتی ہے) (تفسیر نعیمی)

مختصر تذکرہ

(ان صوفیہ کرام کا جنکے اسماء و اقوال کا حوالہ "سر الاسرار" میں ہے)

حضرت شفیق بلخیؒ شفیق نام' ابو علی کنیت ہے۔ بلخ کے مشائخ متقدمین اور طبقۂ اول کے صوفیہ سے ہیں پاکیزہ نفس سنی حنفی المذہب تھے۔ مشہور زمانہ امام زفرؒ کے شاگرد رشید ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؓ سلطان ابراہیم ادہمؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ جیسی جلیل القدر ہستیوں کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ ساری عمر زہد و تقویٰ اور توکل و قناعت میں گزاری۔ مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیم ادہمؒ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت شفیقؒ نے پوچھا معاش (روزی) کے معاملہ میں کیا کرتے ہو تو جواب ملا "مل جاتا ہے تو شکر اور نہیں ملتا ہے تو صبر کرتے ہیں"۔ یہ سن کر حضرت شفیقؒ نے فرمایا "ہمارے پاس کے کتوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں"۔ پھر انھوں نے حضرت شفیقؒ سے دریافت کیا کہ "آپ کیا کرتے ہیں" تو فرمایا کہ "جب ہم کو کچھ مل جاتا ہے ایثار کرکے دوسروں پر صرف کر دیتے ہیں اور نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں"۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے آپ کا سر چوم لیا اور کہا واقعی آپ شیخ معرفت ہیں۔ آپ کو صوبۂ ختلان میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کا سن شہادت سفینۃ الاولیاء میں ۱۹۴ھ یا ۱۹۵ھ، مخبر الواصلین میں ۱۸۴ھ اور نفحات الانس میں ۱۷۴ھ لکھا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ یحییٰ بن معاذ نام' ابو زکریا کنیت اور "واعظ" لقب تھا۔ طبقۂ اول کے مشائخ صوفیہ سے ہیں جو تیسری صدی ہجری میں گزرے۔ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ "آپ کا ایسے لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں پہنچ کر ہمکو نماز پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے" آپ نے فرمایا "بگور رسیدہ اند اما بدوزخ رسیدہ آیند" یعنی یہ لوگ قبروں تک پہنچ گئے ہیں اور دوزخ تک پہنچنے والے ہیں" خلیفہ المعتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں بمقام نیشاپور ۲۵۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ تصوف میں "کتاب المریدین" نامی عربی کتاب آپ ہی کی تصنیف ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رح طیفور بن عیسیٰ بن آدم آپ کا نام و نسب اور کنیت ابو یزید ہے ۔ آپ کے دادا بت پرست تھے پھر اسلام قبول کئے ۔ آپ کی ولادت ۱۳۶ھ ہجری میں ہوی ۔ آپ اولیاء کبار اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں ۔ شیخ یحییٰ بن معاذ رح اور شیخ خضرانہ رح کے ہم عصر تھے ۔ حضرت شفیق بلخی رح کو آپ نے دیکھا مگر شرف صحبت حاصل نہیں کیا ۔ نزع کے وقت بارگاہ الٰہی میں التجا کے یہ الفاظ آپ کی زبان پر تھے "الٰہی میں نے تجھ کو یاد کیا مگر غفلت کے ساتھ اور میں نے تیری اطاعت کی مگر قصور اور کوتاہی کے ساتھ" ۔ ان کلمات کے بعد ہی بتاریخ ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ ہجری بروز جمعہ آپ کا وصال ہوگیا اور بسطام میں مزار مبارک ہے ۔ آپ نے اپنے ایک کردی عالم استاد کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر استاد کے مزار سے بہت نیچی رکھی جائے جس کی تکمیل کی گئی ۔

حضرت جنید بغدادی رح نام جنید بن محمد بن جنید، کنیت ابو القاسم اور القاب قواریری، طاؤس العلماء کے علاوہ زجاج اور خزاز کے لقب سے بھی یاد کئے جاتے تھے کیونکہ آپ کے والد شیشہ فروش تھے ۔ آپ کا مولد بغداد ہے لیکن آپ نے نہاوند (ایران) میں سکونت فرمائی ۔ عقائد میں آپ حضرت سفیان ثوری رح یا ابو ثور رح کے پیرو تھے جنکا شمار امام شافعی رح کے اکابر تلامذہ میں ہے ۔ اپنے ماموں شیخ سری سقطی رح کے علاوہ شیخ حارث محاسبی رح اور شیخ محمد قصاب رح کی صحبت سے فیض تلمذ حاصل کیا ۔ آپ کو صوفیوں کا امام تسلیم کیا گیا ہے اسلئے "سید الطائفہ" کے معزز لقب سے دنیا بھر میں مشہور ہیں ۔ بتاریخ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ ہجری بغداد میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں آپ کا مقبرہ ہے ۔

حضرت عبداللہ رح عبداللہ بن علی نام، ابو النصر کنیت اور لقب سراج ہے "طوس" وطن ہے ۔ عربی زبان میں تصوف کی قدیم ترین کتاب "کتاب اللمع" آپ ہی کی تصنیف ہے جس میں تصوف کی حقیقت، عارفوں اور صوفیوں کے مقامات اور ان کا اثبات قرآن و حدیث سے، کرامات و خوارق عادات صوفیہ کا ثبوت، احوال صوفیہ کی تشریح اور مصطلحات و شطحیات صوفیہ کی توجیہہ پر مقالات اور تقریباً دو سو صوفیہ کرام کا تذکرہ ہے ۔ ۳۷۸ھ ہجری میں وصال ہوا ۔

حضرت قاضی عیاضؒ نام عیاض بن موسیٰ، کنیت ابو الفضل اور عام طور پر قاضی عیاض کے نام سے مشہور ہیں۔ آپکا خاندان دراصل یمنی ہے لیکن چونکہ ۴۹۶ھ ہجری میں بمقام سبتہ پیدا ہوئے اسلئے سبتی بھی کہلائے پہلے اپنے شہر کے علمائے فاضلین سے علم کی تحصیل کی پھر اندلس کا سفر کیا اور وہاں کے باکمال فقہاء و محدثین سے فقہ و حدیث و دیگر علوم حاصل کئے خصوصاً فقہ، حدیث، نحو اور شعر گوئی ان چاروں علوم میں کمال پیدا کیا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" بلند پایہ کتاب ہے اور اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم بھی آپ کی عظیم تصنیف ہے مگر سب سے زیادہ مشہور و مقبول آپ کی کتاب "کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے جس کے پڑھنے سے روح میں بالیدگی اور ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور صاحب ایمان کا سینہ عشق رسول کا مدینہ بن جاتا ہے۔ ۵۴۴ھ ہجری میں بمقام مراکش آپ کا وصال ہوا۔

حضرت امام غزالیؒ محمد بن محمد نام، ابو حامد کنیت اور زین الدین لقب ہے۔ دنیائے اسلام میں آج حجۃ الاسلام کے معزز لقب سے مشہور ہیں۔ ابتدا میں طوس اور نیشاپور میں تحصیل و تکمیل علم فرمائی۔ تصوف میں آپ کی ارادت شیخ ابو علی فارمدیؒ سے ہے۔ نظام الملک وزیر ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں علماء و فضلا سے مناظروں میں اپنا لوہا منوالیا۔ ۴۸۴ھ میں بغداد آئے تو اہل عراق آپ کے والہ و شیفتہ بن گئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کی تدریس کے فرائض آپ کے سپرد کر دئیے گئے۔ بڑی عزت اور مرتبت حاصل ہوئی لیکن اس ظاہری شان و شوکت کو ترک کر کے ۴۸۸ھ ہجری میں بعد ادائی فریضۂ حج ملک شام کا سفر فرمایا جہاں ایک عرصہ تک مقیم رہے پھر بیت المقدس، مصر اور اسکندریہ سے ہوتے ہوئے شام واپس آ گئے۔ بعد ازاں نیشاپور لوٹ آئے جہاں کے مدرسہ نظامیہ میں کچھ عرصہ درس دیا اور گراں مایہ کتب تصنیف فرمائی جنکی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے۔ تفسیر جواہر القرآن، یاقوت التاویل نیز چالیس جلدوں میں مشکوٰۃ الانوار وغیرہ انکی کتابیں واقعی جواہر و یاقوت سے تولنے کی مستحق ہیں لیکن آپ کی زندۂ جاوید فقید المثال تصنیف عربی زبان میں لکھی گئی "احیاء العلوم" ہے جو دنیا بھر میں آج بھی غیر معمولی مقبول ہے اور جسکی اب تک کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

یہ کتاب چار ارکان (جلدوں) پر مشتمل ہے۔ ہر رکن میں دس دس ابواب اور ہر باب میں چند فصلیں ہیں۔

آپ کی دوسری مقبول کتاب کیمیائے سعادت فارسی زبان میں تصوف کی لاجواب تصنیف ہے جو احیاء العلوم کی ہی تخلیص ہے جسکو بزرگان سلف اور مشائخین عظام کے واقعات، وارشادات کے ذریعہ نہایت دلچسپ اور دلکش بنا دیا ہے۔

آخر عمر میں اپنے وطن (طوس) واپس آگئے جہاں صوفیوں کیلئے ایک مثالی خانقاہ اور طلباء کیلئے ایک مدرسہ تعمیر فرمایا اور آخری وقت تک قرآن واسلام کی خدمت اور رشد وہدایت کے ذریعہ صاحبان دل کی صحبت میں مشغول رہے اور بتاریخ ۱۴ جمادی الاخری ۵۰۵ھ ہجری آپ کا وصال ہوا۔

حضرت نجم الدین رازیؒ نام عبداللہ بن محمد کنیت ابوبکر ہے لیکن دنیائے تصوف میں نجم الدین دایہ کے عرف سے مشہور ہیں۔ آپ کا شمار ساتویں صدی ہجری کے صوفیہ مشائخ میں ہوتا ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے "شہر رے" میں پیدا ہوے لیکن انقلابات زمانہ سے چنگیز خاں کے حملہ کے وقت خوارزم سے نکل کر روم چلے گئے۔ شیخ صدر الدین قونویؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوئے صاحب تصنیف تھے۔ کشف حقائق اور شرح دقائق میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ تفسیر بحر الحقائق کے علاوہ، ساتویں صدی کی معرکۃ الآراء کتاب "مرصاد العباد من المبداء الی المعاد" آپ ہی کی تصنیف ہے جو بزبان فارسی ۶۲۰ھ ہجری میں شہر سیواس میں لکھی گئی جسکے مقدمہ میں آپ رقمطراز ہیں کہ یہ کتاب آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تعمیل ارشاد میں لکھی تھی۔ مرصاد العباد پانچ ابواب پر مشتمل ہے اور جملہ چالیس فصلیں ہیں۔

ہر بات کا استدلال نص قرآنی وحدیث سے کرتے ہوے تصوف کے تمام مسائل کا اس خوبی سے احاطہ فرمایا ہے کہ ان خوبیوں کی بدولت ہی صوفیہ کرام نے اپنی تصانیف میں مرصاد کے اکثر حوالے دئے ہیں اور اپنے مریدوں کو اسکے مطالعہ کی تاکید کی ہے آپ کا وصال بغداد شریف میں ۶۵۴ھ ہجری میں ہوا اور شونیزیہ بغداد میں اسی مقبرہ کے باہر آپ کا مزار پر انوار ہے جہاں شیخ جنید بغدادیؒ اور شیخ سری سقطیؒ آرام فرما ہیں۔

حضرت جلال الدین رومیؒ نام جلال الدین لقب محمد ہے بلخ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت "نفحات الانس" میں ۶ ربیع الاول سنہ ۶۱۳ ہے لیکن خزینۃ الاصفیاء میں سنہ ۶۰۴ ہجری لکھی ہے۔ روم میں تربیت پائی۔ پانچ برس کی عمر ہی سے روحانی اشکال، ملائکہ و جنات آپ کو نظر آیا کرتے تھے۔ فقر میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ طریقت میں اپنے والد ماجد حضرت بہاء الدینؒ کے مرید تھے بعد میں حضرت شمس تبریزیؒ سے فیض صحبت حاصل کیا جن کے دامن سے وابستہ ہونے پر اپنے شعر کے ذریعہ اسطرح افتخار کرتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شد

بتاریخ ۵ جمادی الاخری سنہ ۶۷۲ ہجری بوقت مغرب آپ نے وصال فرمایا۔ مزار مبارک "قونیہ" میں ہے۔ نثر میں بزبان فارسی تصوف کے موضوع پر آپ کی تین تصانیف ہیں۔ ایک تو "فیہ ما فیہ" جو معرفت سے بھرپور آپ کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ دوسری ہے "مکتوبات پیر رومیؒ" جس میں معاصرین و امراء کے نام مکتوبات میں تصوف اور طریقت کی تعلیم اور تشریح ہے۔ اور تیسری کتاب "مجالس سبعہ" رموز طریقت پر آپ کے ان مواعظ کا مجموعہ ہے جو آپ مخصوص و معین ایام میں ہزاروں افراد کے سامنے بیان فرماتے تھے لیکن دنیا بھر میں مشہور آپ کی وہ مثنوی شریف ہے جس میں آپ کے منظوم و دلنشین صوفیانہ افکار کی بناء پر آپ کو اکابر صوفیہ میں شمار کیا جاتا ہے اور جو "مثنوی معنوی" کے نام سے معروف ہے

حضرت فخر الدین رازیؒ نام محمد بن حسین بن حسن بن علی التیمی الطبرستانی الرازی، کنیت ابو عبداللہ اور لقب فخر الدین تھا۔ شافعی المذہب تھے۔ رمضان سنہ ۵۴۴ ہجری میں بمقام "رے" پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی جنکی وفات کے بعد حضرت کمال سمعانیؒ سے درس لیا پھر حضرت محمد جیلیؒ سے تلمذ حاصل کیا۔ مختلف علوم میں کمال حاصل کیا خصوصاً "تاریخ منقولات اور علم کلام میں ماہر تھے۔ موثر وعظ اور معقول استدلال میں اپنی آپ نظیر تھے۔ خوارزم، ماوراء النہر اور خراسان کا سفر کیا اور بڑی عزت اور مال و دولت پائے سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان محمد بن خوارزم شاہ نے بڑی قدر کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں جو فقہ، تفسیر، کلام اور حکمت پر لکھی گئی تھیں متقدمین کی کئی کتابوں کی شرحیں بھی لکھیں لیکن سب میں شہرۂ آفاق آپ کی بتیس ۳۲ جلدوں پر مشتمل "تفسیر کبیر" ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے بیعت تھی۔ عید الفطر کے روز دوشنبہ سنہ ۶۰۶ ہجری کو "ہرات" میں وصال ہوا وہیں مزار ہے

ماخذ

(مترجم کی شخصی لائبریری میں موجودہ کتب جن سے تالیف ہذا میں استفادہ کیا گیا)

۱۔ کشف المحجوب ● شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ عوارف المعارف ● شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ احیاء العلوم ● حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ کیمیائے سعادت ● حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ تذکرۃ الاولیاء ● شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار ● شیخ نور الدین علی بن یوسف جریر اللخمی الشطنوفی رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ نفحات الانس ● عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ اخبار الاخیار ● شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۹۔ قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر ● محمد بن یحییٰ التادفی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۔ حیات جاودانی ● عبد الستار رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔ خزینۃ الاصفیاء ● غلام سرور مرحوم
۱۲۔ مفتاح الحقائق ● سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔ غیاث اللغات ● محمد غیاث الدین مرحوم
۱۴۔ منتخب اللغات ● عبد الرشید الحسینی المدنی مرحوم
۱۵۔ المورد ● منیر البعلبکی۔

قطعۂ تاریخ

منجانب قاری قاضی سید شاہ احمد علی صوفی قادری فرزند اکبر حضرت مترجم
(بی ای میکانیکل انجینیر سعودی عرب)

تحریر بے نظیر

۱۹۹۰ء

غوثِ اعظم کی ہے تالیف جو سرالاسرار — بالیقیں فنِ تصوف کا ہے اعلیٰ شہکار
صدق و اخلاص سے جو بھی اسے پڑھ لے اک بار — تشنۂ بادۂ عرفاں سے ہو وہ سرشار
معرفت بھی ہے شریعت بھی طریقت اس میں — اور حقیقت کے جواہر کا ہے بحرِ ذخار
جس کو جو پھول پسند آئے وہ آکر چن لے — سارے گل ہائے تصوف سے سجا ہے گلزار
ترجمہ والدِ ماجد نے کیا خوب اردو — جب ہوا اہلِ طریقت کا نہایت اصرار
اس کے انوار سے روشن جو ہوئے قلب و نظر — ترجمہ ہو گیا موسوم بہ "نور الانوار"

کہو بے ساختہ تاریخ اشاعت احمدؔ
"سرالاسرار" کا آئینہ ہے "نور الانوار"

۱۴۱۰ھ